دیوان امیر مینائی

محمد عبدالرحمٰن ازکی - لاہور - ۱ جنوری ۱۹۴۲ء

sanam xana-e-ʿišq

Incomplete Divan of amir minai

mufti munši amir ahmad amir

1244-1318, (1828-1900)

HUL. 18, 29, 139, 174, 180-186
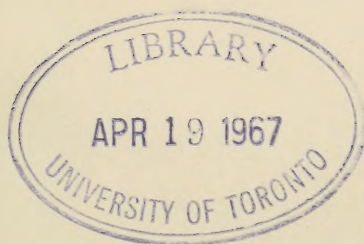
ترقی پر کسی کی شوخیاں ہیں خیر ہو یا رب
حیا کی جان کا دشمن ہے پکا خود نمائی کا

حیا کو چھیڑتی ہیں شوخیاں چلاتی ہے عصمت
کہ اب اٹھتا ہے اب اٹھتا ہے پردہ پارسائی کا

عروس مرگ آئی مجھ سے ہم آغوش ہونے کو
ہوا مشاطگی پیشہ مری شامِ جدائی کا

بڑی ہیں حسرتیں مردہ جلا دے انگولے عیسیٰ
ذرا ہم بھی تو دیکھیں کھیل قدرت آزمائی کا

بہار آتی ہے اب عصمت کا پردہ فاش ہوتا ہے
جنون کا ہاتھ ہے آج اور دامن پارسائی کا

گرے سجدہ میں جب چوکھٹ پر اسکی چوم لی چوکھٹ
بڑھایا لیکے بوسے ہم نے رتبہ جبہ سائی کا

مجھے لے بیٹھتی یہ ضعف سے چکر نہیں آتا
نگاہیں طوف کرتی ہیں ترے طوق طلائی کا

یہ کس بیدرد نے دستِ نگارین خواب میں چوما
کہ فریادی ہے اب تک نیل اُس نازک کلائی کا

٩

امیر اس خرقہ و عمامہ کو تم رہنِ مے کردو
ابھی تم پر نہیں پھبتا ہے جامہ پارسائی کا

٢٣

ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

کچھ وصل کے وعدے سے بھی حاصل نہیں ہوتا
خوش اب تو خوشی سے بھی مرا دل نہیں ہوتا

گردن تنِ بسمل سے جدا ہو گئی کب کی
گردن سے جدا خنجرِ قاتل نہیں ہوتا

دنیا میں پریزاد دیے خلد میں حوریں
بندوں سے وہ اپنے کبھی غافل نہیں ہوتا

بسمل تو ہوئے سیکڑوں ہی سرد تڑپ کر
ٹھنڈا مرے قاتل کا مگر دل نہیں ہوتا

دھبا نہیں رہتا ہے لہو حسرتِ دل کا
اس خون سے تر دامن قاتل نہیں ہوتا

دل تجھ سے لیا ہے تو ذرا لو لیے ہنسیے
چٹکی میں مسلنے کے لیئے دل نہیں ہوتا

دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے
عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہیں ہوتا

کہتے ہیں ہم آئینہ میں حسن اپنا نہ دیکھیں
اچھی کہی معشوقوں کے کیا دل نہیں ہوتا

تم کو تو میں کہتا نہیں کچھ حضرتِ ناصح
پر جس کو ہو پاس ایسی وہ عاقل نہیں ہوتا

پہلو میں آ نہیں غیر کے چھپنا ہی کر دے
اتنا بھی تو تجھ سے تپش دل نہیں ہوتا

گم گشتگیون نے وہ مزا مجھ کو دیا ہے
اب مُنہ بھی کبھی جانب منزل نہین ہوتا

عاشق کے بہل جانے کو اتنا بھی ہے کافی
غم دل کا تو ہوتا ہے اگر دل نہین ہوتا

کہتے ہین دم ذبح وہ رک کر کوئی پوچھے
اس ناز سے ناراض تو بسمل نہین ہوتا

فریاد کرون دل کے ستانے کی اُسی سے
راضی مگر اس پر بھی میرا دل نہین ہوتا

اُٹھنے کو کہے کوئی تو بنجاتی ہے جی پہ
اُس بزم مین جانا مجھے مشکل نہین ہوتا

فریاد بھی کرتا ہون تو اللہ سے اپنے
اُس در کے سوا مین کہین سائل نہین ہوتا

انداز کسی کان کی بجلی کا اڑا لے
یہ حُسن تڑپ مین تری اے دل نہین ہوتا

مرنے کی تو ہون پر یہ ہوئی مشق کہ مرنا
سب کہتے ہین مشکل مجھے مشکل نہین ہوتا

دلدادیون کو آئین حسین چار طرف سے
پر ہائے ستم ایک طرف دل نہین ہوتا

جس بزم مین وہ رخ سے اُٹھا دیتے ہین پردہ
پروانہ وہان شمع پہ مائل نہین ہوتا

کہتے ہین کہ دل دیکے تڑپتے ہین جو عاشق
ہوتا ہے کہان درد اگر دل نہین ہوتا

یہ شعر وہ فن ہے کہ امیر اس کو جو برتو
حاصل یہی ہوتا ہے کہ حاصل نہین ہوتا

خضر رہِ مقصود اگر دل نہین ہوتا
منزل کا پتہ سینکڑون منزل نہین ہوتا

برسون سے تڑپتا ہون مین بسمل نہین ہوتا
اتنا سا مرا کام بھی قاتل نہین ہوتا

جھٹکے دئے موباف کے کوڑے بھی لگائے
گیسو سے کسی طرح جُدا دل نہین ہوتا

زخمون کی ہنسی پر بھی نہین آتی ہے غیرت
پورا کوئی وار اے مرے قاتل نہین ہوتا

آتا ہے جو کچھ منہ مین وہ کہہ جاتا ہے واعظ
اور اُس پہ یہ طرہ ہے کہ قائل نہین ہوتا

کیا سحر ہے اُس بُت کی نظر مین بھی الٰہی
جب تک وہ ادھر آئے یہان دل نہین ہوتا

رک رک گئے تو خود چھیڑتے ہین خلق پہ خنجر
اور مجھ سے شکایت ہے کہ بسمل نہین ہوتا

آئینے کو بھی روک دیا ہے کہ نہ آئے
اب آپ بھی وہ اپنے مقابل نہین ہوتا

راحت کا نکلتا نہیں اُس کی کوئی پہلو
مایوس کبھی کمبخت مرا دل نہیں ہوتا

اُڑتا بھی ہوا سے ہے تو اُڑتا ہے اُدھر ہی
لیلیٰ سے الگ پردۂ محمل نہیں ہوتا

دریاے محبت سے جو پار اُترین وہ جانین
ہوتا ہے خدا جانے کہ ساحل نہیں ہوتا

تیر اُس نے لگایا وہ پڑا آکے جگر پر
بیچین ہے وہ کیا جانے اِدھر دل نہیں ہوتا

جو لطف ہے آزارِ محبت مین وہ مجھ کو
عیسیٰؑ بھی کرے پیار تو حاصل نہیں ہوتا

بولے یہ خضرؑ پار اُترنے کو جو پوچھا
دریاے محبت کا تو ساحل نہیں ہوتا

وہ ہم ہین کہ زندہ ہین اور اس کوچے مین پہنچے
بے موت کوئی خُلد مین داخل نہیں ہوتا

جب درد محبت مین یہ لذت ہے تو یارب
ہر عضو مین ہر جوڑ مین کیون دل نہیں ہوتا

شرم اُسکی مجھے مانعِ دیدار نہیں ہے
نازک سایہ پردہ ہے کہ حائل نہیں ہوتا

ٹکڑے بھی ہے گل خون مین ڈوبا بھی ہے لیکن
اب بھی دلِ عاشق کے مقابل نہیں ہوتا

حسرت سے اِدھر اور اُدھر دیکھ رہا ہے
بھوکا ترے دیدار کا سائل نہیں ہوتا

تم اور کوئی کام امیر اس کو سکھاؤ
تڑپانے تڑپنے کے لیے دل نہیں ہوتا

غم نہیں جی تن سے نکلا دل گیا
مل گئے تم مجھ کو سب کچھ مل گیا

بولے وہ سینے پہ میرے رکھکے ہاتھ
کہیے اب تو اضطراب دل گیا

اے نگاہ یاس تیرا ہو برا
گھر تلک روتا ہوا قاتل گیا

تیغ قاتل ہے اسے باد بہار
جب چلی وہ غنچۂ دل کھل گیا

کوچۂ گیسو نہ ہاتھ آیا مجھے
کاٹے کوسون سیکڑون منزل گیا

مٹ گیا کاجل کا تل اصلاح مین
مصحف عارض کا نقطہ چھل گیا

آ بنی دم پر جہان بگڑے عضو
لب ہلائے آپ نے دل ہل گیا

مرحلے طے کنج عزلت مین کیے
بیٹھے بیٹھے سیکڑون منزل گیا

برہمن کو بت مجھے تو اے صنم
جسنے جو مانگا خدا سے مل گیا
جمع ہین سینے مین پیکان تیر کے
سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

۱۲
حل ہیرے مشکلات نے کی امیر
لیکے کیسی ہی کوئی مشکل گیا

داغ غم روز ازل ہی مل گیا
تن مین جان آنے سے پہلے دل گیا
کوچۂ قاتل مین اپنا دل گیا
خاک مین ملنے کا رستہ مل گیا
خواب مین آنکھین جو تلوون سے ملین
بولے اُف اُف پاؤن میرا چھل گیا
اُٹھ کے جا بیٹھا جو اُن کے پاس مین
بولے کچھ مل بیٹھنے سے مل گیا
مسکرانے مین کھلا کیا وہ دہن
غنچۂ تصویر گویا کھل گیا
ہڈیون کی چاٹ پاتے ہی ہما
کیا سگ محبوب سے ہل مل گیا
آئی جب صحرا مین خوش چشمون کی یاد
سامنے نرگس کا تختہ کھل گیا
پھونکدیتی کیون نہ پروانے کو شمع
پیار کرنے کو سر محفل گیا
مانگنے پر بوسے کے کاٹی زبان
اب دعا دینے سے بھی سائل گیا
اُس کا رخ پھرتے ہی آنکھین پھیر دین
لو اُدھر قاتل ادھر بسمل گیا
کیا بلا مجھ کو ملا کر خاک مین
ہان لقب عاشق کشی کا مل گیا

۱۳
وا ے قسمت غافل آیا مین امیر
عمر بھر غافل رہا غافل گیا
۲۷

دامنون کا نہ پتہ ہے نہ گریبانون کا
حشر کہتے ہین جسے شہر ہے عریانون کا
گھر ہے اللہ کا گھر بے سر و سامانون کا
پاسبانون کا یہان کام نہ دربانون کا
خاطر رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہین
میزبان ہے کسے مہا این انہین مہمانون کا
کب کسی اور کی جم سکتی ہے اس پہ نظر
توسن ناز ہے خوگر وہ تری رانون کا

گورِ کسریٰ و فریدون پہ جو پہنچون پوچھون
تم یہان سوتے ہو کیا حال ہے ایوانون کا

اُنکے حکمون کی ہو تعمیل کہان تک مجھ سے
ڈھیر شقّون کا ہے انبار ہے پروانون کا

کون گُل چہرۂ رنگین کا نہین دیوانہ
باغ غنچہ ہے ترے چاک گریبانون کا

قحط روزی یہ جہان مین ہے کہ کہتے ہین منوح ہاے یہان
رمضان خوب مہینا ہے مسلمانون کا

کیا لکھین یار کو نامہ کہ نقاہت سے یہان
فاصلہ خامہ و کاغذ مین ہے میدانون کا

دل یہ سمجھا جو ترے بالون کا جوڑا دیکھا
ہے شکنجہ مین یہ مجموعہ پریشانون کا

مانع بادہ کشی مجھکو ہین ناحق واعظ
خرچ کیا ہوتا ہے ان خلق کے دربانون کا

سبزہ خط نے گھٹا دی ترے عارض کی بہار
تھا جو لالے کا چمن کھیت ہے اب دھانون کا

حشر مین قفل بھی رضوان نے نہ کھولا تھا ابھی
جا پڑا خُلد مین ٹولا کا مرے ارمانون کا

موجین دریا مین جو اُٹھتی ہوئی دیکھین سمجھا
یہ بھی مجمع ہے ترے چاک گریبانون کا

سُننے والون کے نہ کسطرح پھنسین طائرِ دل
دام صیاد کا الجھا ہے تری تانون کا

عرصۂ ہستی و طولِ شبِ گور و محشر
بعد ہے بندہ و رب مین ابھی میدانون کا

تیر پر تیر لگاتا ہے کماندارِ فلک
خانۂ دل مین ہجوم آج ہے مہمانون کا

درِ جانان سے نکل کر مین پھنسا زندان مین
گرد حلقہ پہ انعام ہے دربانون کا

عشقِ رخسار مین اقبال سکندر پایا
آئنہ دست نگر ہے ترے حیرانون کا

لال ہو بات صنم گیسوِ شبگون مین نہ ڈال
خون ہو جائیگا دو چار مسلمانون کا

توڑ کر بال و پر اُسکے جو بنایا ہے جنون
ہے ہوا خواہ ہما تیرے مگس رانون کا

بسملون کی دم رخصت ہے مدارات ضرور
یار بیڑا تیری تلوار مین ہو پانون کا

آنکھ قاتل کی نہ کیونکر مرے زخمون پہ ہو تر
زہرہ پانی ہوا جاتا ہے نمکدانون کا

زمرۂ غیرون سے اخوان نے نہ رکھا جنکو
کھیل سارا ہے بگاڑا انہین شیطانون کا

بیخودی آٹھ پہر گم یہ مجھے رکھتی ہے
دن کو شب رات کو ہون خواب نگہبانون کا

میرے اعضا نے پھنسایا مجھے عصیان مین
شکوہ آنکھون کا کرون یا مین گلہ کانون کا

۱۴ ۔ قدردان چاہیے دیوان ہمارا ہے امیر
منتخب مصحفی و میر کے دیوانون کا ۔ ۱۴

تابعِ دین کبھی دولت پہ نہ شیدا ہوگا
پیروِ شیرِ خدا کیا سگِ دنیا ہوگا

یہی کاہش ہے تو کیسا تنِ لاغر کا پتا
آج ہے موے کمر کل یہ عنقا ہوگا

معرفت کے لیے ہے ترکِ تعلق لازم
خوب سمجھے گا وہ عنقا کو جو تنہا ہوگا

مرگ کے بعد ہے بیدار دلون کو آرام
نیند بھر کر وہی سوئے گا جو جاگا ہوگا

ٹکڑے ٹکڑے نہین بیوجہ مرا دل ساقی
کوئی شیشہ کسی میخانے مین ٹوٹا ہوگا

ہمنے اندیشہ پیری مین جوانی کاٹی
رات بھر خوف رہا صبح کو اب کیا ہوگا

دل کو آغازِ محبت مین نہ سمجھو تھوڑا
بڑھتے بڑھتے یہی قطرہ کبھی دریا ہوگا

بیوفائی سے تمہاری یہی ہر دم ہے خیال
تم جو اپنے نہ ہوئے کون کسی کا ہوگا

یہ نہ ہوگا کہ جگہ دوست کی خالی دیکھون
دل بھر آئے گا ہتھی مے سے جو مینا ہوگا

شہر کو چھوڑ کے کیون دشت نشینی کی جائین
خاک اڑاتے جدھر آجائین گے صحرا ہوگا

کیا ہوا لاش پہ میری جو وہ ہنستا آیا
چھپ کے اغیار سے تنہائی مین رویا ہوگا

۱۵ ۔ عشق مژگان مین کہان صورت آرام امیر
نیند اڑ جائیگی بستر پہ جو کانٹا ہوگا ۔ ۱۴

کی جو کچھ عشق نے تاثیر تماشا ہوگا
تیری صورت پہ مری شکل کا دھوکا ہوگا

یہی ساقی کی کدورت ہے جو میرے دل سے
جائے سے درد سے لبریز یہ مینا ہوگا
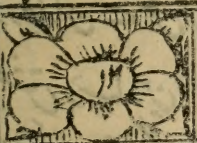
جانے دے قتل مجھے کرکے نہ غم کر قاتل
تھا جو ہونا وہ ہوا رونے سے اب کیا ہوگا

تو ہی مجھ گمشدہ سے چھٹ کے نہ ہوگا نالان
اے جرس قافلے کا قافلہ روتا ہوگا

قیس لیلا کے تصور مین ہے لیلی کیسی
اپنے ہی دل کا سویدا کبھی دیکھا ہوگا

ہون وہ دیوانہ مرے ہاتھ مین روز محشر
عوض نامۂ اعمال گریبان ہوگا

غنچۂ گل کو تو سو بار شگفتہ دیکھا
غنچۂ دل بھی الٰہی کبھی خندان ہوگا

اے جوانی یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے
تو نہ ہوگی تو نہ یہ دل نہ یہ ارمان ہوگا

خواہش وصل تو کیونکر کہون لیکن ناصح
دیکھ لینے کا تو حضرت کو بھی ارمان ہوگا

اک پری رو نے ہماری یہ بنائی صورت
سیکڑون پریون مین کیا حال سلیمانؑ ہوگا

دست وحشت تو سلامت ہے رفوگر نے دو
ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا

زلف شانے سے یہ کہتی ہے نہ سر چڑھ اتنا
پیچ کچھ ایسے پڑینگے کہ پریشان ہوگا

آگ دل مین جو لگی تھی وہ بجھائی نہ گئی
اور کیا تجھ سے بھرے دیدۂ گریان ہوگا

جان دیکر جو ملے بوسۂ جانان تو ہے مفت
دل نہین ہے کسی عاشق کا جو نادان ہوگا

اے اجل دوڑ کہ غربت مین پڑا ہون تنہا
اس طرح کا ہے کو خالی کبھی میدان ہوگا

میرے اور غیر کے مقتل مین کھلینگے جوہر
امتحان عشق و ہوس کا سر میدان ہوگا

رات دن گیسوے محبوب کا رہتا ہے خیال
خواب آنکھون مین مری آکے پریشان ہوگا

ہین دم نزع یہ انداز یہ جلادی کے
ملک الموت کو بھی موت کا ارمان ہوگا

دور ہرگز نہ جائیگا دیدار سے شوق دیدار
یہ وہ نعمت ہے کہ سیر اس سے نہ مہمان ہوگا

اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین یہ غم ہے اسیر
یار گر مفت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

مرے بس مین یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا

پس مرگ کاش یون ہی مجھے وصل یار ہوتا
وہ سر مزار ہوتا مین تہ مزار ہوتا

ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی
مرا نشہ کیون اترتا مجھے کیون خمار ہوتا

مرے اتقا کا باعث تو ہے میری ناتوانی
جو مین توبہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا

مین ہون نامراد ایسا کہ بلک کے یاس روتی
کہین پا کے آسرا کچھ جو امیدوار ہوتا

نہیں پوچھتا ہے مجھ کو کوئی پھول اس چمن میں
دل داغدار ہوتا تو گلے کا ہار ہوتا

وہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

دم نزع بھی جو وہ بت مجھے آکے منہ دکھاتا
تو خدا کے منہ سے اتنا نہ میں شرمسار ہوتا

نہ ملک سوال کرتے نہ لحد فشار دیتی
سر راہ کوئے قاتل جو مرا مزار ہوتا

جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی
وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

میں زبان سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہہ دوں
اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

۱۹

مری خاک بھی لحد میں نہ رہی امیر باقی
انہیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

۱۵

نئی چوٹیں چلتیں قاتل جو کبھی دوچار ہوتا
کہ ادھر سے وار ہوتا تو ادھر سے پیار ہوتا

ترے عکس کا جو قاتل کبھی تجھ پہ وار ہوتا
تو نثار ہونے والا بھی جان نثار ہوتا

رہی آرزو کہ ڈھونڈو ترے ساتھ تیر چلتے
کوئی دل کو پار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا

اثر اس قدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا ان پہ
کہ وہ کروٹیں ہی لیتے جو میں بیقرار ہوتا

ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت
جگر اس کے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا

مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا
میں لپٹ کے رو تو لیتا جو کہیں مزار ہوتا

ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا
نہ لپٹتیں یہ بلائیں تو وہ دل کے پار ہوتا

میں جیوں تو کس کا ہو کر نہیں کوئی دوست میرا
یہ جو دل ہے دشمن جان یہی دوستدار ہوتا

مرے پھولوں میں جو آتے تو نئے وہ گل کھلاتے
کہ کلائیوں میں گجرے تو گلے میں ہار ہوتا

ترے نغمے دل کو کیونکر مری جان میں دکھاتا
وہ دھڑکنے کیا نہ لگتا جو میں بیقرار ہوتا

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا
یہ ترا اسکا ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

سر قبر آتے ہو تم جو ہٹا کے اپنا گھونگھٹ
کوئی پھول چھین لیتا جو گلے میں ہار ہوتا

دم رخصت ان کا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا
تمہیں میری قسموں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

مین نثار تجھپہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا
یہین تیرا افتخار ہوتا وہ مرا افتخار ہوتا

١٥

شب وصل تو جو بیخود نہ ہوا امیر ہوتا
ترے آنے کا کبھی تو اُسے انتظار ہوتا

سو بات کھل گیا ہے کسی گلعذار کا
آنچل لٹک رہا ہے عروس بہار کا

کچھ تو سبب ہے گردش لیل و نہار کا
اس پہ پڑا ہے صبر کسی بیقرار کا

کیا دل جلا رہا ہے پس مرگ ہو دعا
ٹھنڈا رہے چراغ الٰہی مزار کا

جن کو ملا کے خاک مین خوش ہو رہے ہو تم
آنکھون مین دیکھو رقص کبھی انکے غبار کا

گر دو نظر سے ہو نہ گذر الٹ نقاب
غافل غبار ہے یہ رہ انتظار کا

خوشبون کا قافلہ ہے کہ اتری ہے یہ برات
ہر شاخ گل ہے پاؤن عروس بہار کا

آئین وہ یا نہ آئین ترس کھا مین یا نہ
کیا اختیار گریہ بے اختیار کا

پھر بیٹھے بیٹھے وعدہ وصل اسنے کر لیا
پھر اٹھ کھڑا ہوا وہی دکھ انتظار کا

دلسوز بیکسی سا نہین کوئی بعد مرگ
پروانہ ہو گئی مرے شمع مزار کا

رووُن تو اُن کو آتی ہے بیساختہ ہنسی
اچھا ہے حشر گریہ بے اختیار کا

ایسا مزا ملا ہے تڑپ مین کہ ہے دعا
بڑھ جاے اور طول شب انتظار کا

پر لگ گئے چمن کے تم آئے جو سیر کو
کیا اڑ چلا ہے رنگ عروس بہار کا

وہ شوق اپنی راہ ہے یہ اپنی راہ ہے
نازک کا دل رہا ہے نہ دل اختیار کا

ساقی کے ہاتھ سے جو گرا جام کہہ اٹھا
ٹوٹا وہ دل کہیں کسی امیدوار کا

١٥

ہمراہ ہے جو حسرت دیدار بیشمار
تابوت اٹھا امیر غریب الدیار کا

جھونکا ادھر نہ آئے نسیم بہار کا
نازک بہت ہے پھول چراغ مزار کا

عالم وہی ہے سبکو سنے اگر کبھی یار کا
جوبن خزان نے چھین لیا ہے بہار کا

شب وصال وہ سامان وہ روشنی وہ نشاط
ہوئی جو صبح تو اُجڑا ہوا مکان دیکھا

بہار مین جو نکالا ہمین تو کیا پایا
خزان مین حال چمن تو نے باغبان دیکھا

ترے وصال کی فرقت مین ہمکو یاد آئی
لٹا ہوا جو کہین کوئی کاروان دیکھا

کہین گے وقت ملاقات اُن سے اتنی بات
جو کچھ سنا تھا وہ آنکھون سے مہربان دیکھا

دکھائی ترک تعلق نے شان بے رنگی
بڑھے مکان سے آگے تو لامکان دیکھا

نکیلی چتونین آنکھون مین کیا جگر مین چبھین
امیر آج عجب نوک کا جوان دیکھا

وہ پاؤن تھے جو شاہد آغوش نقش پا
افسوس اب ہین خواب فراموش نقش پا

مر کے وہ پاؤن ہو گئے جو ہمدوش نقش پا
فریاد کر اُٹھے لب خاموش نقش پا

کیا جانے آئی شہر خموشان سے کیا خبر
اب تک اُسی طرف ہین لگے گوش نقش پا

بیدرد جانیوالو ٹھہر جاؤ دم تو لو
کچھ تم سے کہتے ہین لب خاموش نقش پا

عبرت کی ہے نگاہ نہ سننا نہ بولنا
آنکھین کھلی ہین بند لب و گوش نقش پا

ہم بے زبان خاک نشینون کا عیش کیا
تھا اک تبسم لب خاموش نقش پا

کیا راہ چلنے والون کا غربت مین آسرا
جب نقش پا کو چھوڑ گئے ہوش نقش پا

اے دل چل انکے ساتھ دبے پاؤن اسطرح
آواز پا ذرا نہ سنے گوش نقش پا

ڈرتے ہین پاؤن رکھتے کہ ایسا نہو کہین
چھپکے سے چوم لین لب خاموش نقش پا

نازک بہت ہین پاؤن نہ رکھ اسطرح قدم
چھالے نہ ڈالے گرمی آغوش نقش پا

کیا چین سے ہین خواب مین آسودگان خاک
دیتے ہین بیخبر لب خاموش نقش پا

اُس گرم رو کی شوخی رفتار سے امیر
اڑتے ہین رنگ رخ کی طرح ہوش نقش پا

کیونکر رہے نہ زار تن و توش نقش پا
جز خاک کچھ نہین ہے خور و نوش نقش پا

دشت جنون میں اب کہاں جوش نقش پا
سوتے ہیں دونوں پاؤں ہم آغوش نقش پا

وہ تیز رو ہے زار تن و توش نقش پا
ڈر ہے کہ پس نہ جائے کہیں دوش نقش پا

رکھدیں وہ آکے پاؤں سر دوش نقش پا
اس شوق میں کشادہ ہے آغوش نقش پا

نسبت ہے راہ عشق سے راہ حرم کو کیا
یاں کثرت سجود وہاں جوش نقش پا

اے مست ناز دیکھکے رکھ راہ میں قدم
چھلکے کہیں نہ بادۂ سرجوش نقش پا

رفعت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا
افسر طلب نہیں سر پر ہوش نقش پا

بیٹھا ہے راستے میں ہدایت کیواسطے
کیا رہنما ہے پیر صفا کوش نقش پا

دور خرام ناز ہے کس مست حسن کا
ساغر بکف ہے دست قدح نوش نقش پا

یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
آغوش حور ہے مجھے آغوش نقش پا

۲۵ وحدت کی جلوہ گاہ ہے یہ دشت خاک امیر
ہیں ایک چشم و گوش و ابرو و دوش نقش پا ۹

پہلو سے تو اٹھا تھا کہ میں سرد ہو گیا
بیدرد میرے کیا ان کو تو نہ درد ہو گیا

ہنگامہ جفائے فلک گرد ہو گیا
نالے جو گرم میں نے کئے سرد ہو گیا

کترا جو اپنے دست نگارین یار نے
کاغذ کا پھول برگ گل زرد ہو گیا

ہنگام سیر باغ جو وہ شوخ ہنس دیا
اتنا سا ہو کے غنچہ کا منہ زرد ہو گیا

دل کو ہمارے ایسی پہلو نہیں قرار
یہ درد آشنا ہے تن درد ہو گیا

سر سے اٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز میں
دنیا پہ لات مار کے پا مرد ہو گیا

یکتائی جمال کا لکھا جو میں نے وصف
دیوان کا ہر ایک ورق فرد ہو گیا

مجھ سا کہاں ہے کوئی زمانے میں اکسار
رخ سے مرے جو رنگ اڑا گرد ہو گیا

۲۶ عالم کی سیر اٹھ کے پھرے ہے نصیب امیر
خلوت میں بیٹھ کر میں جہاں گرد ہو گیا ۲۵

شوخیاں رگ رگ میں ہیں چھپا ہاں کسی کا رنگ سا ہو ‏ — ‏ آتے آتے ہاتھ میں رنگ حنا جاتا رہا

ہائے وہ صبح شب وصل انکا کہنا شرم سے ‏ — ‏ اب تو میری بیوفائی کا گلا جاتا رہا

بیخودی کا برا ہو ستر دم رکھا وصل سے ‏ — ‏ آپ جب آئے تو دل سے مدعا جاتا رہا

دل وہی آنکھیں وہی لیکن جوانی وہ کہاں ‏ — ‏ ہائے اب وہ تاکنا وہ جھانکنا جاتا رہا

تیرے دشمن سوگ دشمن کا کریں جا بجا ہے ‏ — ‏ بوالہوس بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا

میں نے چھاتی سے لگا کر جسکو رکھا عمر بھر ‏ — ‏ ہائے وہ نامہ ترا پالا دل مرا جاتا رہا

گھورتے دیکھا جو ہمچشموں میں جھنجھلا کر کہا ‏ — ‏ کیا لحاظ آنکھوں کا بھی اوچھا جاتا رہا

کیا بری شے ہے جوانی پاندان ہے تا کمر جھکا ‏ — ‏ ڈر بتوں کا اک طرف خوف خدا جاتا رہا

۱۱ ‏ کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر ‏ — ‏ جانے دو اک ہونا جاتا رہا جاتا رہا ‏ ۲۸

غنی ساتھ دنیا سے کیا لے گیا ‏ — ‏ مگر جو کسی کو دیا لے گیا

بڑی پیچ در پیچ تھی راہ دیر ‏ — ‏ خدا ہم کو لایا خدا لے گیا

تری آنکھ کا قائل زاہد بھی ہے جور ‏ — ‏ اشاروں میں دل کو اڑا لے گیا

عجب ترک غمزہ بھی چالاک تھا ‏ — ‏ لگاوٹ سے ہمکو لگا لے گیا

کیا غم نے تاراج جب صبر کو ‏ — ‏ کہا دل نے وہ لیگیا لے گیا

گیا سامنے یار کے یوں تو یوں ‏ — ‏ کہ ہاتھوں سے دلکو سنبھالے گیا

گیا دل تو طاقت بھی جاتی رہی ‏ — ‏ تڑپنے کا بھی وہ مزا لے گیا

بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر ‏ — ‏ انکھیوں سے وہ دیکھ بھالے گیا

بہت تھے اسیران زندان عشق ‏ — ‏ جنوں آکے سب کو چھڑا لے گیا

وہ جب تک رہا مجھ پہ برسا کیا ‏ — ‏ بخار اپنے دل کا نکالے گیا

رخ یار کا سحر اے امیر

۱۹ مرے استخوان کیون ہما لے گیا ۲۹

پرسش کو مری کون مرے گھر نہین آتا
تیور نہین آتے ہین کہ چکر نہین آتا

تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے
ایمان سے کہہ دون مجھے باور نہین آتا

قاتل ہی کے کھینچنے کی شکایت نہین ہمدم
خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہین آتا

مین واسطے دیتا ہون وہ خط لے نہین جاتا
قاصد کو ذرا خوف پیمبر نہین آتا

ڈرتا ہے کہین آپ نہ پڑ جائے بلا مین
کوچے مین ترے فتنۂ محشر نہین آتا

غیرون نے برا مجھ کو کہا ہو تو کہا ہو
باورا نہین آیا ہو یہ باور نہین آتا

ناوک کی خطا ہے نہ کماندار کی تقصیر
اے طائر دل وقت برابر نہین آتا

جو مجھ پہ گذرتی ہے کبھی دیکھ لے ظالم
پھر دیکھون کہ رونا تجھے کیونکر نہین آتا

پھول اُس نے کھلائے کہ تو یہ نہ ہو تم
اللہ کے گھر سے ہمین زیور نہین آتا

دو دانون پہ اشکون ہی کے روزن تا تہ دل
افسوس ہے اتنا بھی میسر نہین آتا

کہتے ہین یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تمہارے
سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہین آتا

بنجاتی ہین چلمن رخ روشن کی شعاعین
آتا بھی ہے باہر تو وہ باہر نہین آتا

سلجھاتے ہین جب زلف تو الجھاتے ہین اک دل
فرق اسمین کبھی بال برابر نہین آتا

چوٹ اُس نگہ ناز کی کھاتا نہین ناصح
یہ بھید کبھی تیر کی زد پر نہین آتا

دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت
پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہین آتا

غیرون سے اشارے مرے آگے سر محفل
پھر آپ کہین گے کہ مجھے شر نہین آتا

کب آنکھ اُٹھاتا ہون کہ آتے نہین تیور
کب بیٹھ کے اُٹھتا ہون کہ چکر نہین آتا

غربت کدۂ دہر مین صدمے سے ہین ہمکو
اس پہ بھی کبھی یاد ہمین گھر نہین آتا

۳۰ ہم جسکی ہوس مین ہین امیر آپ سے باہر
وہ پردہ نشین گھر سے بھی باہر نہین آتا ۲۶

کچھ ٹھکانا ہے ناتوانی کا — نہ اُٹھا بوجھ زندگانی کا

داغ دل مین جو ہے جوانی کا — گل ہے یہ تیغ زندگانی کا

جانتا ہون کہ خود نما ہو تم — پردہ کب تک ہے لن ترانی کا

اور اے پیر چرخ کیا کوسون — صبر تجہپر میری جوانی کا

راہ مین وہ مجھے ملے تو ہوا — سامنا مرگ ناگہانی کا

حلقۂ چشم وقت نزع نہین — ہے یہ چھلا تری نشانی کا

جوش فصل بہار مین اے گل — رنگ ہے تیری نوجوانی کا

ناز اُن کے بھی اُٹھ نہین سکتے — زور ہے اب یہ ناتوانی کا

اس طرف بھی نگاہ لطف کبھی — صدقہ اے نوجوان جوانی کا

مرگ جسکو جہان مین کہتے ہین — نام ہے میری زندگانی کا

مثل شبنم ہماری قسمت مین — ایک دانہ ہے وہ بھی پانی کا

رخ ترا کس طرح مین دیکھ سکون — زلف ہے لام لن ترانی کا

اے غم یار مین نہین مٹتا — نام مٹتا ہے ناتوانی کا

چکر آیا مجھے تو یہ سمجھا — اُسنے چھلا دیا نشانی کا

بہر نام سکندر آئینہ — چشمہ ہے آب زندگانی کا

پرچکین بانکپن کو دیتا ہے — جوبن ابھرا ہوا جوانی کا

گل کے سمجہا ہین کہ دیدۂ تر — چور ہے شمع زندگانی کا

چودھوین کا بھی چاند صدقے تھا — ہاے عالم تری جوانی کا

نہ اُٹھا مفلسی مین دست سوال — ہے یہ احسان ناتوانی کا

پورا پورا شبیہ یوسف ہین — رنگ ہے تیری نوجوانی کا

کیون نہ پیری مین داغ دل ہو عزیز — پھول ہے باغ نوجوانی کا

دل بتوں سے اٹھا نہیں سکتا
شکر کرتا ہوں ناتوانی کا

منتظر حشر میں ہے دامن تر
مہر محشر کی مہربانی کا

رہ گیا ہے فراق میں مجھ کو
آسرا مرگ ناگہانی کا

دل تو میں نذر کر چکا ایجان
اب سبب کیا ہے مہربانی کا

۱۳ زیست کا اعتبار کیا ہے امیر
آدمی بلبلا ہے پانی کا ۱۲

گھر میں تمہارے غیر سے جایا نہ جائیگا
آغوش گور میں کبھی سمایا نہ جائیگا

دل گیسوؤں میں ہم سے پھنسایا نہ جائیگا
اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائیگا

بیخود نہ کر وصال میں اے جلوۂ صنم
ہوں ناتوان پھر آپ میں آیا نہ جائیگا

کہتا ہے دل چھپاؤنگا میں خواب راز عشق
آنکھیں یہ کہتی ہیں کہ چھپایا نہ جائیگا

تلوار ان سے کھینچ نہیں سکتی نہ کھینچ سکے
کیا تیر یہ آنکھ میں بھی لگایا نہ جائیگا

جب دیکھ لوگے یاس بھری میری شکل تم
پھر تم سے میرا دل کو دکھایا نہ جائیگا

لاکھوں کو خاک میں تو ملادیگا آسمان
ظالم سے دو دلوں کو ملایا نہ جائیگا

چہرہ چھپا لیں آنکھ چرا لیں حیا سے وہ
جوبن ابھار پر ہے چھپایا نہ جائیگا

لاؤں میں ان سے دل میں کدورت مجال ہے
یہ لعل خاک میں تو ملایا نہ جائیگا

پہنائے جن کو پھول نکلے انہیں سے بعد مرگ
دو پھولوں سے کفن بھی بسایا نہ جائیگا

ترک ادب ہے دل سے مٹاؤں جو داغ عشق
مسجد کا یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

۲۴ وہ اس چمن میں مرا دل ہے اے امیر
یاد بہار سے بھی کھلایا نہ جائیگا ۱۴

دل میں خیال ان آنکھوں کا لایا نہ جائیگا
سنبھالنا کہ خدا کا بنایا نہ جائیگا

آنکھوں سے سوز عشق مٹایا نہ جائیگا
آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

یہ تیرہ شام غم ہے کہ کہتا ہے سایہ بھی / اب مجھ سے پاس آپ کے آیا نہ جائیگا

گر ہین یہی جفائین تو ظالم جزا کے دن / آڑے مری وفا سے بھی آیا نہ جائیگا

کیون یاس توڑتی ہے مرے دل کا آسرا / یہ گھر اُجڑ گیا تو بسایا نہ جائیگا

وحشت مین تھک کے مجھ سے یہ ہمزاد نے کہا / مجھ سے تو ساتھ آپکے آیا نہ جائیگا

چُلّو ہی سے پلا دے مجھے ساقیا شراب / ہون ناتوان جام اٹھایا نہ جائیگا

دکھلا کے سب کو دست حنائی وہ کہتے ہین / عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائیگا

رودون گا درد دل سے کبھی مین جو باغ مین / پھولون کو پھر صبا سے ہنسایا نہ جائیگا

دوزخ نے مجھ کو دیکھکے مالک سے یہ کہا / مجھسے تو یہ غریب جلایا نہ جائیگا

سو غمگسار لاکھ ہون غمخوار آس پاس / دل مین جو درد ہے وہ بٹایا نہ جائیگا

مجھ روسیہ کو قبر مین رہنے دے اے کریم / یہ منہ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جائیگا

تیرے ہزار غمزے مین قاتل اٹھاؤنگا / خنجر کا تیرے ناز اٹھایا نہ جائیگا

۲۴ — دیدار یار کا نہ اٹھے گا مزا امیر / جب تک دوئی کا پردہ اٹھایا نہ جائیگا — ۱۵

کھولے ہوئے جوڑا اُسے ایجان نہین دیکھا / اس باغ مین سنبل کو پریشان نہین دیکھا

وہ خار ہون جس نے کبھی دامان نہین دیکھا / وہ پھول ہون مین جسنے گریبان نہین دیکھا

کیا کہتے ہو بس دیکھ لیا حال تمہارا / دیکھو گے ابھی تم نے مری جان نہین دیکھا

ہان دست جنون دیکھین تو ہم نے کبھی اب تک / آغوش مین دامن کے گریبان نہین دیکھا

بیفائدہ تم کھینچتے ہو تیر کو دل سے / اس گھر سے نکلتے ہوئے مہمان نہین دیکھا

برباد کیا مجھکو ہوا آپ بھی برباد / نادان کوئی تجھ سا دل نادان نہین دیکھا

کیا شوق ہے دکھلا کے وہ رخ پوچھین مجھسے / اب بھی نہین دیکھا تو کہو ہان نہین دیکھا

دل لینے مین ہر طفل حسین ہوتا ہے اُستاد / اس فن مین تو نادان کوئی نادان نہین دیکھا

تیر نگہ یار نے بھی رخ نہ کیا ہائے
اجڑے ہوئے دل کا کوئی خواہاں نہیں دیکھا

وہ دل تھا ہمارا کہ تری تیغ نظر نے
تلوار کے منہ پر بھی ہراساں نہیں دیکھا

ہے محفل دنیا بھی عجب درد کی محفل
وہ آنکھ نہ دیکھی جسے گریاں نہیں دیکھا

دیکھا تو مرے حال کو سو مرتبہ تم نے
پر دیکھنے کی طرح مری جان نہیں دیکھا

جان آنکھوں سے دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھے
پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا

آنکھوں نے جو دیکھا اسے تو دل یہ پکارا
میں نے ابھی اے جلوۂ جانان نہیں دیکھا
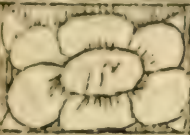
افسردہ امیر اپنی تباہی سے ہے تو کیوں
کیا حوصلۂ کلب علی خان نہیں دیکھا

میں کبھی وقت پہ مقتل سے نہ ٹل جاؤنگا
کچھ زمانہ نہیں کروٹ جو بدل جاؤنگا

لاکھ دنیا میں پھنسوں چال وہ چل جاؤنگا
کہ میں اس بھول بھلیاں سے نکل جاؤنگا

اس سرا میں مسافر نہیں رہنے آیا
رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤنگا

خبر آئی کہ وہ آتا ہے عیادت کے لیے
اب کچھ امید بڑھی ہے کہ سنبھل جاؤنگا

سوچتا ہے مری تپ دیکھکے فرقت میں طبیب
نبض کو ہاتھ لگاؤنگا تو جل جاؤنگا

ہوں سبک روح کریگا مجھے کیا قید کوئی
شکل آواز سلاسل سے نکل جاؤنگا

مستی ان آنکھوں میں آتی ہے تو کہتا ہے حجاب
دیکھ تو آئی تو میں گھر سے نکل جاؤنگا

باغ عالم میں ہوں گویا شجر آتشبار
اور بھی پھولوں پھلوں گا جو میں جل جاؤنگا

سامنے سے جو وہ سرکیں گے تو ہوگی یہ تڑپ
عکس آئینہ صفت گھر سے نکل جاؤنگا

دیکھنے دے مجھے رخسار ترا حرج ہے کیا
رو گلشن دیکھکے پھولوں کو بہل جاؤنگا

مرکے بھی دل سے مٹے گا نہ حسینوں کا خیال
ساتھ لیکر میں یہی حسن عمل جاؤنگا

جوش وحشت میں مجھے قیدی زندان نہ کرو
سیل ہوں توڑ کے دیوار نکل جاؤنگا

آتش عشق مجھے ہوگئی گلزار خلیل
دل میں سمجھا تھا وہ کافر کہ میں جل جاؤنگا

۳۵ — ۱۲

قدردان مصحفی و حضرت سودا ہے امیر
لیکے تربت پہ انہین کی یہ غزل جاؤنگا

چال وحشت کی کسی دن جو چل جاؤنگا
دو قدم مین مین دو عالم سے نکل جاؤنگا

جوہری ہو کہ نہ ہو کوئی سخن کا پس مرگ
تھوک کر مین ز لہو لعل اُگل جاؤنگا

اب مین گریان ترے کوچے مین جو آیا آیا
کوئی جھالا ہون برس کر جو نکل جاؤنگا

کوئی جانان مین یہ کہتا ہے مرا دل مجھ سے
تو اُٹھانا مجھے مین گر کے مچل جاؤنگا

مجھ سے کہتا ہے شب وصل یہ جوبن اُن کا
تیرے آغوش کے سانچے مین مین ڈھل جاؤنگا

پھونکنے آئی ہے کیون آتش فرقت مجھ کو
مین پتنگے کی طرح وصل مین جل جاؤنگا

غش سنبھلنے نہین دیتا مجھے ای شوق وصال
ہان اگر تو نے سنبھالا تو سنبھل جاؤنگا

پھونک دیگی جو مجھے آگ مین قسمت میری
مین سیہ بخت دھوان بنکے نکل جاؤنگا

آج بوسہ مجھے دیتے ہی بنیگا ای جان
کچھ ترا وعدہ نہین ہون کہ مین ٹل جاؤنگا

نور شمع تہ فانوس ہون مین زیر فلک
قید رہنے کا نہین صاف نکل جاؤنگا

چکنی چپڑی تری باتین نہین سنتا ناصح
ڈر رہا ہے کہ نہ سنبھلونگا پھسل جاؤنگا

وعدہ وصل پہ چاہی جو قسم ہنس کے کہا
رنگ رخ مین نہین تیرا کہ بدل جاؤنگا

۳۶ — ۱۰

وصل مین اس سے مرا حوصلہ کہتا ہے امیر
کیا مین ارمان عدو ہون کہ نکل جاؤن گا

حریم کوچۂ قاتل مین راہ کر لینا
سمند عمر سے او شہسوار اُتر لینا

جگر سے اٹھتے ہین شعلے کہ دل سے آہ ہم
کدھر کدھر آگ لگی ہے ذرا خبر لینا

یہ مجھکو دیکھ کے پلکون کو حکم ابرو نے
بچے جو تیغ سے تم برچھیون پہ دھر لینا
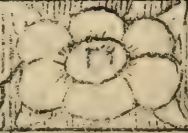
ہجوم ہے دیر سے مٹی خراب ہوتی ہے
لگا دو ہاتھ جنازے کو پھر ٹھہر لینا

لٹکتی ہے وہ زلف الکہ پیچ پرپیچ
بلائین اُس کی مجھے مر تا کر لینا

مزے اڑا کے درِ توبہ باز ہے زاہد
حسین شراب جو دیں پی کے توبہ کر لینا
وہ مسکرا کے جو چھیڑنے کو کہتے ہیں
کہاں چمک کے یہ بجلی گری خبر لینا
کباب سیخ کی گردش سے کم نہیں لیل
شب فراق میں کروٹ ادھر ادھر لینا
شہید ناز کا تابوت اٹھا تو فرمایا
برات جاتی ہے کسکی ذرا خبر لینا

امیر جالے ہو بتخانے کی زیارت کو
پڑے گا راہ میں کعبہ سلام کر لینا

دم اخیر ہے لازم نظارہ کر لینا
خدا سے کام پڑا ہے بتو خبر لینا
چلا تو ہے طرف کعبہ دیکھئے حاجی
جو دیر راہ میں آئے طواف کر لینا
پکارتے ہیں یہ کشتے تمہارے مقتل میں
رہے ہیں کھیت ہمارے ہی ذرا خبر لینا
مریض غم کی عیادت کو جب ہوئے تو وہ سوال
تھا تقاضا سے کہ بڑھکر ذرا خبر لینا
یہ تیر غمزہ سے کہتی ہے تیغ نازکی
جو دل پہ قبضہ مرا ہو تو تو جگر لینا
ہجوم ہوگا بہت جلوہ گاہ محشر میں یار
اگر پہنچ نہ سکوں میں مری خبر لینا
نہ توڑ شام سے اے دل شب فراق میں دم
ابھی تو رات ہی ساری پڑی ہے دم لینا
نگہ سے قتل کرے ان سے غمزہ کہتا ہے
مری طرف سے بھی خنجر کو پار کر لینا
چمک کے ابر سے عالم پہ گر پڑی بجلی
یہ کس نے پردے سے جھانکا ذرا خبر لینا

تڑپ کے منہ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر
بہت جو درد اٹھے دل پہ ہاتھ دھر لینا

نہ ہو کب ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا
درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا
لوٹ جاتے ہیں حسیں دیکھ کے آنا دل کا
کیا موافق تھا جوانی میں زمانہ دل کا
کہتے ہیں کیا ہیں کرو ناسنکے فسانہ دل کا
وہی جھگڑا ہے وہی ذکر ہے پرانا دل کا
آفریں کہنے سے رک جاتا ہے قاتل میرا
لذت قتل گھٹاتا ہے تڑپنا دل کا

اپنے دیکھا اُسے اور اُسنے اپنے دیکھ لیا — ابتو دشوار ہے پہلو مین چھپانا دل کا
آج اس شوق سے پیکان ترے دل مین آیا — آگیا یاد کسی شوخ پر آنا دل کا
ہاے وہ پہلی ملاقات مین ہیرا کہ کتنا — اور اُس کا وہ لگاوٹ سے بڑھانا دل کا
عشق مین صبر کہان ضبط کہان تاب کہان — جان جانا نہین عمدہ ہے یہی جانا دل کا
نکلے تنہور ہو قدمون مین پڑا رہتے ہے وہ — دیکھو اچھا نہین ایجان اٹھانا دل کا
قیس کم ظرف تھا فرہاد تنک حوصلہ تھا — دل لگی ہم تو سمجھتے ہین لگانا دل کا
سینہ پہلی کیے دیتی ہین نگاہین انکی — ڈھونڈتے پھرتے ہین اپنا یہ ٹھکانا دل کا
یون نہ ہاتھ آئیگا یہ دل کبھی زور دھنا — سیکھ دزدیدہ نگاہی سے چرانا دل کا
متصل آہ کی پہلو سے صدا آتی ہے — اب وہی درد کا گھر تھا جو ٹھکانا دلکا
نگہ ناز سے کہتے ہین اُڑا دے اِسکو — سامنے آہی گیا اب تو نشانا دل کا
ہی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے — دل لگا کر تو سنین آپ فسانہ دل کا
حسرت درد کا اللہ رے فرقت مین ہجوم — کہ نہین اب کسی گوشے مین ٹھکانا دل کا
دل مرا لیکے دکھا دی مجھے مٹھی خالی — پھر کہا دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا
ہاے وہ دیکھ کے اُبھرا ہوا جوبن انکا — دونون ہاتھون سے مرا شب کو دبانا دل کا
مشرب عشق مین کیا ہی ہین یہ اُلٹی باتین — دلکے جانے کو یہ کیون کہتے ہین آنا دل کا
تیر پر تیر لگا کر وہ کہا کرتے ہین — کیون جی تم کھیل سمجھتے تھے لگانا دل کا
دل جو دین اُن سے تو ایمان یہ مرا ارادہ — اور وہ اقرار کہتے ہو یہ ہے مین بھی آنا دل کا
کسی پہلو پہ وہ آئین نگر آئین تو سہی — نہ سنین بات مری سن لین فسانہ دل کا
گرمیان کرنے کا ہی خوب سلیقہ اُن کو — سیکھو آنکھون کی شرارت سے جلانا دل کا
پھیر کر منہ مجھے تڑپاتے ہین اور کہتے ہین — رخ بدل کر ہم اڑاتے ہین نشانا دل کا
جتنے ارمان تھے جی بھر کے نکالے ایجان — وصل مین لوٹ لیا تم نے خزانا دل کا

نگہ ناز سے غمزے نے کہا تڑپا کر
یون اُڑا دیتے ہین اُستاد نشانا دل کا

۲۹ ۱۴

ہر نگہ وصل مین اُس شوخ کی کہتی ہے امیر
جو جسے حکم اُڑا دے وہ نشانا دل کا

کیا مین اے پردہ نشین قتل کا خواہان ہوتا
شرم آتی تجھے خنجر بھی جو عریان ہوتا

رونے والا کوئی ہوتا تو کچھ آنسو پیتے
ابر ہی آکے مری خاک پہ گریان ہوتا

داغ ہی سینے کو لیتا کوئی لیتا تو سہی
کوئی بے رحم ہے دل کا مرے خواہان ہوتا

درد ہی تھا دل بیمار کا غمخوار قدیم
اب یہ صورت ہے کہ وہ بھی نہین پرسان ہوتا

حلقۂ زلف مین وہ رخ جو جھلک دکھلاتا
جلوہ گر کفر کے آغوش مین ایمان ہوتا

لطف تھا وسعت درازی کا جب اے وحشت دل
بڑھ کے دامن سے ہم آغوش گریبان ہوتا

دیکھئے چاہ سے تم پیار سے ہم تو شب وصل
دل مین جو کچھ تھا سب آنکھون سے نمایان ہوتا

پیکے واعظ کے گلگون مرے دشمن پچتائین
ترے کہنے سے نہ پیتا تو پشیمان ہوتا

بوسہ کیا مجھ کو دیا ہے کہ خریدا ہے غلام
اس سے احسان نہ کرتے وہ تو احسان ہوتا

ہلکے زخمون نے مزہ کچھ نہ دیا خوب ہوا
مفت ان اوچھون کا شرمندۂ احسان ہوتا

ایسے ہنگامے بہت دیکھے ہین اُس کوچے مین
حشر کیا فتنہ ہے جس سے مین پریشان ہوتا

جب ہی حور نہین خلد مین تو داور حشر
جھونک ہی دیتا مجھے دوزخ مین تو احسان ہوتا

ایک ارمان نکلتا ہے تو سو آتے ہین
دل عجب گھر ہے کہ ہرگز نہین ویران ہوتا

پھوٹ پڑتی نہ اگر شیخ و برہمن مین یہان
تو کافر کوئی ہوتا نہ مسلمان ہوتا

کہہ اُٹھا اس لئے منصور انا الحق کہ وہ شوخ
خون ناحق سے پس قتل پشیمان ہوتا

۳۰ ۱۳

کیا مزا دیتی ہے رہ رہ کے کھٹک اسکی امیر
دل کے بدلے بھی مرے سینے مین پیکان ہوتا

ہمسے دل درد محبت کا دکھایا نہ گیا
زخم کھایا کئے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا

نبض کی چال سکھائی تپش دل نے مجھے
عمر چلتے ہوئے گذری کہیں آیا نہ گیا

کتنا نازک تھا دل زار کہ پژمردہ رہا
رنگ کا بوجھ بھی اس گل سے اٹھایا نہ گیا

کبھی کاجل کبھی آنکھوں میں لگایا سرمہ
رات تھا کون سا جادو کہ جگایا نہ گیا

یہ مرا دل ہے کہ ہر اس میں نہاں الفت زلف
دیکھو آئینے سے اک بال چھپایا نہ گیا

کبک طاؤس نے ہر گام پہ کھائی ٹھوکر
تیری رفتار کا انداز اڑایا نہ گیا

دختِ رز شوخ تھی ستونا ہی کی صحبت میں رہی
چار دن پردے میں ساقی سے بٹھایا نہ گیا

قیس کی خاک اڑا لے گئی ہوا آندھی تھی
پردۂ محمل لیلیٰ کو اٹھایا نہ گیا

جام مے فرقتِ جاناں میں پلانا کیسا
قدح زہر بھی ساقی سے پلایا نہ گیا

لاش بے گور و کفن وادیِ غربت میں رہی
مر کے بھی غیر کا احسان اٹھایا نہ گیا

بزم غم میں مجھے قسمت نے بنایا ہے چراغ
کس کا مہماں ہوا میں کہ جلایا نہ گیا

چرخِ ممسک نے مٹانے میں بہت کوشش کی
نام حاتم تھا مگر میں کہ مٹایا نہ گیا

۱۴

تیغ قاتل بھی ہے کیا چشمۂ بے فیض امیر
کوئی قطرہ کسی پیاسے کو پلایا نہ گیا

۲۱

درد الفت تہ وہاں سے بھی نکالا ہوتا
قید اگر عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا

کان میں بجلیوں سے حسن دوبالا ہوتا
اشہب ناز کو چمکا کے نکالا ہوتا

طور ہم سا اگر دیکھنے والا ہوتا
دیکھتے برقِ تجلی کو سنبھالا ہوتا

جب میں کہتا ہوں نہ جھگڑہ سر و گردن کا تھا
تیغ کہتی ہے مجھے بیچ میں ڈالا ہوتا

اور سامان جنوں میں ہمیں درکار نہیں
کوئی نشتر کوئی کانٹا کوئی چھالا ہوتا

ناتوانوں کو گرایا تو فلک کیا پایا
کسی گرتے ہوئے بیکس کو سنبھالا ہوتا

منہ سے ساغر جو ہٹا ہے نہیں بادہ کشی
ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا

مجھ سے آنکھیں جو نکالیں تو ہوا کیا حاصل
کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا

شوق ہوتا مرے قاتل کو جو گلبازی سے
مین نے سر کاٹ کے مقتل مین اچھالا ہوتا

ہاتھ سے یار کے بچتے تو ہوتا نہ گناہ
کورے بچ جاتے اچھوتا جو پیالا ہوتا

حسن بے پردہ سر طور یکبار آ کر
چھپتے جب ہم کہ کوئی دیکھنے والا ہوتا

دل بیتاب پہ بجلی کی طرح گرتی تھی
شرم نے وصل مین شوخی کو سنبھالا ہوتا

فکر ہے دوڑ مین مجھے کہان مین عدم کو بھاگا
لاکھ منہ ایک مین کس کس کا نوالا ہوتا

پھول ہنس ہنس کے مرے زخم جگر بنجاتے
کوئی خوش ہوکے اگر دیکھنے والا ہوتا

وادی گرم محبت مین ہین کانٹے پیاسے
کاش اک چھوٹی سی چھاگل لے چھالا ہوتا

ادب اللہ تو ہے آپ رگ گردن مین
ہاتھ ہی تو نے گلے مین مرے ڈالا ہوتا

رگ جان آپ ہی گر ڈوب کے اچھلی تو کیا
اُس کے ڈوبے ہوے نشتر کو اچھالا ہوتا

پیاس ہے حلق مین بسمل کے بڑی دیر مین کاٹنے
چھیڑتے خنجر قاتل مین جو چھالا ہوتا

کیا بلا جھوم کے گھنگھور گھٹا آئی ہے
ہاے اسوقت مرا گیسوؤن والا ہوتا

لذت داغ محبت سے جو ہوتا آگاہ
ہوتی ہر پھول کو حسرت کہ مین لالا ہوتا

۴۲

طلعت حسن کی نگاہون کا تو جب تھا کہ امیر
ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

۱۱

اٹھکے اس محفل سے گھبراہٹ کا احسان رہ گیا
زانوؤن سے جانان کے نیچے دبکے داماں رہ گیا

قافلہ منزل پہ پہنچا ہاے واماندگی
مین پریشان صورت گرد بیابان رہ گیا

یون تو رکھا سیکڑون نے تیرے مقتل مین قدم
رہ گیا جو کھیت اُسکے ہاتھ میدان رہ گیا

بوسے کی لذت مین بھولے شکوۂ دشنام یار
عیب بیغم پردۂ ہمت مین پنہان رہ گیا

جانتے ہین گل اسی کو ہم اسیران قفس
دل مین جو داغ تماشائے گلستان رہ گیا

قالب بے روح کی کیا خاک ہو عالم مین قدر
کرکے یوسف نے کیا خالی یہ زندان رہ گیا

دیدۂ بسمل پہ حیرانی نے پٹی باندھ دی
مرتے دم نظارۂ قاتل کا ارمان رہ گیا

پردہ پوشی تو بہت کی زخم دامن دار نے
خنجر قاتل مگر عریان کا عریان رہ گیا

پردہ الٹا رخ سے اسنے سبکو دکھلایا جمال
رہ گیا تو اک مری آنکھون سے پنہان رہ گیا

شکر کی جا ہے بڑی سینہ شگافی کی امید
جذب دل سے ٹوٹکر قاتل کا پیکان رہ گیا

وائے حسرت مار ڈالا مجھکو شوق قتل نے
ذبح کرنے کا مری قاتل کو ارمان رہ گیا

پردۂ وحشت ہوا فرط نقاہت سے نہ فاش
ہاتھ دامن سے جو پہنچا تا گریبان رہ گیا

سایہ بھی گیسو کے آیا مصحف رخ کا خیال
خیر گذری جا چکا تھا آج ایمان رہ گیا

دل جو میرا بہ گیا ہو کر لہو تو بہ گیا
شکر ہے اسکی جگہ پہلو مین پیکان رہ گیا

کوچ ہے درپیش سب کو ہو گدا یا بادشاہ
آ گیا اس گھر مین جو دو روز مہمان رہ گیا

آئے بیٹھے اٹھ گئے کتنے حسین لیکن امیر
شکل آئینہ مین اس محفل مین حیران رہ گیا

تصور مین زلفون کے رو یا گیا
مین بالون مین موتی پرو یا گیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھو یا گیا
مین رو رو کے دامن بھگو یا گیا

وہان دکھ کو دکھا کر وہ بت
مجھے دونون عالم سے کھو یا گیا

عجب قدرت حق کے اے بت ہین کھیل
کہ مٹی کے پتلے کو گو یا گیا

برا خواب غفلت کا ہے وقت کوچ
گئے میرے ساتھی مین سو یا گیا

ہوا جب سے وہ گل طرفدار غیر
میرے حق مین کانٹے ہی بو یا گیا

تصور مژہ کا ترے رات بھر
رگ جان مین نشتر چبھو یا گیا

تڑپنے کی بسمل کے دیکھی نہ سیر
لہو سے وہ تلوار دھو یا گیا

رہا خواب مین ان سے شب بھر وصال
مرے بخت جاگے مین سو یا گیا

خط سبز کے غم نے غوطے دیے
خضر میری کشتی ڈبو یا گیا

جوانی مین کبھی یان نہ آئی ہنسی
مین اپنے لڑکپن کو رو یا گیا

مزا وصل کی شب کا یون ٹوٹ گیا
کہ کچھ دن چڑھے تک وہ سویا کیا

۴۴ — ۲۱

پس مرگ بھی اُس کا ارمانہ نہ رہی
امیر آپ نے مفت کھویا کیا

ہر جام مین ہے جلوہ مستانہ کسی کا
میخانہ ہمارا ہے جلوہ خانہ کسی کا

جس آنکھ کو دیکھا ہے جلوہ خانہ کسی کا
جس دل پہ نظر کی وہ ہے کاشانہ کسی کا

جب دیکھتے ہین ابر سیاہ کہتے ہین ہم مست
جاتا ہے یہ اڑتا ہوا میخانہ کسی کا

بو زلف کی لائی جو صبا مین نے یہ جانا
دل لینے کو آیا ہے یہ بیعانہ کسی کا

بدلی ہے کہ میخانہ ہے بجلی ہے کہ ٹوٹے ہی
یہ رعد ہے یا نعرہ مستانہ کسی کا

لیچل مجھے اُس قاتل عالم کی گلی مین
کچھ کام کر اے ہمت مردانہ کسی کا

ساقی نہ دکھا پھر خدا کا ساغر نہانی
لبریز ہوا جاتا ہے پیمانہ کسی کا

یہ حسن کے بازار مین کیا لوٹ پڑی ہے
سودے مین بھرتا نہین بیعانہ کسی کا

اے طالع بیدار مین سوتا ہون خبردار
پہلو سے مرے ہو نہ جدا شانہ کسی کا

کیا تم سے کہون دلکی خرابی کا مین احوال
برباد ہوا اللہ نہ گھر ایسا کسی کا

ساقی ہے حیا موجہ مئے ہر نگہ شرم
وہ چھپی ہوئی آنکھ ہے پیمانہ کسی کا

فرہاد پہ کیا گزری جو مجھ پہ نہین گذری
مین اپنے سوا کیونکر کہون افسانہ کسی کا

کچھ اور بڑھا دیتی ہے اُس حسن کی مستی
یہ آئینہ چھوٹا سا ہے پیمانہ کسی کا

آوازہ پری صور کی آواز کو سمجھا
محشر مین ہیا ہو مست اور وہ دیوانہ کسی کا

نادان سمجھتے ہین کہ بڑ مار رہا ہے
کیا جانے کوئی کس سے ہین ہو دیوانہ کسی کا

مستون مین کسی کے دل بدمست کو ڈھونڈا
ہو گا انہین دیوانون مین دیوانہ کسی کا

سوتی ہے جگہ گنج کی ویرانہ ہمیشہ
جو دل ہے شکستہ وہ ہے کاشانہ کسی کا

نکلا ہے کسی شمع جہان سوز کی دھن مین
خورشید قیامت بھی ہے پروانہ کسی کا

کیونکر نہ سنیں شوق سے گل کان لگا کر — مرغانِ چمن کہتے ہیں افسانہ کسی کا

وہ حسن ہے اللہ کی قدرت کا تماشا — رنگسا ادھرتن سے ہے ہوا گا نہ کسی کا

٤٥ — ١٤

بیکار امیر اپنے دل و دیدہ نہیں ہیں
آئینہ کسی کا ہے یہ وہ شانہ کسی کا

حیا بولی اوکھڑا جو جوبن کسی کا — مٹا دوں گی میں چلبلاپن کسی کا

کہا میں نے حاضر ہے دل تو وہ بولے — کہ احسان لیں غیر دشمن کسی کا

خراماں ہوئے وہ تو بولی نزاکت — کہ مجھ سے نہ سنبھلے گا دامن کسی کا

مہ چار دہ ہو کہ خورشید محشر — کسی سے دبے گا نہ جوبن کسی کا

رقیبوں سے وہ خوش رقیب اپنے راضی — برا کہہ کے میں کیوں ہوں دشمن کسی کا

چمکتی نہیں ابر سے برق تاباں — لٹکتا ہے یہ دھجی سے دامن کسی کا

نہیں پہلوئے گل میں دل تنگ غنچہ — جوانی سے رکتا ہے جوبن کسی کا

ادھر بھی کرم اے نسیم بہاری — ترستا ہے پھولوں کو مدفن کسی کا

نظر جاتے ڈرتی ہے چین جبیں سے — یہ چلمن چھپائے ہے جوبن کسی کا

نہ کر خشک اے سوز غم خون میرا — مجھے اس سے رنگنا ہے دامن کسی کا

وہ کیا جانے ہوتی ہے کیسی جوانی — ابھی کھیلنا ہے لڑکپن کسی کا

کچھ اس دردسر عشق میں کوئی رویا — اٹھا چیخ اٹھا سن کے شیون کسی کا

جوانی کی آمد سے ہوتا ہے رخصت — وہ نازوں کا پالا لڑکپن کسی کا

٤٦ — ١٢

شباب آچکا اب کسے دیکھتا ہے
امیر اٹھگے ہر بار جوبن کسی کا

تاب گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا — خامشی کہتے ہیں جس کو ہے سخن تصویر کا

ساتھ جائیگا عدم تک پیرہن تصویر کا — پیرہن تصویر کا ہوگا کفن تصویر کا

رو سفیدی مجھے حاصل ہے سیہ کاری مین
مین بھی کیا خطِ عمل ہون کسی سودائی کا

شوق دیدار مین اٹھتی ہی جو ہر دست نگاہ
ناتوان ہین انہین شبہہ ہے توانائی کا

دل کفار اسی سے گئے اللہ نے خلق
ہیچ رہا کچھ جو اندھیرا شبِ تنہائی کا

اس رخ صاف کو دیکھون تو ٹھہر ادھر روشن
سرمہ ہو گرد نظر آنکھ کی بینائی کا

ٹال جاتے ہین مجھے دیکھکے وہ خلق کہان
رنگ ہے مفلس و منعم کی شناسائی کا

دستِ گستاخ سے گر دامن یوسف کو بچا
اے زلیخا ہے یہ کوچہ تری رسوائی کا

کوئی آتا نہین مجھ تک جو بجز یاد خدا
لامکان گوشہ ہے شاید مری تنہائی کا

تیغ مژگان کا غضب ہاتھ لگایا تم نے
کٹ گیا ہائے نگہ چشم تماشائی کا

عین سجدے مین میسر ہے نظارہ اسکا
چشم بینا ہے کہ داغ اپنی جبین سائی کا

صحبتِ مردم مجلس مین بہلتا نہین دل
لاکھ آنسو یہ بہین ہو یہ رنج ہر تنہائی کا

شوق سے تیغ لگاؤ مجھے لیکن ہے یہ ڈر
خندۂ زخم ڈھنڈھورا نہ ہو رسوائی کا

۴۸

پیامن اسکی جو کچھ دیگی تو ہے کوثر سے
ظرف خالی ہے امیر احمد مینائی کا

۱۵

داغ دیگا تجھے یہ شوق خود آرائی کا
دیکھ آئینہ ہے دشمن تری یکتائی کا

جسنے دیکھا ہے تجھے دیکھتے ہین سب اسکو
خلق ہے جمع تماشا ہے تماشائی کا

آئینہ دیکھکے آئے ہین مزے مین ایسے
خود وہ منہ چومتے ہین اپنے تماشائی کا

راستی قلزم الفت مین رہی ہمکو لپیٹ
جیب کیا قصد کیا شیر کی پیرائی کا

جو پھولون کے اٹھا جی نہ چرا اے بلبل
گھر مین صیاد کے ہر تحکمہ گیرائی کا

تو بھی نہ آئے تو نہ وہ آنکھ اٹھا کر دیکھے
اور ہی رنگ ہے اب تیرے تماشائی کا

بیچ اٹھا لوٹ گیا تو نے اٹھائی جو نقاب
آج بھی چھوٹ گیا تیرے تماشائی کا

اے اجل جلد خبر لے کہ ڈراتا ہے مجھے
دیو بن بن کے اندھیرا شب تنہائی کا

دل مرا سینہ میں کیا اتبود و عالم میں نہیں — جلد یا نکلے خیال اس بت ہرجائی کا

تجھ کو بھی جلوہ گہ ناز میں رہ کا نہ تھا — حوصلہ دیکھ لیا اپنے تماشائی کا

پھرتی ہے حسرت پابوس دو عالم میں تباہ — اک جگہ پاؤں ٹھہرتا نہیں ہرجائی کا

اپنے جلوے کو وہ خود دیکھ کے کہہ اٹھتے ہیں — واہ کیا آنکھ ہے کیا دل ہے تماشائی کا

دشت میں لالہ ہے گلزار میں گل بزم میں شمع — ہر جگہ رنگ نیا ہے مرے ہرجائی کا

دوڑ کر برق تجلی نے سنبھالا اس کو — لڑکھڑایا جو قدم تیرے تماشائی کا

۴۹ — سر شب وعدہ جو منت سے ہے چلمن میں امیر / یہ بھی شاید ہے قدم اس بت ہرجائی کا — ۱۰

موقوف بیخودی پہ ہے جلوہ حبیب کا — اپنی خودی پہ ہے مجھے دھوکا رقیب کا

صیاد کچھ تو پاس ہے لازم غریب کا — لٹکا دے شاخ گل سے قفس عندلیب کا

اللہ رے پاس عشق میں مجھ کو حبیب کا — آنسو ٹپک پڑے جو دکھا دل رقیب کا

ہوں وہ مریض غم کہ بدلتا ہے روز رنگ — ٹھہرا مزاج بھی نسخہ طبیب کا

عشاق کی خزاں سے ہے معشوق کی بہار — غازہ ہے روئے گل کو لہو عندلیب کا

کس نے دہن یہ غنچے کو یارب دکھا دیا — اتنا سا ہو گیا ہے جو منہ اس غریب کا

سمجھے جسے تجلی نور خدا کلیم — در پردہ تھا جمال خدا کے حبیب کا

ہر سرو پر نثار ہوں ہر گل پہ سینہ چاک — قمری کا دل ملا ہے جگر عندلیب کا

مارے خوشی کے جامے سے باہر ہے آئنہ — منہ دیکھ کر اٹھا تھا یہ کس خوش نصیب کا

۵۰ — تار ایک ہی ہے سبحہ و زنار کا امیر / اسلام و کفر میں بھی ہے رشتہ قریب کا — ۱۰

شبنم و گل کو جو ہنستے ترے روتے دیکھا — تو اسے چاک گریبان ادھر سے روتے دیکھا

کبھی موتی نہ ہوئے یار کے دانتوں سے سفید — آبرو مفت میں جھوٹوں کو ڈبوتے دیکھا

گھر مرا گورِ غریبان سے بھی بڑھ کر ہے خراب
گُل کو ہنستے نہ یہان شمع کو روتے دیکھا

بن پڑی کیسی کہ غفلت مین لیا بوسۂ رخ
جاگ اُٹھے بخت مرے اُسکو جو سوتے دیکھا

عیش مین سوختہ بختون کو ہے اندوہ نصیب
شمع کو محفلِ شادی مین بھی روتے دیکھا

دِل ترے عاشقِ حیران کا شگفتہ کیا ہو
کس نے گُل غنچۂ تصویر کو ہوتے دیکھا

ہون وہ عاشق کہ جلا دہم رقابت سے جگر
شمع کو اشک سے دامن جو بھگوتے دیکھا

فتنہ ہے سارے زمانے کا ترا دانۂ خال
سیکڑون محفلون مین بس اسے بوتے دیکھا

کیا بُرا عشق کا کوچہ ہے کہ اس مین سبکو
جان کو مال کو ایمان کو کھوتے دیکھا

۵۱

ہے مرض تم کو تو رونے کا ہمیشہ سے امیر
یون ہی رومال یہ رومال بھگوتے دیکھا

۱۲

تھا دھیان مین نقشہ جو تری جلوہ گری کا
منہ پھیر لیا دیکھ کے رُخ ہمنے پری کا

آخر ہون مین عالم ہے چراغِ سحری کا
لو جلد خبر وقت نہین بے خبری کا

ہر صبح کو یہ شور ہے مرغِ سحری کا
چونکو کہ زمانہ نہ رہا بے خبری کا

وقفہ نہین اب بزم سے ہوتا ہے یہ رخصت
منہ دیکھ رہا ہون مین چراغِ سحری کا

دیتا ہے خبر یہ خبر احباب کا اُٹھنا
پر وہ نہین اُٹھتا ہے مگر بیخبری کا

مستی مین کہین دیکھ لی اُس ماہ کی رفتار
بہکا ہوا پڑتا ہے قدم کبکِ دری کا

اللہ کی قدرت کا تماشا وہ صنم ہے
چہرہ ہے اگر حور کا جوبن ہے پری کا

میخانے مین دوَد ہے گلزار نہین ہے
اندر کے اکھاڑے مین ہے یہ رقص پری کا

یاد آتا ہے گلزار مین اُس گُل کا وہ سونا
آتا وہ دبے پاؤن نسیمِ سحری کا

ڈر ہے یہ خبر اُڑ کے نہ صیاد کو پہنچے
اچھا نہین چہچہا مری بے بال و پری کا

کچھ روز ابھی صبر کر اے پنجۂ وحشت
بے موسمِ گل لطف نہین جامہ دری کا

احباب دمِ نزع مجھے دیکھ رہے ہین
منہ تکتے ہین پروانے چراغِ سحری کا

۵۲ — ۱۴

گھبرا کے چلے آئے مرے گھر وہ امیر آج
احسان ہوا مجھ پہ مری بے خبری کا

عمر برق و شرار ہے دنیا
کتنی بے اعتبار ہے دنیا

داغ سے کوئی دل نہین خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا

ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع
عرصۂ کارزار ہے دنیا

نشۂ عیش یان نصیب کسے
کہ سراپا خمار ہے دنیا

یارباشی کا شوق ہے اس کو
یار لوگون کی یار ہے دنیا

اہل رغبت سے کرتی ہے نفرت
بڑی پرہیزگار ہے دنیا

آنے جانے پہ سانس کے ہے مدار
سخت ناپائدار ہے دنیا

اپنے مستون سے جاگتی ہے مدام
کس قدر ہوشیار ہے دنیا

ایک جھونکے مین ہے ادھر سے ادھر
چارون کی بہار ہے دنیا

کوئی کافر کوئی مسلمان ہے
مجمع نور و نار ہے دنیا

۵۳ — ۱۵

بدتر اسکو سمجھ خزان سے امیر
دیکھنے کو بہار ہے دنیا

جی ہی لے گا غم جانان میرا
مجھ کو کھا جائیگا مہمان میرا

ملک الموت جسے کہتے ہین
زندگی بھر ہے نگہبان میرا

تجھ سے دامن ہے ترا چین بہ جبین
تنگ ہے مجھ سے گریبان میرا

شرم کی بات ہے اے دزدِ کفن
گور دیکھے تنِ عریان میرا

چھیڑتا ہے یہ کبھی پریزادون کی
نام رکھا ہے سلیمان میرا

ہون وہ غم دوست جلون مین جو آگ
بھن گئے دانہ جو ہو خندان میرا

رنگ لائی ہے یہ خونباریِ چشم
دامنِ گل ہے گریبان میرا

۵۴

دفترِ دہر پریشان ہو ابھی ❊ دل جو ہو جائے پریشان میرا
بیت ابرو کے لکھے ہین مضمون ❊ دفترِ حسن ہے دیوان میرا
چار آنسو جو ندامت سے بہے ❊ دھو گیا نامۂ عصیان میرا
پھر کہان مین غمِ محبوب کہان ❊ اور دو دن ہے یہ مہمان میرا
صفحہ سے ہون صفتِ تارِ نظر ❊ کیا کرے گی صفِ مژگان میرا
رحم کر رحم کر اے دستِ جنون ❊ پاؤن پڑتا ہے گریبان میرا
کیون اٹھا درد مرے پہلو سے ❊ کیوں خفا تجھ سے ہے مہمان میرا
کیا دورنگی ہے زمانے کی امیر ❊ مین حزین زخم ہے خندان میرا

۲۱

میرے دل مین اگر آپ آئے گا ❊ دود کی طرح چمک جائیے گا
میری تربت پہ اگر آئیے گا ❊ عمرِ رفتہ کو بھی بلوائیے گا
سب کی نظرون پہ نہ چڑھئے اتنا ❊ دیکھئے دل سے اُتر جائیے گا
آپکے در سے مین اُٹھنے کا نہین ❊ کیا جنازہ ہے جو اُٹھوائیے گا
دیر کو چلیئے ابھی حضرتِ دل ❊ کبھی کعبے کو بھی ہو آئیے گا
مین تو ہون حضرتِ ناصح مدہوش ❊ کون سمجھے گا جو سمجھائیے گا
زندگی مین تو نہ آئے اک دن ❊ آپ مرقد پہ ضرور آئیے گا
شیخ تاکین تو کہے دخترِ رز نہ ❊ کیا مین شربت ہون جو پی جائیے گا
اس قدر کیون ہے دلِ زار سے ناز ❊ بوجھ بیمار سے اُٹھوائیے گا
حکم ہے شمع بجھا دو شبِ وصل ❊ کیا اندھیرے مین نہ گھبرائیے گا
آئیے نزع مین بالین پہ مری ❊ کوئی دم بیٹھ کے اُٹھ جائیے گا
وصل مین بوسۂ لب دیکے کہا ❊ منہ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا

زرق برق آپ کی بو جو نہین — درد دل کو مرے چمکایئے گا

ہاتھ مین نے جو بڑھایا تو کہا — بس بہت پاؤن نہ پھیلایئے گا

زہر کھانے کو کہا تو بولے — ہم بھلا لین گے جو مر جایئے گا

حسرتین نزع مین بولین مجھ سے — چھوڑ کر ہم کو کہان جایئے گا

رنگ گل ہو کے چمن مین رہیے — بوئے گل ہو کے نہ اڑ جایئے گا

دل مرا لے تو چکے ہین سرکار — کہین ناز اس سے نہ اٹھوایئے گا

آپ سنیے تو کہانی دل کی — نیند آ جائے گی سو جایئے گا

آنکھ مین پھیل نہ جائے کاجل — دیکھیے بن کے بگڑ جایئے گا

۵۵ — جس طرح عمر گذرتی ہے امیر — ۲۰
آپ بھی یون ہی گذر جایئے گا

ہو چکا وعدہ کہ کل آیئے گا — دیکھیے اب نہ بدل جایئے گا

آئنہ دیکھ کے پچھتایئے گا — دیکھیے دیکھیے شرمایئے گا

زنگ لے حضرتِ دل لایئے گا — کسی مہندی مین جو پس جایئے گا

وعدہ آنے کا جو فرمایئے گا — جیسے آج آئے تھے کل آیئے گا

دل کو قابو مین اگر لایئے گا — شوخ ہے خوب اسے تڑپایئے گا

اپنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے — بیٹھیے جایئے گا جایئے گا

داغ پر داغ وہ دے کر بولے — دل کو ان پھولون سے بہلایئے گا

داورِ حشر سے مین ڈرتا ہون — وہ زبردست ہے چھن جایئے گا

کہتے ہین کہہ تو دیا آئین گے — اب یہ کیا ضد ہے کہ کب آیئے گا

ڈبڈبائے مرے آنسو تو کہا — رو دیئے گا تو ہنسے جایئے گا

ہائے کیا دیکھ کے دل دے کوئی — آنکھ کی طرح بدل جایئے گا

لاکھ پردون مین وہ ہائے حضرتِ دل
کہین دھوکا نہ کوئی کھائیے گا

ہے شبِ وصل حیا شام سے کیون
جان من صبح کو شرمائیے گا

گھر سے چلیے مرے تابوت کے ساتھ
کہین گھبرا کے نکل جائیے گا

بولے وہ آئینہ دکھلانے پر
کیا تجھی سے مجھے لڑوائیے گا

بیخودی کہتی ہے غش مین مجھ سے
آپ مین اب نہ کبھی آئیے گا

رات اپنی ہے ٹھیریے تو ذرا
آئیے بیٹھیے گھر جائیے گا

کہتے ہین ہجر کا رونا کیا ہے
مین نہ آونگا تو آپ آئیے گا

گرمیان دیکھیے کہتی ہے وہ تیغ
ٹھنڈے ہو لیجیے پھر جلیے گا

گرمیِ شوق یہی ہے تو امیر
آپ اسی آگ مین جل جائیے گا

کہا مزہ لے ہوا جب مقابلہ دل کا
کہ اس نے نیشتر اور ایک آبلہ دل کا

اٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا
ذرا سی بات مین ہوتا ہے فیصلہ دل کا

دم آکے آنکھون مین اٹکے تو کچھ نہین کھٹکا
اٹک نہ جائے الٰہی معاملہ دل کا

مری بغل مین وہ بیٹھا تو غیر کو لیکر
دبا کے توڑ دیا اس نے آبلہ دل کا

کڑی نگاہ کی او سنگدل اٹھیگی نہ چوٹ
کہ شیشے سے کہین نازک ہے آبلہ دل کا

تمھارے غمزدون نے کھوئے ہین ہوش و صبر و قرار
نہین لٹیرون نے لوٹا ہے قافلہ دل کا

خدا ہی ہے جو کڑی چتونون سے جان بچے
ہے آج دلشکنون سے مقابلہ دل کا

تم اپنی اٹھتی جوانی کی شوخیان دیکھو
ابھر ابھر کے بڑھاتی ہے ولولہ دل کا

لپٹ گئے مرے سینے سے اٹھکے وصل کی شب
انھین بھی آج مزہ دیگیا مزہ دل کا

بدل کے یار نے چتون مٹا دیے جھگڑے
نہ مین رہا نہ رہا دل نہ وہ گلہ دل کا

ہوئی رسائی تو ظالم نے کھولدی چوٹی
کہان پہنچکے ہوا قطع سلسلہ دل کا

تڑپ ہے اسکو جو ناوک کی ہیکانکی
وہ شغلہ ہے جگر کا یہ شغلہ دل کا

پڑی نگاہ جو دل پر تو مسکرا کے کہا
کہ تیر بھر کا ہے دلبر سے فاصلہ دل کا

جرس پکار رہا ہے کہ خیر ہو یا رب
چلا ہے راہِ محبت مین قافلہ دل کا

مین کاروان مین لڑاونگا تم کو یہ سمجھے
جرس سے نالون مین ہوگا مقابلہ دل کا

وہ دن کہان ہین جو رہتا تھا دلسے اُنکو ربا
اب اُس سے جاکے مین کرنے لگا گلہ دل کا

لگاکے یار کی تصویر اپنے سینے سے
نکال لیتے ہین فرقت مین حوصلہ دل کا

عجب بہار جنون خیز ہے کہ غنچے بھی
چٹک چٹک کے دکھاتے ہین ولولہ دل کا

نہ سیرِ عرش ہے مشکل نہ قطعِ راہِ حرم
خدا کرے کہین طے ہو یہ مرحلہ دل کا

تجلیان دلِ سوزان کی عشق مین دیکھو
بنا ہے عرش کی قندیل آبلہ دل کا

یہ جھک کے کہتی ہین کانون مین بجلیان اُنکی
تڑپ مین ہوگا نہ ہم سے مقابلہ دل کا

۵۷

امیر بھول بھلیان ہے کوچۂ گیسو
تباہ کیون نہ پھرے اس مین قافلہ دل کا

۱۲

پرتو نہین کب اسمین کسی خوش جمال کا
بزمِ پری ہے آئنہ اپنے خیال کا

ہر ذرہ آفتاب سے کرتا ہے ہمسری
اللہ رے داغ دل ترے پائمال کا

سمجھے ہین جسکو اہلِ زمین چرخ آبگو
اک شیشہ ہے مرے عرقِ انفعال کا

روشن دلون کا عیب بھی بے شبہ ہے ہنر
کیونکر نہ بڑھ کے بدر ہو ناخن ہلال کا

اے چشمِ یار بھاگ نہ مجھ تیرہ بخت سے
ہمراہ ہے غزال کے سایہ غزال کا

تیرِ نگہ جب اُس کا چلا ہے سوے فلک
چلہ اُڑا دیا ہے کمانِ ہلال کا

کس زلفِ مشکفام کا عکس اسمین پڑ گیا
عالم ہے آرسی مین جو نافِ غزال کا

اُڑ ہل کے ایسی دامنِ گیسو نے دی ہوا
شعلہ بھڑک گیا ترے حسن و جمال کا

کیا کام آئیگی تری گردش پھرائی فلک
فرقت کی شب سے روز بدل دے وصال کا

مجھ تک کب آسکیگی سپاہِ سزائے جرم
دریا ہے بیچ مین عرقِ انفعال کا

احمدؐ جو تھے رحیم نہ تھا سایہ اسلیے
دل پس نہ جائے زیرِ قدم پائمال کا

۵۸

شوق جوابِ خط ہے دمِ نزع بھی امیر
ہون منتظر مین قاصدِ فرخندہ فال کا

۱۲

گور مین ہم تلے جو لاشے کو اُتارا ہوتا
اے بتو خاتمہ بالخیر ہمارا ہوتا

رُخِ جانان کا میسر جو نظارا ہوتا
مہرِ تابان مری قسمت کا ستارا ہوتا

دیکھتے چہرے کو اپنے اگر آئینے مین
حال جو کچھ ہے ہمارا وہ تمھارا ہوتا

دل کو اُس زلف کا لازم تھا تصور اتنا
کہ دھوان آہ کا بھی عنبر سارا ہوتا

ہم وہ میکش ہین کہ ہے اپنی نگاہون مین اثر
سر کے بل دوڑتے شیشے جو اشارا ہوتا

وعدۂ قتل مین منظور تھا ایسا جو خلاف
ہاتھ پر ہاتھ نہ جلاد نے مارا ہوتا

چاہی فرعون نے موسیٰ سے مدد چوک گیا
غرق ہوتا نہ اگر تم کو پکارا ہوتا

کیا نگہ بھی نہین اٹھ سکتی تھی خنجر کیطرح
تاک کر تم نے کوئی تیر ہی مارا ہوتا

نزع کے وقت چھپائی تھین نہ تم کو پلکین
ڈوبتے وقت تو تنکے کا سہارا ہوتا

خط امیر اپنے کبوتر جو پہنچتا اُس تک
نسرِ طائر مرے طالع کا ستارا ہوتا

غیر کے ساتھ پلائے ہو تو نہ پیتا مین شراب
تنگ کیونکر یہ مرے دل کو گوارا ہوتا

۵۹

برخلاف ایسی ہوا باغِ جہان کی ہے امیر
پھول کو ہاتھ لگاتا تو شرارا ہوتا

۵

میری طرح نہ اک دن ابرِ بہار رویا
وہ ایک بار رویا مین لاکھ بار رویا

مجنون سے مین نے پوچھا کل حال بیخودی کا
کچھ کہہ سکا نہ منہ سے بزار زار رویا

کیا بیکسی کا عالم میرے مزار پر ہے
جو آگیا وہ بنکر شمعِ مزار رویا

آواز دے رہے ہین مقتل مین زخمِ بسمل
خندان ہوا جو پہلے انجام کار رویا

۶۰ ۱۶

پوچھی امیر سے کل مین نے جو دل کی حالت
سینے پہ ہاتھ رکھ کر بے اختیار رو دیا

یہ گرم اپنا داغ جگر ہو گیا
پسینے مین خورشید تر ہو گیا

سفر میرے حق مین خضر ہو گیا
جہان تھک کے بیٹھا وہین گھر ہو گیا

غضب اشکباری سے عقدے پڑے
کہ کوتاہ تار نظر ہو گیا

دکھائی کمر عشق نے شان حسن
تن زار موے کمر ہو گیا

غضب ہین تری چٹکیان ای فلک
کلیجہ گل نیلوفر ہو گیا

دیا قدر وہ آبرو اشک کو
جو پانی کا قطرہ گہر ہو گیا

گیا اُڑ کے اُس شوخ کے ہاتھ تک
مرا نامہ خود نامہ بر ہو گیا

ملے ہین شرر کے مجھے بال و پر
اڑا اور بے بال و پر ہو گیا

کہان ہم کہان وہ تماشاۓ حسن
فقیر اپنا یان بھی گذر ہو گیا

۶۱ ۱۷

وہان پہ ترے پر نہ سے ہوا خط امیر
یہان خاک سپر اجگر ہو گیا

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا
بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

میرے سیاہ خانے مین شب کو وہ حور تھا
پتلی کی طرح پردۂ ظلمت مین نور تھا

اے برق حسن یار یہ اچھا ظہور تھا
دیدار کو کلیم تھے جلنے کو طور تھا

واعظ دبی زبان سے کرتا تھا ذکر حور
اتنا لحاظ دختر رز کا ضرور تھا

باندھا تمام خلق کو اللہ نے وہی
جو کچھ بچا ہے اثر تری خلقت سے دور تھا

اے شور حشر قہر کیا کیون جگا دیا
گوشہ مزار کا مجھے آغوش حور تھا

ہم کیا کہ میکدے مین ترے جام چشم سے
جو شیشہ تھا وہ نشۂ مستی سے چور تھا

آیا بڑا مزہ مجھے مجلس مین وعظ کی
واعظ تھا مست ذکر شراب طہور تھا

آجائے بس مین وہ تو آنکھون مین شب بہار
وہ شوخیان کہان گئین جن پہ غرور تھا

غمزہ و ناز اور ہر تو اور عنبر تھا عنبرین نا
جیتے تھے ہم قریب وہ اتنا ہی دور تھا

غیر سے محل تو قابل دوزخ بھی تھے مگر
کرتا جو وہ نہ رحم تو رحمت سے دور تھا

لپٹائین بوسہ لیجئے تو بولے کہ دیکھئے
یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصور تھا

کس کس کو رہ گیا شب فرقت کہ مین تو ایک
اور جان بیقرار تھی دل ناصبور تھا

تھا انکی شوخیون سے مقابل جگر بھی کچھ
پورا اگرچہ اب دل ناصبور تھا

بیچی رقیب سے نہ ہوئی آنکھ ہم کبھی
جھکتا ہی نہ کیا نظر مین تمہارا غرور تھا

فرقت مین کیون نہ تھا کبھی کروٹ مجھے قرار
کیا دونون پہلوؤن مین دل ناصبور تھا

٦٢ — کیا بات اسیر جوش نشاط شباب کی
غم آتے آتے دل مین ہمارے سرور تھا — ١٧

استاد ہیل جبل مین اسکا ظہور تھا
پریون مین تھا پری وہ حورون مین حور تھا

جبتک کہ چشم شوق مین وحدت کا نور تھا
جس بام پر نگاہ پڑی کوہ طور تھا

ہم سے گناہگار جو محروم رہ گئے
ساقی مگر یہ جام شراب طہور تھا

صورت تیری دکھا کے کہونگا یہ روز حشر
آنکھون کا کچھ گناہ نہ دل کا قصور تھا

قاتل نہ چھوڑنا تھا غریبون کو نیم جان
ایک آدھ ہاتھ اور لگانا ضرور تھا

وہ لطف انتظار وہ سامان وصل ہاے
دلکو غم فراق مین بھی کیا سرور تھا

مہمان ایک آن کی تھی آن حسن کی
اتنی سی بات پر تمہین اتنا غرور تھا

پیتے تھے ہم ادب سے وضو کرکے جن دنون
ہر ایک جام جام شراب طہور تھا

اس شان سے وہ آئے کہ ہم کر سکے نہ بات
آنکھین تھین مست ناز نظر مین غرور تھا

دشمن مری برائی کرین اور تم سنو
ان سے نہ تھا بعید مگر تم سے دور تھا

تڑپا جو وقت ذبح تو میری تھی یہ خطا
خنجر کیا نہ تیز یہ کس کا قصور تھا

آغاز عشق ہی سے سب آثار تھے بُرے
پہلے ہی تھے صبر دل ناصبور تھا

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کروں میں کیا
یہ شیشہ چوٹ کھانے سے پہلے ہی چور تھا

اُس حور نے نقاب اُٹھا کر دکھا دیا
ستر ہزار پردوں میں پنہاں جو نور تھا

وہ شوخ آنکھ شوخ نگہ شوخ تھی مگر
سب کا جواب ایک دل ناصبور تھا

ہمزاد کا بھی نہ تو گماں دشت عشق میں
سایہ بھی میرا مجھ سے بہت دور دور تھا

٦٢

اک نیمجان کا کام نہ پورا ہوا امیر
قاتل کو تیغ ناز پہ ناحق غرور تھا

١٧

پہلو میں میرے بیٹھ کے بھی مجھ سے دور تھا
جنت تھا جسم روح میں انداز حور تھا
اُس حور نے جو ہاتھ سے اپنے پلا دیا
جتنی بھی عاجزی وہ مجھی کو عطا ہوئی
دو حق تمام وعظ کی مجلس میں بچ گئی
سمجھے تھے جس کو مردمک چشم یار ہم
شاہوں سے پوچھتی ہے تہ خاک عاجزی
وحدت میں قرب و بعد کی گنجائشیں کہاں
صبح شب وصال وہ بولے کہ واہ واہ
جب تک ملا دو آنکھیں تڑپ کر یہ حظ پایا
اُسکی کرشمی نظر کی آشنائی گئی نہ چوٹ
کیا کہئے تھا وصال میں کس کس کا انتظار
کٹتے خال رخ پہ مرتے تھا تہ گیسوئے سیاہ
پہلو میں وہ جو آئے تو کیسا غضب گیا

تصویر کی طرح وہ سراپا غرور تھا
سمجھے نہ ہم یہ فہم کا اپنے قصور تھا
پانی میں ہی سرور شراب طہور تھا
بخشا خدا نے آپ کو جتنا غرور تھا
چپکی شراب ذکر شراب طہور تھا
دست پری کا نہیں دامن گیسوئے حور تھا
کیسی یہ تمکنت تھی یہ کیسا غرور تھا
کیونکر کہوں قریب کہ وہ مجھ سے دور تھا
کیا سیتے چھوٹے اُٹھ کے کہ میرا قصور تھا
کیا ظاہر نہ ہائے دل ناصبور تھا
لگتے ہی ٹھیس شیشۂ دل چور چور تھا
لگ ہر رگ میں تھا میری رنگ دل ناصبور تھا
ظلمت وہ نور میں تھی یہ ظلمت میں نور تھا
بگڑا ہوا ابھی سے دل ناصبور تھا

آئی جو شام وعدہ تو مضطرب ہوئی | مضطرب کے وقت دیکھئے کیسا غرور تھا
بجلی چمک گئی تو یہ عشاق سے کہا | تم میں سے یہ کسی کا دل ناصبور تھا

۶۴ سو شعر ایک جلسے میں کہتے تھے ہم امیر
جبتک نہ شعر کہنے میں ہم کو شعور تھا ۱۳

خیر تو زندہ ہے پھر غم ہے مرے جان کس کا | سوگ رکھے ہوئے ہے زلف پریشان کس کا
عمر گذری مجھے اس بزم میں لیکن نہ کھلا | میزبان کون ہے میرا میں ہوں مہمان کس کا
وصل میں بھی جو نکلتا نہیں دل سے باہر | منہ چھپائے ہوئے بیٹھا ہے یہ ارمان کس کا
دیکھکر مجھکو وہ انداز ادا سے بولے | کہ اسے کس نے بلایا یہ ہے مہمان کس کا
منہ ترا چومتی ہے روز شکایت کس کی | ذکر رہتا ہے بدی سے یہ مرے جان کس کا
میں بھی [illegible] ہوں تم بھی ہو آشفتہ [illegible] | دیکھ پھر حال زیادہ ہے پریشان کس کا
رو رہا ہوں میں کہ کس پردہ نشیں کے غم میں | ڈھونڈھ کر پھینک نکلے ہیں آنسو مرے دامان کس کا
ان تو ہے دل میں کھٹک اور وہ فرماتے ہیں | سچ کہو تم یہ ترا الٹے ہو پیکان کس کا
خون میں بھر کے جو نکلا مرے دل سے تو کہا | لپٹ آیا یہ مرے تیر سے ارمان کس کا
جب کہا روز نمک زخم پہ چھڑکے کوئی | بولے وہ مفت کا ہے ایسا نمکدان کس کا
بوسہ جو رٹے کو دیا میں نے تو ہنسکر بولے | آ گیا کفر کی مٹھی میں یہ ایمان کس کا
لٹ گیا دل میں جو میں تو یہ غمزے سے کہا | ہٹ میرے پاس سے اب تو ہے نگہبان کس کا

سوچ تو کس کے نکلنے کی یہ حسرت ہے امیر
بہر رخصت یہ ترے دل میں ہے ارمان کس کا

پر وہ اس چہرے سے جدا نہ ہوا | ہائے وہ غم بھی مرے ہوا نہ ہوا
جب ترا وعدہ وفا نہ ہوا | ہو گیا ایک سب ہوا نہ ہوا
کام چارہ سبب مداوا نہ ہوا | دل پیا تو گر آشنا نہ ہوا

ہائے بیدرد کیا مزہ ہوتا
تیرے پہلو مین دل مرا نہوا

یار ثابت قدم تھا شوق وصال
کہ شب ہجر بھی جدا نہوا

دہوم تھی اُن کی لن ترانی کی
کیا کہین ہم سے سامنا نہوا

ہائے رے شرم اُس پہ پردہ کی
آئنہ صورت آشنا نہوا

خامشی مین بھی کیا حلاوت ہے
گو کبھی لب سے لب جدا نہوا

تیس دن سے پلائی ساقی نے
ایک روزہ مرا قضا نہ ہوا

فتنے کہتے ہین اُن نگاہون سے
چشم بد دور تم سے کیا نہ ہوا

کیون نہ منصور دار پر کھنچتا
رازداری کا حق ادا نہ ہوا

داغ دلسوز تو ہوا اے درد
تو کسی درد کی دوا نہ ہوا

آئنہ دل کا بے مثال رہا
کسی صورت سے آشنا نہوا

شکر کر اس نمک فشانی کا
منہ تو زخمون کا بے مزا نہوا

کھیت لاکھون رہے مگر قاتل
سبزہ شمشیر کا ہرا نہ ہوا

پتلیان بھی بدل گئین دم نزع
وقت یہ کوئی آشنا نہ ہوا

شرم عصیان سے جو بہا آنسو
اُسکی رحمت کو اک بہانہ ہوا

مجھکو درد آشنا کیا لیکن
درد خود درد آشنا نہ ہوا

اسنے سو سو طرح گلا گھونٹا
خوف سے دم مرا خفا نہ ہو

دل ہوا خون یہ رہا ہے وہی
رنگ اُس پھول سے جدا نہ ہوا

بیوفائی کو تیری لگتا داغ
وعدہ اچھا ہوا وفا نہ ہوا

کہتے ہین اب تو رٹ ہے شکوون کی
چپڑہ ہمارہی ہو جی لی گلا شد ہوا

کوئی دم رکھدے ہاتھ سے محو دبین
آرسی ٹھہری آئنہ نہ ہوا

کنگھی کیسی جو پھول کنگھی کا
چھو لیا اُس نے درد شانہ ہوا

۶۶ — ۱۷

صورتِ لالہ اس چمن مین امیر
داغ دل سے مرے جدا نہوا

اے فلک یہ رت یہ متوالی گھٹا
اسپہ تو راتین ہجر کی کالی گھٹا

لائی ساقی کو بھی متوالی گھٹا
کچھہ مزہ دیتی نہین خالی گھٹا

ہم کبھی جوڑا کہولدو وہ آ گئی
بال کھولے گیسوؤن والی گھٹا

گل نہین پھولے چمن مین لائی ہو
میکشون کی نذر کو ڈالی گھٹا

پھونک دینگی اُسکی ٹھنڈی گرمیان
جیت لیگی برق سے پالی گھٹا

پانی کی لالی پہ ہے بجلی نثار
مستی پر قربان ہے کالی گھٹا

جان پر توبہ کی ٹوٹین بجلیان
خوب برسی بجلیون والی گھٹا

حلقۂ گیسو نہین پھرتی ہے گرد
دیکھکر اس کان کی بالی گھٹا

پھول چل کر باغ مین مستو پیو
آئی ہے لینے کو متوالی گھٹا

رنگ پھیکا آئے بجلی کا نظر
دیکھ لے اُس لب کی گر لالی گھٹا

ہے سیہ مستون سے ایسا میل جول
رعد اُنہین گھرکے تو دے کالی گھٹا

کچھہ تو ہو اے چرخ برسے یا کھلے
کیسی ہو امسال جنجالی گھٹا

کیا گلے ملتی ہے متوالون سے آج
کھول کر آغوش متوالی گھٹا

ہجر ساقی مین برستی یہ نہین
کرتی ہے رو رو کے دل خالی گھٹا

ساقیا اے جہان کر اس مین پلا
چھانے کو لائی ہے جالی گھٹا

گورے گورے گال تیری بجلیان
کالی کالی کاکلین کالی گھٹا

۶۰ — ۱۱

ڈستے ہین سانپ سینے پر امیر
دیکھکر فرقت کی شب کالی گھٹا

دیکھے ان کانون کی گہرالی گھٹا
اپنی کجلی پہنکے کالی گھٹا

بنت رز کو لاتی ہے مستوں کے پاس
کرتی ہے دربردہ دلالی گھٹا

رات دن لٹتے ہیں موتی ہر طرف
کیا تری سرکار ہے عالی گھٹا

ایسی ہے سرکار ساقی کی بابند
رند ہے گھڑیال جھڑ بالی گھٹا

مست تجھ کو دیکھ کر بیٹھے ہیں مئے
ہے بڑی تیری خوش اقبالی گھٹا

جان کو مستوں کی تھی توبہ عذاب
یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا

دل یہ غم چھایا ہے بدلی کی طرح
لے مرے مولا رے والی گھٹا

آگئیں پھر داغلوں کی شامتیں
آج پھر آئی وہ کل والی گھٹا

ساقیا کرتی ہے مستوں کو نہال
تیری پہلو داری کی ہریالی گھٹا

تاک میں تیری ہوا میخوار مست
کس سے ہوگی تری یہ کھو بلی گھٹا

آپ اپنے دشت پہ آئے امیر
خوب میخانے پہ جب چھائی گھٹا

تکا کرتی ہے چاند سامنہ کسی کا
ستارہ ہے چمکا ہوا آرسی کا

ہنسی آنے میں کیوں لجاتی ہیں آنکھیں
تبسم پہ منہ چومتا ہے کسی کا

لڑاتی ہو آنکھ آرسی سے ڈرتی نہیں ہے
ذرا دیدہ دیکھے کوئی آرسی کا

یہ کیا ہے کہ جب مانگے ان سے بوسہ
تو منہ دیکھنے لگتے ہیں آرسی کا

وہ بالے کو لٹکا ہی شاید وہ بائے
بہت شوخ ہے رنگ انکی ہنسی کا

چڑھاتی ہے منہ جب وہ ملتے ہیں مستی
میں پاؤں تو منہ توڑ دوں آرسی کا

دم رقص ہاتھوں کو اتنا نہ بیدہ
کہیں بار دل ہو بہا نہ جائے کسی کا

ہنسا عکس ملنے پہ اُنکے تو بولے
کہ میرے تیرے واسطے کیا ہنسی کا

نہ غیروں کی حسرت بر آئی نہ میری
کبھی کام تم سے نہ نکلا کسی کا

جھلک اُنکے ہونٹوں پہ دکھلا کے دیدی کا
لجاتا ذرا کوئی دیکھے منہ مسی کا

قضا نے کچھ اس ناز سے جان مانگی
کہ یاد آگیا مجھ کو غمزہ کسی کا

کبھی اس کے لب پر کبھی اُس کے لب پر
ٹھہرتا نہیں پاؤں چنچل ہنسی کا

کیا دل نے یہ کہکے سینہ کو خالی
کہ ارمان اب اس میں رہیگا کسی کا

یہ ادّھا ہیں اے زخم اچھا نہیں ہے
کہ رونا ہے انجام ایسی ہنسی کا

مجھے موت آئی تو حسرت پکاری
کہ دنیا سے وارث اُٹھا بیکسی کا

یہی ہے نزاکت جو اُنکی تو ایدل
کبھی وقت آجائیگا بے بسی کا

یہ گورِ غریباں میں کہتی ہے حسرت
کہ اصلی وطن ہے یہی بیکسی کا

کوئی انکو چھیڑے رہے بدگمانی
وہ کہتے ہیں یہ کام تو ہے اُسی کا

مرے ساتھ تربت میں حسرت تو آئی
ہوا حال کیا جانے کیا بیکسی کا

نہالِ محبت ہرا رنگ لایا
وہ پھولوں میں آئے یہ پھل ہے اُنہی کا

کوئی بوسہ مانگے کوئی وصل چاہے
وہ کہتے ہیں لو ہو گیا میں اُسی کا

نہ پلٹا کبوتر نہ قاصد ہی آیا
وہاں جو گیا ہو رہا وہ اُسی کا

٦٩ — ٢٥

امیر اک مرقع ہے یہ دارِ فانی
غم و کلفت و حسرت و بیکسی کا

مرے بعد دنیا میں کیا ہے موقع ہنسی کا
نہ اتنا بھی بیدرد ہو دل کسی کا

اُٹھانے کو رکھا ہے لاشہ کسی کا
یہ کیا وقت ہے آئینہ آرسی کا

نہیں وصل دہر اک مرقع کھنچا ہے
تری بے بسی کا مری بیکسی کا

دکھاتی ہے ہر صبح اُن کو وہ عالم
کہ منہ چوم لیتے ہیں وہ آرسی کا

وہ کہتے ہیں ہونٹوں کا بوسہ نہ دونگا
اُتر جائیگا رنگ میری مسی کا

مری چشمِ حیراں میں دیکھ اپنا جلوہ
ترے پاس کیا کام ہے آرسی کا

بہم ملتی جلتی ہے دونوں کی رنگت
سلامت رہے جوڑ سرمے مسی کا

نہ مہندی ملین وہ نہ لاکھا جمائین
دہان زنگ جمتا نہین ہے کسی کا

ترے لب جو نازک ہین ڈرتی ہو کے
جھجکتی ہے پڑتا نہین منہ ہنسی کا

گھٹا کالی کالی جو آئی ہین سمجھا
کھلا ہوگا اسوقت جوڑا کسی کا

تبسم ہے غنچون مین پہولون مین خندہ
چمن مین کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا

مناسب ہے ارمان دل سے نہ نکلے
اکیلے مین گھبرائے گا غم کسی کا

لب زخم مقتل مین کیسا تبسم
بھلا یہ بھی موقع ہے کوئی ہنسی کا

یہ بے چھیڑے ہی رونے دیتی ہو ساقی
مزہ دختر رز سے کیا ہے ہنسی کا

ترس کھائے کی اُسنے بیکس نوازی
مرے سر پر احسان ہے بیکسی کا

بندہی ہے حنا ہاتھ پاؤن مین اُنکے
ابھی چھیڑیون وقت ہے بے بسی کا

شب غم اجل کو بلایا تو بولی
مجھے دل دکھانا نہین ہے کسی کا

بنا دلے سمجھے ہو رونے کو میرے
مجھے تو ہے اکجان رونا اسی کا

شب غم کہو درد اٹھے آہ نکلے
مزہ آج بھی بھر کے ہو بے کسی کا

وہ کہتے ہین وہ اور مجہہ کو دعائین
یہ سب گالیان ہین نتیجہ اُسی کا

دکہا کر اُسے روز محشر کہونگا
کہ سرکار مین نالشی ہون اسی کا

نہ بہولونگا جب تک مرے دم مین دم ہے
دم نزع بھی دم بھرونگا اُسی کا

غنی ہے مرا دل یہ کیا کم ہے دولت
گلہ میرے دشمن کرین مفلسی کا

نگہ پر چھپیان غمزہ چھریان لگائے
مرا ایک دل ہوگیا وہ اسی کا

سہہ غم نہ دے گا کوئی ساتھ میرا
امیر آسرا ہو تجھے بیکسی کا

١٩

دھیان آیا دل مین اُس ہنسی کا
غم کو موقع ملا خوشی کا

اُن ہونٹون پہ کھلنا ہنسی کا
کبھی دکھلا گیا کلی کا

گھورا جو آئینہ بہت تو بولے — کچھ تو حق چھوڑو آرسی کا

نہیں دست درازیاں صبا سے — انگا جوبن کلی کلی کا

مرنے نہیں دیتی مجھ کو بہ کوفت — وارث نہیں کوئی بیکسی کا

ڈورے نشے کے دختِ رز سے — دربردہ ہیں رشتہ دل لگی کا

جان بخش ہوں یہ ان بتوں کے — مرنے میں مزہ ہے زندگی کا

تھا عکس حریف کیوں نہ روکا — کیا منہ توڑا تھا آرسی کا

ہے دائرہ طلسم رخ پہ وہ زلف — اک حور پہ سایہ ہے پری کا

گلگیر ہوں میں وہ شمع محفل — رہتا ہے مزہ جلی کٹی کا

بجلی کی پڑے نقاب اُس پہ — نقشہ جو کھنچے تری ہنسی کا

کاجل یہ نہیں ہے انکھڑیوں میں — اٹھتا ہے دھواں تری مسی کا

ہنس ہنس کے چمن میں میرے گل نے — عقدہ نہ کھلا کلی کلی کا

بجلی چمکی تو میں یہ سمجھا — آنچل لٹکا کسی پری کا

بجلی شب مہ میں ہیں وہ آنکھیں — جل جائے نہ کھیت چاندنی کا

تکیوں میں مٹی ہوئی بھی قبریں — دیتی ہیں پتہ کسی کسی کا

آجائے ادھر بھی دور کرتا — ساغر کسی چشم نرگسی کا

آتی ہے صدائے درد ہیں کہ — سینہ چھلنی ہے بانسلی کا

٦٧ — کیا ساتھ دیا امیر میرا — قائل ہوں میں وضع بیکسی کا — ١١

ردیف باے موحدہ

پوری ہی مراد دل ہو کیونکر نصیب — چلتا ہوں اتر کے جب تو قاتل کو یا نصیب

اُس رشکِ مہر کو ہے خود آرائیوں کا شوق ❊ ان روزون آئینے کا ہے چمکا ہوا نصیب

وہ دل مجھے خدا نے دیا ہے کہ عشق مین ❊ آیا یہان جو غم تو پکارا خوشا نصیب

چاہِ وطن سے چھوٹ کے پھنسا گیسو مین دل ❊ دیکھے نہین زمانے مین ایسے بلا نصیب

دیکھا نہ ایک رنگ جہان دو رنگ مین ❊ اچھا کسی کا ہے تو کسی کا برا نصیب

مقتل مین دیکھکر مجھے بیکس ہوا وہ نرم ❊ اُس جنگجو سے صلح ہوئی لڑ گیا نصیب

وہ داغ ہون نہین جو مرہم سے آشنا ❊ وہ درد ہون مین جسکو نہین ہے دوا نصیب

جا ہی چکا تھا گھر مین مین دیوار پھاند کر ❊ دربان یار جاگ اُٹھا سو گیا نصیب

ساقی نے دیکے جام کفِ رعشہ دار مین ❊ مجھ سے کہا کہ لے گر آگے ترا نصیب

گزرا مہِ صیام وہی پھر ہے میکشی ❊ دروازے میکدے کے کھلے کھل گیا نصیب

۲۷ پہنچے ہین محنتون سے دریا تک امیر ❊ دیکھین اب آگے ہمکو دکھاتا ہے کیا نصیب ۹

غافل فلک سے دہر سے غافل نہین حباب ❊ ہر دم کو جانتا ہے دمِ واپسین حباب

اعلیٰ پہ اسفلونکو ہی بحرِ جہان مین فوق ❊ دریا مین موتیون سے ہے بالانشین حباب

دیتا ہے بے ثباتیِ افلاک کی خبر ❊ جامِ جہان نما سے نہین کم نہین حباب

تقلید میرے دیدۂ تر کی اگر کرے ❊ کر دے تمام بحر کو زیرِ نگین حباب

پہچانتے ہین خوب جو ہین معنی آشنا ❊ دیتا ہے نقش آب سپہر برین حباب

ساحل پہ بہرِ غسل اُتارا نہ پیرہن ❊ دیکھیے نہ تمکو آنکھ بچا کر کہین حباب

دروازہ روے خلق پہ گھر کا کیا ہے بند ❊ رکھتا ہے طرفہ دیدۂ انجام بین حباب

چشمِ غضب سے تم کبھی دیکھو تو کیا عجب ❊ گھبرا کے پائے موج پہ رکھیے جبین حباب

۲۲ ہے پانی پانی آنکھ اٹھاتا نہین امیر ❊ کیا میری چشمِ تر سے ہوا شرمگین حباب ۱۱

عشق بت سے بھی تھا خدا مطلب
اور واللہ کچھ نہ تھا مطلب

ایک دیدار ہے میرا مطلب
دوسرا ہے نہ تیسرا مطلب

ماننے کو تو میں نہیں کہتا
جان من سن تو لو ذرا مطلب

خط مرا کچھ ادھر ادھر سے پڑھا
بیچ سے وہ اڑا گیا مطلب

وصل کے نام پر کہا کیا خوب
جو مری چھیڑ وہ آپ کا مطلب

اس سے آنکھوں ہی میں ہو گئیں باتیں
بے عبارت ادا ہوا مطلب

اک جان اور حسرتیں لاکھوں
ایک دل اور ہزارہا مطلب

منہ لگے کون ورنہ ناصح کے
بات سمجھے نہ بات کا مطلب

کیوں ملائیں وہ آنکھ اب ہم سے
لے چکے دل نکل گیا مطلب

یہ ادب کا لحاظ تھا شب وصل
دل سے لب تک نہ آ سکا مطلب

١٢

عیش ہو اور امیر کا آقا
ہے یہ بندے کا یا خدا مطلب

ردیف بائے فارسی

کہتا ہوں میں سو رہو دیکھو ہے بڑی دھوپ
اس وقت کہاں جاؤ گے پڑتی ہے کڑی دھوپ

ہو جائیگا اے شوخ مرا دامن تر خشک
میدان قیامت میں پڑیگی جو کڑی دھوپ

دونوں کو بڑھا عشق یہ اوس گیسو رخ کا
آپس میں رقابت ہو کسائے سے لڑی دھوپ

اے دل نہ شب وصل کی آئیں ہوئی تاب
ہر شام قریب آ رہی دو چار گھڑی دھوپ

موقوف کرو قصد سفر آنے دو جاڑے
گرمی کا یہ موسم ہے بڑے دن میں بڑی دھوپ

اے ابر کرم باغ میں ہر سایہ لگو جلد
نرگس نہ کہیں غش ہو کہ کھاتی ہے کڑی دھوپ

اللہ بچائے جو علیم آئے غضب میں
ظاہر ہے کہ برسات میں ہوتی ہے کڑی دھوپ

نالوں سے ہوا گرم یہ گلشن جو ہے کھل
شبنم کے عوض رات کو تھی پتوں پہ جھڑی کا دم

سختی سے دن اُس گل کی جدائی میں ہو تمام — کانٹے کی طرح آبلۂ دل میں ہوئی دھوپ

کیا نور ہے فراش نے اُس مہر کے گھر میں — جب فرش کو جھاڑا عوض گرد جھڑی دھوپ

برسات میں دکھلا دکبھی رخ کبھی گیسو — دو چار گھڑی سایہ ہو دو چار گھڑی دھوپ

(٧٥) اُس گھر میں امیر آئی ہے لیکر ہمیں تقدیر
ہے شب کو جہاں اوس پڑے دن کو کڑی دھوپ (٩)

میری تربت پہ کھلے بالوں اگر آئینگے آپ — حشر تک خواب پریشان مجھکو دکھلائینگے آپ

جنکے افشان چاند سا چہرہ جو دکھلائینگے آپ — چاندنی چھٹکے گی خود تارے نکل آئینگے آپ

کہدو رضوان سے یہی پھل پھول سبزہ دان ہی ہے — اور کیا جنت میں رکھا ہے جو دکھلائینگے آپ

دیکھکر زلف اُن سے کہتے ہیں ہوا خواہان عشق — کیا اسی دامن سے دل کی آگ بھڑکائینگے آپ

وصل میں جب رنگ چہرے کا ہے زرد آنکھیں ہیں سرخ — حضرت دل ہجر میں کیا رنگ دکھلائینگے آپ

کیا ندامت کی ہے حاجت میں ہوں مجرم تو کریم — دیکھکر دریا تری رحمت کے لہرائینگے آپ

تجسے ہم چشموں میں تو سرکار کا یہ حال ہے — جب نہ ہوگا کوئی تو کس طرح پیش آئینگے آپ

حضرت غم دل مرا گھر آپ کا ہے آئیے — گھر میں بے سامان بہت ہوں آکے کیا پائینگے آپ

(٧٦) کوئی ایذا آج ہی چھوڑی نہیں ہے امیر
کل جو وہ آئیگا تو کس طرح تڑپائینگے آپ (١٥)

مجھکو کیا جس کو جب ملینگے آپ — وہ یہ پوچھے گا کب ملینگے آپ

آنے پائے جو بزم عیش میں ہم — مثل ساز طرب ملینگے آپ

ہاتھ پھیلا کے لی جو انگڑائی — میں یہ سمجھا کہ اب ملینگے آپ

ہوش عاشق کے کھو کے وصل کی شب — مثل بنت العنب ملینگے آپ

خاک میں بھی ملا چکے ہم کو — نہ ملے اب تو کب ملینگے آپ

حرف مدغم کی طرح وصل کی شب — نہ جدا ہونگے جب ملینگے آپ

ہے تعلّی مزاج عالی مین ۔ اور خفا ہون مین کب ملین گے آپ

رفتہ رفتہ جناب یوسف سے ۔ جا کے مثل نسب ملین گے آپ

خاصہ آپ مین ہے دولت کا ۔ بخت چمکین گے جب ملین گے آپ

جان دینے کا تب ملے گا مزہ ۔ دل کے مانند جب ملین گے آپ

آیئے دونون وقت ملتے ہین ۔ رک رہے اب تو کب ملین گے آپ

ق

ہجر ہے کون آپ مین آیئے ۔ مل رہونگا مین جب ملین گے آپ

آنکھ سے آنکھ دل سے دل ملجائے ۔ کہیئے اس طرح کب ملین گے آپ

تپش دل کا میرے ہوگا علاج ۔ نبض کی طرح جب ملین گے آپ

ڈہونڈھتا ہے عبث امیر سبب ۔ ایکدن بے سبب ملین گے آپ

ردیف تاے قرشت

٦٧ ۔ ١١

ہین ترے عارض و گیسوے معنبر دن رات ۔ پھر یہ حیرت ہے کہ یکجا ہوئے کیونکر دن رات

تیری شمشیر ادا سے ہے زمانہ بھی دو نیم ۔ ہین اسی وجہ سے دو ٹکڑے برابر دن رات

یہ بھی شاید تیری بیداد کے فریادی ہین ۔ ماہ و خورشید جو پھرتے ہین کھلے سر دن رات

میری آہون کے دہوین سے یہ زمانہ ہے سیاہ ۔ کہ نظر آتے ہین اب چرخ پہ اختر دن رات

منزل کوچۂ جانان کی ہے کیا انکو تلاش ۔ ہے فلک پر جو مہ و مہر کو چکر دن رات

بولنا مرے دلکو ہے عشق رخ و گیسو یکسان ۔ جیسے نوروز مین ہوتے ہین برابر دن رات

اک زمانہ انھین کرتا ہے رقم نامۂ شوق ۔ بیٹھے رہتے ہین لب بام کبوتر دن رات

کیا سپید و سیاہ دہر سے ہے کام انھین ۔ ہین مے شوق سے بیخود جو قلندر دن رات

کم نہین صور سرافیل سے نالے میرے ۔ اسکے کوچہ مین ہے ہنگامۂ محشر دن رات

سوتے ہین دن کو عوض شب کی ملاقات کہان ۔ رات دن ہے انھین اے وائے مقدر دن رات

مہربان یار ہے اب ہجر کا کیا ذکر امیر

۷۸ — ۱۲

شکر صد شکر کہ ہے وصل میسر دن رات

اٹھے میرے گھر تک نہ لائیگی رات — قیامت تک آئیگی جائیگی رات

بلا ہجر جانان مین لائیگی رات — سیاہی کی صورت دبائیگی رات

سپیدی ہے انجام موئے سیاہ — سحر ایکدن ہوگی جائیگی رات

یقین ہے وہ چہپکر کہلے آئینگے — مرے کام بگڑے بنائیگی رات

کمان کہکشان تیر تیر شہاب — یہ کس کو نشانہ بنائیگی رات

چلو ملکے بیٹھو غنیمت ہے وصل — نہ دن ہوگا ایسا نہ آئیگی رات

تڑپتے تڑپتے ہوا دن تمام — خدا جانے اب کیا دکھائیگی رات

نہ آئینگے فرقت مین تارے نظر — عزیزون سی آنکہین چرائیگی رات

مداوائے غم ہوگا فرقت مین غم — اڑا دینگے نالے جو آئیگی رات

جو فرقت مین ہے تیرہ روزی بہی — تو دن کو بہی گہر سے نجائیگی رات

رلاتی ہے ہم کو سر شام ہجر — جو بہیگی تو طوفان لائیگی رات

وہ گیسو جو افشان کے طالب ہوے — ستارے ابہی توڑ لائیگی رات

۷۹ — ۱۳

ازل سے ہے یان تیرہ بختی اسیر
بہلا ہم کو کیا آزمائیگی رات

خدا دکھائے کسی گلعذار کی صورت — شگفتہ دل ہو گل نوبہار کی صورت

کہان ہے دار فنا مین قرار کی صورت — کہ عمر ہے برق و شرار کی صورت

ہرنگ سرو ہین آزاد باغ عالم مین — ہے ایک اپنی خزان و بہار کی صورت

ہزار حیف کہ منزل پہ قافلہ پہنچا — مین پہر رہا ہون پریشان غبار کی صورت

شریک درد نہ کوئی تمام عمر ہوا — جلا کیا مین چراغ مزار کی صورت

کیا نحیف یہ غم نے مجہے کہ ایک ہوئی — تری کمر کی مرے جسم زار کی صورت

ہماری آنکھ ہے یارب کہ چشم قربانی — مرے یہ بھی ہے وہی انتظار کی صورت

نہ راستی کا نشان سرو مین نہ گل مین ہے — بدل گئی چمن روزگار کی صورت

اس اشتیاق مین ہاتھ نہ ہم نے کھائی گل — پڑین کسی کے گلے مین یہ ہار کی صورت

فراق یار نے مژدہ بنا دیا ایسا — مکان بھی نظر آیا مزار کی صورت

نہ چھیڑا ے دل انھین گالیان ہین منہ پہ دھری — برس پڑینگے وہ ابر بہار کی صورت

شگفتہ کیون نہو باغ ترا کا نار دیکھکے مست — ہنسی تو ہے لبِ طرے کے شکار کی صورت

خوشا امیر وہ منعم کہ ہوکے دولتمند
جھکاے سر شجر میوہ دار کی صورت

ردیف تاے ثقیلہ

ہے سیل جو آغاز مین کب تک ہے نئی چوٹ — آخر یہ تو کھلا ہوی تری مدت کی نئی چوٹ

چین اب کسی پہلو کسی کروٹ نہین آتا — سچ ہے کہ دل لگی کی بھی ہوتی ہے بُری چوٹ

کیا اس نگہ ناز کی چوٹون مین مزہ تھا — دیکھا کیے آنکھون سے بچائی نہ گئی چوٹ

اللہ ری محبت مین نزاکت مرے دل کی — دیکھا جو کڑی آنکھ سے اُس نے تو پڑی چوٹ

تم ناز سے چلتے ہو چمن مین مجھے ڈر سے — کھا جائے نہ ٹھوکر سے کہین کبک دری چوٹ

آیا یہ کس ادبھرے ہوے جوبن کا تصور — کھونسا مری چھاتی پہ لگا دل پہ لگی چوٹ

آسان نہین صدمۂ الفت کا تحمل — دل تھا ہمارا ہی کہ سہنے یہ سہی چوٹ

اللہ ہمارے دل نازک کو بچائے — آتی ہے لگانے کو تری عشوہ گری چوٹ

مرکر بھی محبت کی کھٹک دل سے نہ نکلی — بیٹھے مرے پہلو مین تو کیا خوب جمی چوٹ

کیا درد محبت کا مزہ تجھ کو جتاؤن — کھائی نہین بیدرد ترے دل نے کبھی چوٹ

مجروح ہوا جلوۂ دیدار سے عاشق — بار نگہ ناز نے جوبن نے بھی کی چوٹ

تھی نہ مرے کے پہ لیکن گئی قبر مین ہمراہ — پڑکر دل عاشق پہ مصیبت مین پڑی چوٹ

کہتی ہے امیر اُس کی ادا تیغ قضا سے
دعویٰ ہے پھکیتی کا تو لے روک مری چوٹ
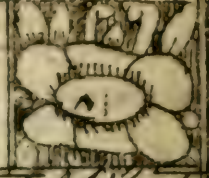
لچک گئی کمر اُس کی تو دل نے کھائی چوٹ
دوتا جو زلف ہوئی چوٹ پر لگائی چوٹ

کرکے عشق میں ہم نے جگر پہ کھائی چوٹ
یہی سبب ہے جو روتی نہیں دکھائی چوٹ

مقابل آئنہ آیا تو منہ کو پھیر لیا
کڑی نگاہ جو دیکھی تو کیا بچائی چوٹ

ٹھہا کے رتبہ گھٹایا غضب کیا قاتل
جھکا کے سر کو کمر کی عبث لگائی چوٹ

فسردہ دل ہوں مگر فصل گل تو آنے دو
اُبھر ہی آئیگی جھیلی دبی دبائی چوٹ

امید کیا ہو کسی سے کہ اس زمانے میں
ملا ہے جوڑ ہے یار دنگی آشنائی چوٹ

نشان زخم ہوا بوجہ ناتوانی سے
زمین سے اُٹھ نہ سکے نہ اگر اُٹھائی چوٹ

جو وقت قتل اُٹھا ہاتھ کھل گئی وہ رشتہ
اُبھر کے غنچے کے مانند مسکرائی چوٹ

اسیر دردِ دلِ سنگ کو کہاں سمجھا
لگا کے سر پہ جو تیشے کی آزمائی چوٹ

کسی پہ زخم پڑا یاں جگر پہ آئی چوٹ
بھلا ہو زخم کا اپنی ہوئی پرائی چوٹ

رقیب پر اگر اُس تیر کس نے لگائی چوٹ
ہوا یہ رشک مجھے پہلے مینا نے کھائی چوٹ

پڑا ہوں رنج میں اپنے زخم کے ہاتھوں
چلپٹ دیتی ہے دلکو مری پرائی چوٹ

یہ محبت کیسی ہو غیرت کہ ہائے مر نہ گیا
خفیف اُس کو کیا تو نے کیوں بچائی چوٹ

مقابلیں تیر خنجر ہزار ہا جھیلیں
نہ کی زباں سے آف دل نے لاکھ کھائی چوٹ

ضرور کیا تھا کسی سنگدل کو دل دینا
جگہ پہ بیٹھے بٹھائے عبث اُٹھائی چوٹ

جو پھول پھینک کے اُس نے رقیب کو مارا
ہوا یہ صدمہ کہ پتھر کی میں نے کھائی چوٹ

نشانہ دید کا اپنا رہا کہ چھا نکہ گئی
ہزار بار اٹھائی زک اور کھائی چوٹ

عیاں ہو زخم جو گل کی طرح سے دل مجبور
سمٹ کے غنچے کی صورت بہت چھپائی چوٹ

سرمے سے کام اب نہین چشم سیاہ یار کو — پیسکے ہمارے استخوان ہو گئے سرمہ سا عبث

عقدۂ دل مرا کھلے اسکی امید ہی نہین — ناخن سعی خلق ہیچ فکر گرہ کشا عبث

٨٥

آل تلف ہوا ہوا تم نہ بہاؤ اشک اے امیر
خاک مین اب ملاتے ہو گوہر بے بہا عبث

١٥

ردیف جیم تازی

اس شان سے وہ برق وش آتا ہے ادھر آج — گلنار رو وہ پٹے سے بھی اڑتے ہین شرر آج

ہوتا ہی تو ہے فیصلۂ گردن و سر آج — وہ قتل پہ ہین مرگ پہ یا نہ ہی ہون کمر آج

غیرون سے کبھی ہی کبھی مجھ سے ہی لگاوٹ — بہکی ہوئی پھرتی ہی محبت کی نظر آج

گو جاتے ہین آہستہ نزاکت سے وہ لیکن — دوڑی ہوئی جاتی ہی خوشی غیر کے گھر آج

گلزار مین ہنگیش ہوئے بے شبہہ بہشتی — ہیبت انہین ساقی سے ہوئی زیر شجر آج

ڈر دیکے ملک بھی ہو کہ کاندہون سے گریزان — اب ہجر مین کوئی نہ ادھر ہی نہ ادھر آج

غربت مین مین آیا تو اڑی خاک وطن مین — اڑتی ہوئی دی ہے یہ بگولون نے خبر آج

باران نہین تھم ہی گرا گشت پہ میری — اے ابر کرم خواہ غضب کچھ تو ادھر آج

گزریگی یا شب ہجر نہ تار رہ نہ قیامت — بے پر کی اڑاتا ہی عبث مرغ سحر آج

جنت مین کریمون سے کہین گے یہ فرشتے — بوسے تھے جو کل نخل ملے انکے ثمر آج

کس شان سے بیٹھے ہین سر بزم وہ آکر — ذرون مین ہین خورشید تو کونین مین قمر آج

شیشے کیطرح جوش مے عشق ہی دل مین — ہے مہر دہن منہ کو کہین آگے جگر آج

عالم مین رواج اب یہ ہوا بے ہنری کا — ہم عیب کے مانند چھپاتے ہین ہنر آج

بیگانے ہوے نزع مین جتنے تھے یگانے — آنکھین جو پھرین پھر گئی عالم کی نظر آج

٨٦

شاید کسی دلبر سے امیر آج ہی گیا دل
کیون ہاتھون سے تھامے ہوے پھرتے ہو جگر آج

٢٢

پردے سے جو اُس حور نے دیکھا ہی اِدھر آج
آنکھوں کو مری جو بہتی ہے میری نظر آج

شوخی سے ہی بجلی پہ نہ بجلی سی نظر آج
کہتی ہے حیا دیکھیے گرتی ہی کدھر آج

اللہ رے حیا وصل میں اُٹھتی نہیں آنکھ
کیا نکلے وہ اُن میں بیٹھی ہی پردے میں نظر آج

اُس ماہ سے ہی وصل تو اندھیرے دیکھو
شام آئی ہی لیتی ہوئی ساتھ اپنے سحر آج

کس لطف سے جھنجھلا کے وہ کہتے ہیں سبب وصل
ظالم تری آنکھوں میں گئی نیند کدھر آج

دیدار طلب تو بھی ہی اور میں بھی ہوں زاہد
لیکن ترے گھر کل ہی وہ دن اور مرے گھر آج

سب اچھے بڑے حشر میں ہیں حاضر دربار
دیکھیں نظر لطف و عنایت ہو کدھر آج

یاد آتی ہی رہ رہ کے یہ کسکی مرے دل میں
اُٹھ اُٹھ کے بیٹھا ہے کیسے درد جگر آج

قاصد کمر یار کے مضمون میں خط ہیں
ڈرتا ہوں کہ تیری بھی نہ غائب ہو کمر آج

آنکھیں مری نشے سے نہیں سرخ ہیں اہل
کچھ کچھ جھلک آیا ہی اِدھر خون جگر آج

اے طول جدائی یہ بنا ہی تیرا اندھیر
دن سارے زمانے میں ہی اور شب مرے گھر آج

دوزخ کی بھی جنت کی بھی دروازے کھلے ہیں
اے شان کرم تجھ کو ہی کیا مد نظر آج

کہتی ہے قضا طول امل دیکھکے مجھسے
سامان توکل زاد سفر کا ہے سفر آج

اک عمر ہوئی ہم میں تری یاد سے بیہوش
اے بیخبری تجھ کو ہوئی ہے یہ خبر آج

مانگی ہے دعا کس نے آلی کہ کھلا ہے
آغوش تمنا کی طرح باب اثر آج

ہر یار بھی ہیں دیوانی اُسی رشک پری کی
آتی ہی پرستان سے اُڑ کر یہ خبر آج

کل کوچ ہے کچھ لیتے ہوے بن نہ پڑیگی
لینا ہے مسافر کو تو لے زاد سفر آج

تھی یاس جن امیدوں سے بر آنے لگی ہیں
ٹوٹی ہوئی شاخیں بھی دیتی ہیں ثمر آج

رہ رہ کے دکھاتے ہیں وہ تیر نگہ ناز
ڈرتا ہوں کہ منہ سے نکل آتے نہ جگر آج

خورشید قیامت کا بہت گرم ہی بازار
دے اُسکو بھی چھینٹا کوئی اے دامن تر آج

ہوتے ہیں وہ درخصت میں یہاں گردن کسکی
ساتھ اپنے لیے چل مجھے اے شمع سحر آج

کچھ کچھ جو شریک آنسوؤن مین خون جگر ہے — یاقوت سے رنگت مین نکلتے ہین گہر آج

کس غیرت خورشید سے ہوتی ہے جدائی — اُڑتے ہوے کیون شام کی کھلی ہے سحر آج
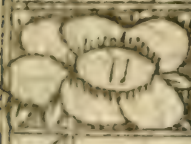
(٨٧) بیٹھا ہے امیر اُسکی گلی مین مرا دشمن — رہ رہ کے جو اُٹھتا ہے مرا درد جگر آج (١١)

جو تجھ سے رخ ملائین چاند سورج — ابھی تو منہ کی کھائین چاند سورج

سحر کو شام کو بھی یاد رکھین — نہ اتنا سر اٹھائین چاند سورج

ترے رخسارون مین ایسی چمک ہے — کہ لیتے ہین بلائین چاند سورج

گزر ان کا جو تیری راہ مین ہو — ابھی آنکھین بچھائین چاند سورج

ترے نقش قدم کا پائین رتبہ — یہ کرتے ہین دعائین چاند سورج

فروغ اپنا جو اس بُندے کے چاہین — تری چوٹی مین آئین چاند سورج

ترے چہرے سے اُٹھ جائے جو گیسو — گہن مین منہ چھپائین چاند سورج

وہ غازہ ملتے ہین اب منہ پہ کہدو — کہ خیر اپنی منائین چاند سورج

سپید و زرد ہین اُس رخ کے آگے — ذرا آنکھین ملائین چاند سورج

خدا کے نور ہین سبطین احمد — کہان یہ نور پائین چاند سورج

(٨٨) امیر اس عارض روشن کے آگے — بگڑ کر کیا بنائین چاند سورج (١٢)

ردیف جیم فارسی

عاشق ابرو کی یون تصویر کھینچ — اے مصور حلق پہ شمشیر کھینچ

اس کمر سے تو قلم مانی بنا — ناتوان ہون یون مری تصویر کھینچ

مدعا اے دل ہے ترک مدعا — جتنی آہین کھینچ بے تاثیر کھینچ

مین کہان عشق اُسکی مژگان کا کہان — دیکھ کانٹون مین نہ اے تقدیر کھینچ

قید میں لے دل کہاں تک ضبطِ غم
تو بھی تا کے صورتِ زنجیر کھینچ

اُس عرق آلودہ رخ کے لکھ صفات
اے قلم عطرِ گلِ تصویر کھینچ

بڑھ کے آئے ہاتھ میں اے دل وہ زلف
ایک ایسا نالۂ شبگیر کھینچ

اُس دہان تنگ پر عاشق نہ کر
یوں شکنجے میں نہ اے تقدیر کھینچ

جلوہ گر مانی ہو رنگِ اتحاد
میری اُسکی ایک جا تصویر کھینچ

عاشق احباب ہوں بہزاد میں
رنگِ صحبت سے مری تصویر کھینچ

راہ پاکر زخم سے نکلے نہ جو
پھر نکالے قاتل جو دل سے تیر کھینچ

اے مصور جب وہ دیکھے آئینہ
پا کے موقع عکس کی تصویر کھینچ

قتل کی حسرت ہے تو اے دستِ شوق
اک ذرا بڑھ دامنِ شمشیر کھینچ

اے مصور ہے ترقی پر وہ حسن
کھینچنی ذلت جو ہو تصویر کھینچ

کیا حیا ہے کہتے ہیں مانی سے وہ
کھینچ پردہ رخ پہ جب تصویر کھینچ

۸۹

دولتِ عقبیٰ اگر چاہے امیر
دستِ دل سے دامنِ شمشیر کھینچ

۱۹

منت قاتل نہ احسان کمان پر کھینچ
ہاتھ سے اپنے گلے پر آپ ہی شمشیر کھینچ

تیر کھا کر شکر کیا لے نہ او نخچیر کھینچ
سر جھکا کر ناز قاتل کے تہ شمشیر کھینچ

مجھکو ہے تیرا تصور تجھکو ہو میرا خیال
میں تری تصویر کھینچوں تو مری تصویر کھینچ

جان نثار دونوں ہیں ہم سچا کون جھوٹا کون ہے
یار ابھی کھل جائینگے جوہر ذرا شمشیر کھینچ

آمنا بیدردی سے ہے دیکھنا خفت نہ ہو
اے دلِ پر درد جب کھینچ آہ پُر تاثیر کھینچ

ہو سکے پابند محبت ہند غم سے چھوٹ جا
ہاتھ دنیا سے اُٹھا کر پاؤں میں زنجیر کھینچ
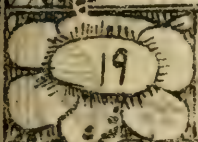
قتلگہ میں کچھ مرے قاتل سے بن پڑتا نہیں
روکتی ہے شرم کہتی ہے ادا شمشیر کھینچ

چارہ گر تدبیرِ دردِ عشق کچھ سوچنا
غلط ہو تو پہلے بالائے خطِ تقدیر کھینچ

ایکدن تیری بھی یونہی کھال کھینچی جائیگی
پوست آہو کا نہ اے صیاد آہو گیر کھینچ

ہاتھ مین اُس مست کے تلوار دے پھر سیر دیکھ
چشم میگون مین ذرا سُرمے کی بھی تحریر کھینچ

سبزۂ خط اُسکا دکھلا کر نہ دیوانہ بنا
بیگنہ ہون مجھکو کانون مین نہ لے تقدیر کھینچ

بادہ خوارون پر عنایت چاہئے پیرِ مغان
ان مریدونکو بھی اپنے ساتھ مین اے پیر کھینچ

بندگی مولا کی یکسو ہو کے کرنا چاہیئے
اے مصلی ہاتھ دنیا سے دمِ تکبیر کھینچ

دستِ گیسو کی درازی کا ٹھکانا ہے کہین
اُس کشش سے تو ہاتھ اے کاتبِ تقدیر کھینچ

جھیل کڑیان سلسلۂ گیسو سے رکھتا ہے اگر
قیدِ زندان سے نہ گھبرا صدمۂ زنجیر کھینچ

تیر پڑتے ہین جگر پر برچھیان دل پر مرے
بار بار آہین نہ اے قاصدِ دمِ تقریر کھینچ

کشتۂ مژگان ہون مانی ہاتھ سے رکھدے قلم
کھینچ سکے تو نوک خنجر سے مری تصویر کھینچ

ساتھ پیکان کے لپٹ کر دل نہ کھنچ آئے کہین
دیکھ او ظالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ
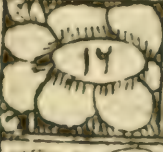
۹۰ روئے اپنے حال پر جا بجا جوانی مین امیر
رات تھوڑی رہگئی ہے نالۂ شبگیر کھینچ ۱۶

ردیف حاے حطی

چلتے ہی گذر ہی ہمیں دھر کی طرح
ٹھہرے کہاں نقش قدم کی طرح

حفظ لسان سے ہون مین مشہور خلق
نطق خموشی ہے قلم کی طرح

قصد سفر اُن کو ہوا مجھکو مرگ
گھر سے وہ نکلے مرے دم کی طرح

زار ہون اے ترک ہون مین سخت جان
خون نکلتا نہیں دھر کی طرح

دیکھئے کب میکدہ مین ہے بلند
دستِ سبو دستِ کرم کی طرح

عشق مین ہر گوہری ہوگی بنا
نام نکلجائے گا دم کی طرح

سر ہی غم عشق مین پیاز کیسے
ہاتھ رہا سر پہ علم کی طرح

ہون وہ سیہ روز چلون جسطرف
شام رہے ساتھ قلم کی طرح

ضعف ہے ایسا کہ زمین گیر ہے
سایہ مرا نقش قدم کی طرح

دیر مین ٹھہرو اگر تم دم کے دم
صاحب حرمت ہو حرم کی طرح

ہان بھی بھیجے ہین تو غیر نکے ہاتھ
لطف وہ کرتے ہین ستم کی طرح

ہون مین وہ غم دوست ہے جسکو عزیز
برق غضب ابر کرم کی طرح

راہ ہے کعبے کی رہ کوے یار
سجدہ کنان چلیے قدم کی طرح

حیف کہ رستے مین مجھے ہم سفر
چھوڑ گئے نقش قدم کی طرح

زندہ محبت سے ہون مین ناتوان
ہے یہ ہوا سینے مین دم کی طرح

بیٹھے اسیر اُسکی گلی مین جو ہم
ہٹ کے اُٹھے نقش قدم کی طرح

مژہ کبھی کرتی ہے بل ابروے بتان کیطرح
ستم ہے تیر بھی کھینچنے لگے کمان کیطرح

مزہ یہ ذوق شہادت کا ہے کہ اے قاتل
زبان تیغ کو چوسون تری زبان کیطرح

یہ لطف مقتل الفت مین ہے شہادت کا
تڑپ بھی سات چلے عمر جاودان کیطرح

لُٹا وہ وصل ہٹاتی ہے دل کے داغون کو
بہار لوٹتی ہے باغ کو خزان کیطرح

یہ میکدہ ہے کہ کوئی طلسم ہے ساقی
جو آئے پیر کیسو ہوت گئے جوان کیطرح

فراق یار مین رویا جو مین تو غم اُس کا
لپٹ گیا وہین معشوق مہربان کیطرح

بل ابروؤن پہ ہے اللہ آبرو کیلیے
کھچے ہین خود بھی وہ شمشیر امتحان کیطرح

جو تیز رو تھے مسافر وہ پہنچے منزل پر
مین اُٹھ کے بیٹھ گیا گرد کاروان کیطرح

گلا یہ ضبط نے گھونٹا کہ تنگ آ کے اسیر
نکل گیا مرے سینے مین دم فغان کیطرح

ہے دل مین عہد اب کہ اگر آئے گا ناصح
سمجھاؤن گا ایسا کہ سمجھ جائے گا ناصح

مین اُسکی نہ مانون گا تو نقصان مرا کیا
میری جو نہ مانے گا تو پچھتائے گا ناصح

آتا ہے مرے پاس تو آنسو نہ دو ہو دو کو
رو رو کے اگر ہی بیٹھ کے اٹھ جائے گا ناصح

پہلے اُسے دیکھ آئے یہ کہنا مرا مانے
پھر میرے سر آنکھون پہ جو فرمائے گا ناصح

کہدو کہ نہ باتون مین مری شاخ نکالے
کہدون گا پتے کی مین تو پچھتائے گا ناصح

سنکر مین نصیحت نہین لاتا جو حرارت
اتنا ہے مجھے دھیان کہ جل جائے گا ناصح

رونا جو مین چھوڑون گا تو تڑپونگا مقرر
بیکار تو مجھ سے نہ رہا جائے گا ناصح

۹۳
آیا ہے اگر صحبتِ زندان مین تو بیٹھے
گھبرا کے امیر آپ ہی اُٹھ جائے گا ناصح
۱۰

ردیف خائے معجمہ

ہے جسقدر کہ وہ چشم شوخ و شنگ شوخ
ایسے کبھی نہ ہونگے بتان فرنگ شوخ

آئینہ دیکھو جاتے ہو کیا سیرِ باغ کو
پھیکا گلون کا رنگ تمہارا ہی رنگ شوخ

مانگا جو بوسہ ہنسے جابیسون سے یہ کہہ
دیکھو تو کس قدر ہے یہ بے نام و ننگ شوخ

ساقی شراب سرخ وہ مجھ مست کو پلا
یاقوت آبدار سے جس کا ہو رنگ شوخ

مضمون جو سوجھنے لگے اُڑنے لگا قلم
میدان پا کے اور ہوا یہ سُرنگ شوخ

گھر والون پر بھی ہوتی ہین ہر وقت پھبتیان
کتنا ترا مزاج ہے اے خانہ جنگ شوخ

ہے تنگ باندھنا تو ڈلوا لین انگلیان
مہندی سے تیری میرے لہو کا ہو رنگ شوخ

معشوق وہ ہے جسکی طبیعت بھی شوخ ہو
کیا فائدہ فقط ہو جو چہرے کا رنگ شوخ

بینش پہ ناز شیخ کو عینک سے ہے عبث
کیا وصف ہے جو مرکب تیمور لنگ شوخ

۹۴
کہنے کی یہ غزل تو نہ تھی لیکن اے امیر
مین کیا کرون ہے میری طبیعت کا رنگ شوخ
۱۱

ردیف دال مہملہ

عاقلون کو رہے آبادی کا شانہ پسند
ہم ہین وحشی ہمین سنسان ہے ویرانہ پسند

قصہ گویون سے جو سنتی ہی کہانی میری — انگلیان کانون مین اب دیتے ہین افسانہ پسند

جان دی شمع پہ پروانون نے گر گر سر بزم — ایسی آتی ہی ہمین ہمت مردانہ پسند

مسجد و ظرف وضو تمکو مبارک زاہد — ہمکو ہے بزم مے و شیشہ و پیمانہ پسند

آگئے سامنے اُس شوخ کے جتنے تھے حسین — حسن پریون کا کرے اب کوئی دیوانہ پسند

دلکو کیا لطف جو معشوق ہو گریا گرم — شمع خاموش کو کرتا نہین پروانہ پسند

آبلے پاؤن کے کافی ہین مجھے وحشت مین — تاج سلطان کو رہے گوہر یکدانہ پسند

دونون گھر اُسکے ہین تمیز کہان وحدت مین — ہم کو کعبہ ہی کے مانند ہے بتخانہ پسند

آئینہ جان کے زانو پہ جگہ دی اُس نے — جانتا دل جو مرا تو کبھی کرتا نہ پسند

مرگیا مین تو حسینون نے بھی کی زینت ترک — رُخ کو آئینہ نہ اب زلف کو ہی شانہ پسند

۹۵ — اپنے مضمون تو پسند آئے ہین عالم کو امیر

ہے وہ شاعر جو کرے معنی بیگانہ پسند — ۱۶

سچ کہہ پسند کس کی ہے اے خوبرو پسند — مجھکو عدو پسند ہے مجھکو ہے تو پسند

سب کو تری پسند ہے اے ماہرو پسند — عالم پسند وہ ہے کرے جسکو تو پسند

اللہ رے جوش ناز و ادا بزم یار مین — پس پس گیا ہے آج دل آرزو پسند

خنجر دکھا کے کہتے ہین وہ بات بات پر — ہمکو تو اُس زبان سے ہی گفتگو پسند

آؤ جو میرے قتل کو اتنا رہے لحاظ — ناوک جگر پسند ہو خنجر گلو پسند

رحمت ہی رحمت اُسکی ہے کرے اگر قبول — میری نماز اُسے ہے نہ میرا وضو پسند

دیکھون کہ میرے یار کے کیونکر حنا ہو — وہ دشمن آبرو کا ہے مین آبرو پسند

زینت کے وقت بھی ہی جو انجام کا خیال — مٹی کے عطر کی ہمین آتی ہے بو پسند

احسان کسی کا کب ہے گوارا بزنگ گل — ہے چاک پیرہن نہین لیکن رفو پسند

زاہد نگاہ کم سے کسی بندہ کو نہ دیکھ — کیا جانئے اُس کریم کو وہ ہے کہ تو پسند

...جاۓ جسپہ دل ہو وہی جان سے عزیز — یعقوب کو ہے جامۂ یوسف کی بو پسند

...ملکر کہو کہ بوسہ گیسو نہ دینگے ہم — یہ الجھی الجھی ہمکو نہیں گفتگو پسند

...بل نثار گل پہ ہے پروانہ شمع پہ — ذرّے کو مہر ہمکو ہے وہ ماہرو پسند

...یدا کیا ہے حسن نے دولت کا خاصہ — وہ کون ہے جہان مین تنہین جس کو تو پسند

...ب آفتون سے چھوٹ گیا کر کے ترک حرص — کیونکر ہو مجھے دل بے آرزو پسند

دن رات ذکر شعر و سخن سے ہے کام امیر
باتین یہی پسند یہی گفتگو پسند

٩٦ — ١٨

...بدن سے اس غریب کو آیا ہے تو پسند — ہے کس غضب مین جان دل آرزو پسند

...اقی ہے دختِ رز سے زیادہ عروس کون — کیا بھینی بھینی اسکی ہے مستونکو بو پسند

...اشق کو ذبح کر کے وہ خنجر ہو کیون دست — خونخوار کو ہے مے سے زیادہ لہو پسند

...نہ دیکھیے کا ہو آنس فقط شکل آئینہ — کرتے ہین دل مرا وہ مرے روبرو پسند

...جہاک پڑا جہان وہان دریا بہا دیا — ساقی مجھے ہے ہمت دستِ سبو پسند

...تے ہین کوئی جم کے نہ بیٹھے ہمارے پاس — آکھڑی ہوئی یہ ہمکو نہین گفتگو پسند

...کیا مجھکو سبز باغ دکھاتا ہے آسمان — نشتان ہے ہون نا مین نہین خالی سبو پسند

...ل ہے نرا جگر ہے ترا جان ہے تری — ہرگز نہین دریغ کرے جس کو تو پسند

...جہان مین گوہر یکتا ہے میری ذات — اس تھوڑی سی بساط پہ ہو آبرو پسند

...للہ رے پاس خاطر اغیار یار کو — لایا ہے قتل دوست کو خنجر عدو پسند

...ے دل خدا کے واسطے اب میری جان چھوڑ — تجھ کو نہ مین پسند نہ مجھکو ہے تو پسند

...م چاہین دل ملے وہ ملاتے نہین ہین آنکھ — دان جام سے دریغ یہان ہے سبو پسند

...سوا انکی نہین ہزار بلائین قبول ہین — مت پاس سے نہ کیجیے دل آرزو پسند

...م بے زبان یار ہمارا زبان دراز — یان خامشی پسند ہے وہان گفتگو پسند

بے ذوق عشق دیدۂ و دل دونون ہیچ ہین
خالی قدح پسند نہ خالی سبو پسند

زاہد کو گریہ وقت عبادت ضرور ہے
اللہ کو نماز نہین بے وضو پسند

جھکے جو پیش یار تو آنسو بہائیے
ہے اس نماز کے لئے ایسا وضو پسند

(۹۷)

ہے لکھنؤ کی جان تو کہتے ہین امیر
ہم اک آئے میری آنکھہ کو اب لکھنؤ پسند

(۱۴)

میرا کلام صاف ہو کیونکر عدو پسند
آئینے کو کرے نہ کبھی زشت رو پسند

نکلے امید جس سے وہ ہے گفتگو پسند
مجھہ کو ہے ورد آیۂ لا تقنطو پسند

کرتا ہون یار غیر کو بھی مین تری طرح
وہ بھی پسند مجھکو ہے جسکو ہے تو پسند

آنکھون کو میری مد نظر ہے تو روئے یار
کانونکو میرے ہے تری گفتگو پسند

افشا ہو راز عشق تو کٹین زبان ہم
سوسن کی طرح ہمکو نہین ہا و ہو پسند

چھوٹے بڑے پہ کچھہ نہین موقوف ساقیا
میکش ہون مجھکو خم کی طرح ہے سبو پسند

دو ہاتھہ مین کریگا وہ کیا خاک فیصلہ
ہے جسکو طول قصۂ تیغ و گلو پسند

خاک لحد ہے ریگ روان کی طرح روان
مرنے کے بعد بھی ہے تری جستجو پسند

شکر خدا کہ اب ہوئی امید قتل کی
مہندی کے بدلے اُن کو ہے میرا لہو پسند

ہے تو ہی مشرق و غرب و جنوب و شمال مین
کیون سجدہ مثل کعبہ نہو چار سو پسند

مےکش وہ ہین کہ اور سے اپنا دل ایاغ
ساغر ہے مہر کا نہ فلک کا سبو پسند

زوان مین دل شکستہ تو رکہ کرکے وہ مست
ٹوٹا ہوا کسی کو نہین ہے سبو پسند

نادان ہے قیس سے جو ہین وے مناسبت
لیلے آے پسند ہے ہمکو ہے تو پسند

(۹۸)

تعریف دوستون کی ہین معتبر امیر
ایسا ہے وہ کلام کرے جو عدو پسند

(۱)

چاہ ذقن مین دل کو کیا بے گناہ بند
الٹی شنو کہ ہوتے ہین وان داد خواہ بند

یا رب پڑی ہے کس رخ پر نور پر نظر
ہوتے نہیں جو دیدۂ خورشید و ماہ بند

اچھا بندھا نہ ایک بھی مضمون زلف کا
لکھ کر کیے قلم نے ہزاروں سیاہ بند

اے چشم تر ٹھہر بھی کہ خط یار کو لکھوں
بارش میں نامہ بر کی ہی پھر دن سے راہ بند

راہی ہیں صبح و شام مسافر سوئے عدم
ہوتی نہیں ہے شب کو بھی یہ شاہراہ بند

اس شاہ حسن کا کوئی دربار کیا کرے
جب جا کے دیکھیے ہے در بارگاہ بند

باد بہار نے یہ لپیٹے ہیں برگ گل
رنگیں تری قبا کے ہیں کیا واہ واہ بند

۹۹

زاہد بھی میکدے کی طرف کیا چلے گئے
مدت سے ہے امیر در خانقاہ بند

۱۰

مشاطہ کیا ہے آئینے کا بھی سلام بند
سرکار حسن کا نظر آتا ہے کام بند

کرتا ہے غیر یار سے بدگوئیاں مری
کچھ دن تو منہ حریف کا ہو لا کلام بند

گھبرا کے رند جانب دوزخ چلے گئے
پایا جو باب روضۂ دار السلام بند

دہ در شود کشادہ اگر بستہ شد درے
رہتا نہیں کسی کا زمانے میں کام بند

مسجد میں جا کے بیٹھ رہا مے فروش کیا
کیا وجہ کیوں دکان ہے کی مدام بند

چھوٹے جو ایک غم سے پھنسے اور غم میں ہم
جیسے قفس میں ہوتے ہیں مرغان دام بند

لازم ہے پھر گریہ بھی دل کی کشادگی
آئے عرق کہاں سے اگر ہوں مسام بند

ساقی کے ہجر میں ہے اذیت خمار کی
دل کیا کہ ٹوٹتے ہیں بدن کے تمام بند

اے ابر چشم کچھ تو برسنے میں کر کمی
ہے کاروبار خلق خدا کا تمام بند

۱۰۰

ساقی یہ بزم عیش ہے حسن کے امیر کی
ہو شام سے نہ صبح تلک دور جام بند

۹

ردیف دال المہملہ

چلو کر اس ابرو کو ہے مجھ کو بھی شایان گھمنڈ
کرتے ہیں شمشیر زناں جیت کے میدان گھمنڈ

تو ہے سلامت تو کیا صبح قیامت کا ڈر
تیری درازی پہ ہے اے شب ہجران گھمنڈ

کہتے ہین آئینے مین دیکھ کے زلفون کا بل
ہم سے بھی کرتے ہین اب گیسوے پیچان گھمنڈ

مہر کو بھی کسوف ماہ کو بھی ہے خسوف
حسن پہ زیبا نہین اے بت نادان گھمنڈ

عشق فسون گر سے ہے آج ترا سامنا
پڑھ لے جس افسون پہ ہے تجکو پریخوان گھمنڈ

ایک مین کس کس کے ناز حشر کے دن اٹھ سکین
کھینچتی ہے مجھ سے صراط کرتی ہے میزان گھمنڈ

نوک کی ہم سب سے لین جائین جو گلزار کو
گل سے جو کہہ جان کرے خار سے دامان گھمنڈ

وحشیون کے غول ابھی آنکھ سے گذرے نہین
کرتا ہے وسعت پہ کیا حشر کا میدان گھمنڈ

۱۰
ہے جو امیر اس قدر حشر کے دن بے خطر
تیری حمایت پہ ہے اے شہ مردان گھمنڈ
۹

ردیف ذال

چشم بد دور گلا خوب ہی سر کا تعویذ
باندھ دون لکھ کے مین بازو پہ نظر کا تعویذ

مہر و مہ چاہتے ہین دیکھ کے بازو تیرے
ایک ادھر کا تو بنے ایک ادھر کا تعویذ

داغ دنیا کسے منظور نظر ہے صاحب
ہاتھ مین کیون ہے یہ طاوس کے پر کا تعویذ

چاند کہتے ہین کسے عقد ثریا کیا ہے
یہ گلی کی ترے ہیکل ہے وہ سر کا تعویذ

آنکھ کھلاتے ہین وہ دیکھ کے مجھ کو بیتاب
یہ نکالا ہے نیا درد جگر کا تعویذ

پھر بلائی گئی مشاطہ کہ باندھے کس کر
اک ذرا بھی کہین بازو سے جو سرکا تعویذ

چشم بد دور ترقی پہ ہے جوبن ان کا
چاہیے روز نیا ایک نظر کا تعویذ

مر گئے عشق مین پھر رنج سے راحت پائی
داغ دل بڑھ کے ہوا زخم جگر کا تعویذ

۱۰۲
جتنی تاثیر ہے انسان کے دل مین ہے امیر
نقش کامل ہے نہ کوئی نہ اثر کا تعویذ
۸

نہین ہے غنچہ عروس بہار کا تعویذ
یہ گل بڑا ہے کسی گلعذار کا تعویذ

ملون نہ آنکھون سے کیون اُسکے خط کو اے قاصد — یہ ہے مرے مرضِ انتظار کا تعویذ

پیون جو مے مرضِ غم ہو دور اے ساقی — کہ خطِ جام ہو میرے بخار کا تعویذ

اثر دکھائے گی الفت پس فنا تو حضور — ملین گے آنکھون سے میرے مزار کا تعویذ

کبھی تو فاتحہ پڑھتے ادھر بھی آجائین — اثر دکھائے الٰہی مزار کا تعویذ

چمن مین جاؤ تو نرگس لگائے آنکھون سے — تمہاری چوٹی مین ہے کس بہار کا تعویذ

خط اُن کا آیا ہے رکھ لون مین اپنے سینے پر — کہ ہے یہ میرے دلِ بیقرار کا تعویذ

گیا جو یہ تو بلا سے امیر وہ تو ملا — رہے گا دل کی جگہ دستِ یار کا تعویذ

ردیف راے مہملہ

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر — سر فروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

کوہکن کو کبھی شیوۂ عشاق نہین — ہے جو عاشق دلِ معشوق مین گھر پیدا کر

رنگ جاتا ہے اگر اس باغ مین آزادی کا — نکہتِ گل کی طرح شوقِ سفر پیدا کر

قطرۂ اشک بنے گوہرِ گوشِ جانان — آبرو اتنی تو اے دیدۂ تر پیدا کر

اُڑ چلے گا ابھی اے بانہ ذرا بال تو کھول — تجھکو تمنا ہے پریزاد تو پر پیدا کر

کونسی جا ہے جہان جلوۂ معشوق نہین — شوقِ دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر

میرے ہی دل پہ گرے کاش یہ بجلی تکبیر — اے فلک آہ مین اتنا ہی اثر پیدا کر

آخرت مین عمل نیک ہی کام آئین گے — پیش ہے تجھکو سفر زادِ سفر پیدا کر

عشق حسنِ نمکین کا جو اُٹھانا ہے مزا — پہلے کچھ ذائقۂ زخمِ جگر پیدا کر

اپنی گردن پہ بہت ہی تجھے زعم ہے — جب مین جانون کہ شبِ غم کی سحر پیدا کر

صدمے الفت کے اُٹھانے ہین الٰہی مشکل — دل اگر ایک دیا لاکھ جگر پیدا کر

عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے امیر

٨ — دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر — ١٠٣

جو دل ہے حلقۂ بزمِ شراب سے باہر
وہ ذرہ ہے عمل آفتاب سے باہر

سوال کرنے لگے ہیں شوق سے آئین
وہ دہن ہیں میں نہیں سوکے جواب سے باہر

خدا کو دل ہی میں ڈھونڈا ادھر اُدھر نہ پھر
نہیں کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

شریک ہو کے رہے یا الگ نبلے گھر
کسی طرح نہیں دریا حباب سے باہر

جو ہوے دیکھے حسین ہیں پر لیں تو دولے ہوں
یہ لین دین تو ہے ہر حساب سے باہر

یہی ہے اشک کا طوفان تو مثل قصر حباب
محال ہے کہ مرا گھر ہو آب سے باہر

ڈرے حساب کے دن سے تو تو ڈرے مجھ کیا
مرے گناہ ہیں زاہد حساب سے باہر

١٤ — تڑپ ہی جائیں وہ گھر میں کروں جو آہ امیر
نکل گھڑے ہوں ابھی اضطراب سے باہر — ١٠٥

کونسا گل ہے نہیں جو زیب دامانِ بہار
کونسا غنچہ نہیں گوشے گریبانِ بہار

کسقدر روشن ہے پھولوں سے شبستانِ بہار
شاخ ہر گلبن کی ہے سر و چراغانِ بہار

قاضی و مفتی و زاہد سب گھروں میں چھپ رہے
ایک دیوانہ ہے تیرا مرد میدانِ بہار

نشے کے قطرے جو ہیں لے ست آنکھوں میں تیری
ہے بجا اُن کو اگر کہیے رگِ جانِ بہار

دونوں عاشق ہیں مگر ہے عشق میں البتہ فرق
میں نثار حسن ہوں بلبل ہے قربانِ بہار

اب یہ آسان حکومت سہل تسخیر ہے
داغ ہر لالے کا ہے مہر سلیمانِ بہار

تازگی ہر رخ پہ ہے جاتی رہی افسردگی
چپے چپے بوٹے بوٹے پہ ہے احسانِ بہار

زلف سنبل سر وقد غنچہ دہن عارض چمن
چشمِ نرگس گوشِ گل کانٹے ہیں مژگانِ بہار

گو ہے شہوار شبنم نذر دیتی ہے صبا
تختِ گل پر رونق افزا ہے جو سلطانِ بہار

مے فروشوں سے کہو کھینچیں وہ انگوری شراب
کونپلیں پھوٹیں ہوا گلشن میں سامانِ بہار

باغباں کانٹوں کو سنبھالے رکھے کہ ہنگام خزاں
کو بچیں ڈالیں خلل الجھائیں دامانِ بہار

کیون نہ کہیئے شاہ ہے تاج ہین شاخین ہین تخت
ہے نگین لالہ تو فرمان ہے فرمانِ بہار

برگِ گل سے قطرۂ شبنم گراتی ہے صبا
کیون نہ لوٹے دل جو دیکھے درِّ غلطانِ بہار

١٠٦

جوشِ گل سے ہے یہ ارزان نرخ بازار اے امیر
کوڑی کوڑی بک رہے ہین ماہِ کنعانِ بہار

١٥
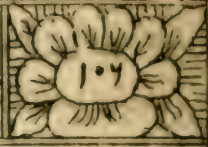
شو دل فدا ہے صاحبِ فرمانِ رامپور
ہے رامپور جسم وہ ہے جانِ رامپور

بالا ہے قاف سے بھی کہین شانِ رامپور
زلفِ پری ہے سایۂ ایوانِ رامپور

غازہ بنائین رے کے جو پائین بتانِ چین
رنگِ شکستہ چمنستانِ رامپور

محوِ خرامِ ناز نسیم و صبا نہین
گلگشت کر رہے ہین حسینانِ رامپور

کلیان یہان کی باغ کی ہین کیا ریان
رضوان ہے باغبانِ گلستانِ رامپور

نرگس کے پھول گر پڑے انگور کے نہین
ہین دخترِ رز کی تاک مین مستانِ رامپور

آشفتگی یہان کی ہے طرۂ بہار پر
زلفِ بتان ہے خوابِ پریشانِ رامپور

کونین کے مزے ہین بشر کو یہان نصیب
دونون جہان سے سیر ہین مہمانِ رامپور

اہلِ نظر کو ملتی ہے آنکھون مین یان جگہ
اللہ چشمِ بد سے نگہبانِ رامپور

چکر مین بے سبب نہین دن رات آسمان
کرتا ہے مہر و ماہ کو قربانِ رامپور

شہنا کی بام سے نہین آئی ہے یہ صدا
زہرہ ہے آسمان پہ ثنا خوانِ رامپور

سائے پہ فرطِ نور سے عالم ہے دھوپ کا
ہے آفتاب شمسۂ ایوانِ رامپور

بھولین گے خلد مین بھی نہ انکے ادا و ناز
یاد آئین گے وہان بھی حسینانِ رامپور

لاتے نہین خیال مین شاہانِ دہر کو
حضارِ بارگاہِ سلیمانِ رامپور

١٠٧

حصۂ امیر کو بھی ملے خوانِ جود سے
مہمان نواز یہ بھی ہے مہمانِ رامپور

١١

بادۂ سرخ پیو ان ساغرِ مینا بھر کر
موسمِ گل مین گرون کیا ہین خم پنبہ بھر کر

دل پہ ہے بحرِ محبت مین ہجومِ غم و یاس
خوف ہے بیٹھ نہ جائے یہ سفینا بھر کر

باندھو وین عشق کے بازو پہ یہ اچھی ہی صلاح
دل کے تعویذ مین ہم نقشِ رفینا بھر کر

فصل گرمی کی ہے رکھتا نہ کمر مین قاصد
حرفِ مکتوب نہ مٹ جائین پسینا بھر کر

حُسن کی نذر کو پھولون کی لگائی ڈالی
عشق نے داغِ الم سے مرا سینا بھر کر

ساقیا رحم کہ بے بادہ مجھے گزرے ہین
چند روزہ اور بھی خالی کا مہینا بھر کر

حال کیا پوچھتے ہو میرے دلِ پُر خون کا
دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر

محضرِ دل پہ مرے اسلیئے کرتے ہین وہ مُہر
لعل ہو خون مین پتھر کا نگینا بھر کر

نشۂ دولتِ دنیا ہے خمارِ عقبےٰ
مستِ منعم ہین عبث زر سے خزینا بھر کر

عطر تحفے مین نہ بھیجو مجھے بھیجو کسی دن
شیشیون مین گلِ عارض کا پسینا بھر کر

۱۰۸

مستِ میخانۂ غم کب نہین رہتا ہین امیر
خون چلّو مین ہمیشہ ہے مجھے پینا بھر کر

۱۵

آمادہ وہ مژگان سے ہین ناوک فگنی پہ
مینہ تیرون کا برسے گا غزالِ ختنی پہ

ناصح نہ زبان کھول مری طعنہ زنی پہ
عاشق ہے خدا بھی تو رسولِ مدنی پہ

ہر آیۂ قرآن سے فصیحون کو ہے حیرت
حیران ہین کہ ایسا سخن اس بے پڑھی پہ

گلشن مین بہار آئے کرے گرم تو بازار
زہاد تلے بیٹھے ہین توبہ شکنی پہ

اب قافلۂ صبر و تحمل کا خدا ہے
باندھی ترے غمزے نے کمر راہزنی پہ

ساتھ اپنے جو لیجائین مجھے بھی وہ سفر مین
قربان وطن ایسی غریب الوطنی پہ

مارا مجھے اُسنے ترے لب یاد دلا کر
ثابت ہے مرا خون عقیقِ یمنی پہ

آیا ہے شہیدون کی طرف دیکھیے اب خلق
کیا باندھو باندھے تری گل پیرہنی پہ

یون اور حسین دیکھ رہے ہین ترے رُخ کو
محتاج کی جسطرح پڑے آنکھ غنی پہ

چھینی فلک دون نے جو محتاج کی چادر
ڈالیگا یہ کمبخت مگر قبرِ غنی پہ

چھو جائے ہوا بھی تو تنِ صاف ہو میلا
ہے قطع یہ جامہ تری نازک بدنی پر

فرہاد نے کچھ لطف نہ محنت کا اٹھایا
تیشے کے تلے ہاتھ رہا کوہکنی پر

صیاد نہ رو رنج اسیرانِ قفس کو
کر رحم غریبون کی غریب الوطنی پر

کیا خط کا جواب اُسنے تسلی سے دیا واہ
بھیجا سرِ قاصد مجھے نیزے کی انی پر

۱۰۹ — ۸
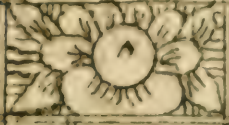
کیا رتبہ امیر اسکو ملا عرش پہ پہنچا
سر جس کا جھکا پائے رسولِ مدنی پر

العجب ہے جو سرکشی مین یہ نہ رہ دار
کہ ہے سر بر زمین شاخِ ثمردار

مین جس دن قاصد کو دون اپنا خطِ شوق
ابھی وہ صورتِ طائر ہو پردار

نہ ہاتھ اول کھینچ کر دار پہ کھینچا
کہین منصور سے ہوتے ہین سردار

سناتے ہو مجھے اتنا کہ کہہ رہ
کہان پاؤگے ایسا ناز بردار

جہان مین وجہ شادی ہے تو دولت
نہ ہنستے گل اگر ہوتے نہ زردار

کہان تک شورشِ بیہودہ اے دل
کوئی نالہ تو پیدا کر اثر دار

قدِ گیسو کا ہے عاشق سے ایسا
رسن پر یان رسن ہے دار بر دار

۱۱۰ — ۱۶

امیر اُس قامتِ موزون کے آگے
چمن مین سرو آتا ہے نظر دار

دل اپنا جو فدا ہے سفت کا الزام دلبر پر
لگا تہمت ستمگر کاٹے خون ہو جلاد کے سر پر

خرابِ عشق لاکھون تاک مین ہین چشمِ ساقی کی
زمانے کے شرابی آگرے ہین ایک ساغر پر

دکھا کر آنکھ قاصد کو صنم نے کر لیا بندہ
خدا کی شان دیکھو چل گیا جادو پیمبر پہ

دلِ بیتاب عاشق جا کے ٹھہرا کوے قاتل مین
سپاہی لے کے گھر کھولی نہ بگڑا اپنے بستر پر

نہین یہ گرمیِ مے ہے لبِ جانان پہ بجانے
الٹ کر رکھ دئے ساقی نے ساغر خون کے تر پر

شہیدِ تیغِ قدِ یار ہو کر اسقدر تڑپا
کہ اڑ اڑ کر کفن کی چھینٹین پڑین دامانِ محشر پر

یہ شوق نامہ ہے انتظارِ خطِ جاتا ہین | پھڑک جاتا ہے دم آوازِ پرواز کبوتر پر
گڑے مردے اکھیڑے جائینگے پھر یہ ویکاری گو | زمانے بھر کے جھگڑے اٹھ رہے ہین روز محشر پر
سیہ کاری سے جی بھرتا نہین یہ شرم آتی ہے | کہان تک بوجھ رکھئیے کاتب اعمال کے سر پر
نہین ہو جبہ جوہر سے مشابہ بجلیے کے ٹانکے | دہانِ زخم کا پھر دانت ہے قاتل کے خنجر پر
مجھے بھی کوئی بوسہ دے لبِ شیرین کا اے ساقی | جہان سیراب مین پیاسا کھڑا ہون نہر کوثر پر
جو اس بالقیس وش سے لیکے نامے کا جواب آئے | تصدق کر کے چھوڑ دین سیکڑون ہدہد کبوتر پر
لگا لے گا وہ سرمہ آنکھ مین کس کس کے کھانیکو | ہمارے دم تلک رکھتا ہے قاتل باڑھ خنجر پر
وہ مست آئے تو میکش کیا ہین بیحس بیست ہو جائین | صراحی پر صراحی خم پہ خم ساغر ہو ساغر پر
ریاضِ دہر مین ہم سا کہان ہے طائرِ وحشی | کہ اپنا آشیانہ بخار مین ہے قیس کے سر پر

۱۱۱

امیر اب دوسرے کو اس جہان مین کیا توقع ہو
برادر کو نہ آیا رحم یوسف سے برادر پر

۱۶

وہ بگڑے جب لیا بوسہ جھگڑ کر | شکستِ فاش دی قسمت نے لڑ کر
گئے وہ ہم سے بیماری مین لڑ کر | طبیعت اب نہ سنبھلے گی بگڑ کر
اجل نے سارے جھگڑون سے چھڑایا | فراغت مل گئی تربت مین گڑ کر
وہ کشتہ ہون جو قاتل نے کیا قتل | ہزارون پیترے بدلے اکڑ کر
حیا آتی ہے کیا منزل پہ جاؤن | کہ کانٹے رہ گئے ہین پاؤن پڑ کر
یہ جنگ زرگری در پہ وہ ہے صلح | ملا دیتی ہے دل کو آنکھ لڑ کر
وہ مجرم ہین نہ رضوان بھی اٹھائے | در جنت پہ ہم بیٹھین جو اڑ کر
جدا سر ہو تو اپنا دردِ سر جائے | کرین کیا دردِ سر صندل رگڑ کر
کنوئیان کیا گیا نہ الفت نے جھکائے | بنے ناسور دل مین داغ پڑ کر
نکیرین آئے ہین تربت مین ناحق | ملے گا کچھ نہ مفلس سے جھگڑ کر

جو آبادی ہے ویرانی ہے آخر
ہوئے جنگل ہزارون شہر اُجڑ کر

کہین جاتا ہے دل سے عشقِ مژگان
نکلتی ہی نہین یہ پھانس گڑ کر

خلفِ آدم ہین ہم خلد ارثِ آبائیم
کبھی لیلین گے رضوان سے جھگڑ کر

ق

فراقِ یار مین نفرت ہے مے سے
الگ بیٹھا ہون ساقی سے بگڑ کر

کہان آیا ہے میرے پاس شیشہ
نکالو بھی اسے گردن پکڑ کر

۱۳

امیر اک شہر ناپرسان ہے وہ بزم
رہان تم کیا بناؤ گے بگڑ کر

۱۴

ساقیا ابر ابھی آیا نہین میخانے پر
کیون قدح نوش گرے پڑتے ہین پیمانے پر

وہ حسین تو ہے کہ پریون کو بھی ہے پاس ترا
سایہ کرتی ہین پرون سے ترے دیوانے پر

شکل حیوان کی نہین صورتِ انسان کیسی
کچھ عجب عالم ہو ہے مرے دیوانے پر

کیون ترے سر پہ نہو لغزشِ پا کا احسان
ہاتھ پڑ جائے جو بیساختہ اُس شانے پر

جی مین ہے شیخ و برہمن کو دکھاؤن بیان
ناز کعبے پہ اسے ہے اُسے بتخانے پر

ہے عجب حال یہان کوئی سمجھتا نہین کچھ
لاکھون اپنون کو کہون رکھتے ہین بیگانے پر

فردِ تقسیم کی ہے مزرعِ آفاق نہین
نام ہر ایک کا لکھا ہے ہر اک دانے پر

طالبِ دل ہین وہ عشاق سے ایسی طرح
جیسے حاکم کی نظر رہتی ہے نذرانے پر

ہمسے کہتا ہے کہ گیسو نہ چھوؤ اُس بت کے
مار الله کی ناصح ترے سمجھانے پر

دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت لیلے مول
عشق بلبل پہ ہے موقوف نہ پروانے پر

آتشِ غم مین جو ہم جلتے ہین پروا نہین کیا
رحم آتا ہے کہان شمع کو پروانے پر

ہون مین وہ بلبلِ غمناک کہ گلزار مین گُل
چاک کرتے ہین گریبان مرے افسانے پر

ہے وہی دوست جسے جس سے کہنا ہو جائے
نہ یہ اپنے پہ ہے موقوف نہ بیگانے پر

مجھسے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیر

۱۱۳ چھاگئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر ۱۴

دیکھو زبان نہ تیز کرو بات بات پر
بوسہ ملا جو اُس لبِ شیرین کا مر گئے
پائی ہے برہمن نے جو در پر ترے جگہ
آرام سے ہون فقر کے بستر پہ مین گرا
سنتا ہون محتسب نے کیا میکدے کو غرق
رحم آئے جب مزاج پہ تب ہون وہ مہربان
جھڑتے ہین بوستان مین جو دو چار برگِ گل
لکھتے ہین ہم جو مدحِ چشمِ سیاہ یار
شیشے مین ہم پری کو اتارینگے دیکھنا
کو وکس مزاج چاہنے والے نہین ترے
منعم ہے شکر فرض جو سائل ہون تیرے گرد
پردہ یہ کس کے عارضِ روشن سے اُٹھ گیا
سمجھے یہ خطِ پشتِ لبِ یار دیکھکر

تینچی چلے کسی کے نہ رختِ حیات پر
دی جان ہمنے چشمۂ آبِ حیات پر
بیٹھا ہے لات مار کے عزیٰ و لات پر
تکیہ ہے جب سے رازقِ مطلق کی ذات پر
بھلا دیا نہ یدنے بہرہ فراست پر
موقوف وصل یار ہے دن پہ نہ رات پر
گر جاتے ہین قفس مین مرے پانچ سات پر
آنکھین نثار کرتے ہین آہو دوات پر
چڑھ جائینگے کسی نہ کسی دن وہ گھات پر
کھیلین گے جان پہ اگر آئینگے بات پر
فانوس چاہیے کوئی شمعِ حیات پر
دن کا گمان ہے سارے زمانے کو رات پر
لکھا ہوا ہے حاشیہ عین الحیات پر

۱۱۴ درکار ہے بہانہ پئے مغفرت امیر
تقوے پہ منحصر ہے نہ صوم و صلوات پر ۱۷

بلا نام خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہو کر
جھکی ابرو دنیا مین تو عزلت نشین ہو کر
خراشِ غم نے کیسا میرے دل کا رنگ چمکایا
کلیجہ تختۂ سوسن کا بنا ہے نیلے داغون سے
اگر یہ حال شب ہم نے کہا تجھسے کیا فرمایا

فلک کی کرامات حیرتی جو گھٹا تو زمین ہو کر
معدن مین بیٹھ جاہئے دو تہ نشین ہو کر
زیادہ ہو گیا قیمت مین کندہ یہ نگین ہو کر
غضب کی لی ہین دل مین چٹکیان پہلو نشین ہو کر
نہ سمجھے آپ میری بات بھی باریک بین ہو کر

بڑا ہی فخر قاصد کو ہوا خط پا کے ڈرتا ہون
فلک پر اُڑ نہ جائے یہ کہیں روح الامین ہو کر

تصور ہے وہی ہے پیش نظر ہر دم حسینون کا
تماشا ہے رہے محفل مین ہم خلوت نشین ہو کر

کمر ہے بال سی اے گلبدن لچکے نہ چلنے مین
نہ اتنا چاہیے مو بانٹ بھاری نازنین ہو کر

بتا دے اے فلک تو ہی تعجب ہم کو آتا ہے
کہ خوش ہوتا ہے پھر کیونکر کوئی اندوہگین ہو کر

بہارِ لالہ و گل پھر کبھی کا ہے کو دیکھین گے
چلے ہین اس چمن سے ہم نگاہِ واپسین ہو کر

بلون جسدم مین آنکھین اُنکے ساعد سے دمِ رخصت
تو رہ جانا دہین اے پردہ چشم آستین ہو کر

جو دل بھی مہربان ہو کب زبان پر اُنکے قابو مین
جو لب تک ہان بھی آتی ہے نکلتی ہے نہین ہو کر

لگایا تو گلے سے پر لگائی تیغ بھی اُس نے
ملا تو عید کے دن وہ مگر چین بر جبین ہو کر

خدا مومن کی صورت رزق کافر کو بھی دیتا ہے
کسی کو بھول جائے کیا وہ رب العالمین ہو کر

جگہ پکڑی ہے کیون سینے مین دل اس سے کیا حاصل
کسی انگشتری مین اس کو رہنا تھا نگین ہو کر

تصور بندھ گیا جس شام کو اُس حور طلعت کا
تو آیا خواب آنکھون مین پری پیکر حسین ہو کر

امیر اک آئنہ خانہ تھا دنیا جسکو کہتے ہین
وہی صورت رہی پیش نظر نکلی کہین ہو کر

۱۱۵ — ۹

کیون کر نظر مین آئے کہ ہے بے نشان کمر
آنکھون سے مثل تار نظر ہے نہان کمر

زانون مین اور شکم مین صفائی کی بحث ہے
دونون ہین پر خموش کہ ہے درمیان کمر

جسطرح خود ہے عالم ہستی مین بے نشان
اک دن کریگی یون ہی مجھے بے نشان کمر

جب قصد کرتی ہے کہ مرے دل کو باندھ لے
زلفِ دراز بڑھ کے یہ کہتی ہے ہان کمر

ہم خوب جانتے ہین کہ ہے جادۂ عدم
سمجھے ہوئے ہے جسکو یہ سارا جہان کمر

لاکھون ہین سرفروش ہزارون ہین سر بکف
اک روز باندھیے تو لے امتحان کمر

کھلتا نہین کہ خاک مین عاشق تو مل چکے
اب تک ستم پہ باندھے ہے کیون آسمان کمر

تصویر کیا کھنچے گی مصور سے آپ کی
معدوم اگر دہن ہے تو ہے بے نشان کمر

۱۲ ۱۱۶

کاہیکو پھر امیر ستاپاؤ گے بادِ فا
باندھو نہ اُسکے قتل پر اے جانِ جانِ کمر

گلشن فردوس ہے رخسار یار
ہین جو آنکھیں طالبِ دیدار یار
خلد مین ٹھہرے تہِ طوبےٰ جو ہم
زندہ مردہ مُردے زندہ ہو چلے
برق چمکی تھی جو کوہ طور پر
آنکھ اُسے کہیئے جو دیکھے وہ جمال
اسقدر غالب ہوئے خوابِ مرگ
باغ مین نازان ہین کیا طاؤس وکبک
عین صحت ہے مرض کیسا مرض
قتل ہوتا ہے دمِ تزئین جہان
اپنی آنکھیں بھی غضب طرار ہین

اب کوثر شربتِ دیدار یار
کاش ہوتین روزنِ دیوار یار
یاد آیا سایۂ دیوارِ یار
حشر برپا کرکے چلی رفتار یار
وہ بھی تھا اک پرتوِ رخسار یار
کان وہ ہے جو سُنے گفتار یار
آچکا ہے وعدۂ دیدار یار
ٹھوکرین کھلوائیگی رفتار یار
ہے مسیحا یار ہاسم بیمار یار
آئنہ ہے تیغ جوہردار یار
لوٹے لائین دولتِ دیدار یار

۱۴ ۱۱۷

آنکھ کھولو خوابِ غفلت سے امیر
گرم محشر مین ہوا و رہار یار

اُٹھاتے تھے جو قرآن کل فلک پر بیقراری ہے
اُٹھایا زخم کاری ہاہیرے دل نے زخم کاری ہے
تفوق ہو ترے گلگون کو جب بادِ بہاری پر
بھر آئی اُس صنم کی آنکھ بھی اللہ کی قدرت ہے
گھر اشجار سے اکبھی خزان بھی آنیوالی ہے
نہین یہ خندۂ دندان تلوار کا قاتل

مصلّے تک گرو ہین آج اُن کی بادہ خواری پر
لگائی تیغ ابرو آسنے مژگان کی کٹاری پر
یقین نکہتِ گل کیون نہو گرد سواری پر
ہوا پتھر کا دل پانی ہماری اشکباری پر
اُٹھائین سر نہ آنذا باغبان کی آبیاری پر
چھڑکتی ہے نمک ظالم ہمارے زخم کاری پر

تری موج تبسم نے چمن کا رنگ چمکایا
ہوا اک اور گھوڑا توسن باد بہاری پر

شرارہ ہے یہ گویا نالۂ پرسوز مجنوں کا
چمکتا ہے کلس زرین جو لیلیٰ کی عماری پر

رہ پیاسا ہوں غنیمت ہے مجھے اک بوند بھی پانی
انگلی خود جا کے رکھہ دیتا ہوں بوندی کی کناری پر

فقیر اللہ کے ہیں بوریائے فقر ہے لب تر
توکل پر نظر تکیہ ہے اپنا ذات باری پر

خدا ہے عشق ابرو میں جوانی جان پر بن جائے
رہا کرتا ہے خوف غرق کشتی کی سواری پر

کنویں سے جوش کھا کھا کر نکل آتا ہے جو پانی
مٹا دیتا ہے دل اسکا بھی ہماری بیقراری پر

چھپایا گل نے پر یہ بلبل کشتہ کا خون اچھلا
پڑیں اڑ اڑ کے چھینٹیں دامن ابر بہاری پر

امیر ایسی بھی شب ہوگی کہ وہ مہ میرے گھر آتا
ترحم کچھ تو کرتا آسمان اختر شماری پر

نوجوانی ہے نہ پوچھو رخ جانان کی بہار
کچھ عجب موسم گل میں ہی گلستان کی بہار

ہے جہاں جلوۂ معشوق وہی شہر ہے خوب
ساتھ یوسف کے گئی مصر میں کنعان کی بہار

جوش گل باغ میں ہے جوش جنون لازم ہے
پرزے پرزے سے ہوئی اب ہی گریبان کی بہار

کسطرح میکدے والونکو یقین ہو واعظ
دیکھہ آیا نہیں تو روضۂ رضوان کی بہار

رنگ محفل کا تو نکہت سے حسینوں ہی کے ہے
گل جو کھلتے ہیں تو ہوتی ہے گلستان کی بہار

پر تو گیسوی جانان نہیں آئینے میں
ہے لب نہر چمن سنبل و ریحان کی بہار

باغبان سے کہو بوٹے نہ بہت پھولوں پر
سیپارۂ دین ہے یہ گل و لالہ و ریحان کی بہار

سیکڑوں لالہ رخ و سرو قد و غنچہ دہن
دیدنی ہے چمن عالم امکان کی بہار

اب مدینے کی طرف قصد مصمم ہے امیر
دیکھئے چل کے ذرا گلشن ایمان کی بہار

سے پھولوں میں ہوں اور چمن صدقے ہو جوبن پر
لہو ہاتھوں میں مہندی ہی خون سب کا میری گردن پر

برابر رحم اہل درد کو دوست دشمن پر
کہ جل جاتا ہوں میں گرتی ہے بجلی جسکے خرمن پر

ہجوم ایسا نگاہوں کا ہوا ہے اُنکے چلمن پر
کہ دھبے پڑ گئے ہیں جا بجا پردے کے روشن پر

الٰہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر میں
کبھی جیب کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر

وہ بیکس ہوں کہ مستی میں ذرا بھی گر قدم بہکے
پڑے اُڑ کے میرا ہاتھ زاہد اپنی گردن پر

وہ رنگی ہے نہیں خالی ہے کوئی بات اُس بت کی
پیام صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر

تڑپتا ہے دل بسمل کہیں ایذا نہو تمکو
قدم رکھو تو بسم اللہ کہکر میرے مدفن پر

ادا نے ہاتھ تھاما ہی نزاکت نے رکاب آکر
ارادہ جب کیا چڑھنے کا اُسنے پشت توسن پر

شرار آتش دل ہیں کہ قطرے اشک خونیں کے
نظر آتی ہیں کچھ چنگاریاں سی جیب و دامن پر

اسیران ازل کو قید بار دل نہیں ہوتی
گرانی طوق کرتا ہے کہاں قمری کی گردن پر

تہیدستوں کو کیا خوف بلائے آسمانی ہے
کف افسوس ملکر رہ گئی برق اپنے خرمن پر

کدورت کب جگہ پاتی ہے دلہائے صاف طینت میں
نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر

دیا ہے تیرہ بختی بعد جل بجھنے کی بھی باقی
دھوئیں کا جیسے رہجائے نشان دیوار گلخن پر

زہے غیرت چلے تو لوٹ کے پہنچے تا سر منزل
پھرے تو فاتحہ پڑھتے ہم آئے قبر رہزن پر

نہ کرتا مے سے توبہ تو الٰہی ہرگز نہ میں مرتا
جو سچ پوچھو تو میرا خون ہے قاضی کی گردن پر

سکر وبی سے میں وحشی ہوا ہے دشت وحشت میں
پشیمان ہوں جو ڈالیں ہاتھ کانٹے میرے دامن پر

لگی ہے آگ ہی لیکن بلبلوں کے کیا مزہ ہوتا
کوئی پھول اُڑ کے پڑ جاتا اگر گلچیں کے دامن پر

گل خورشید بھی آندھی ہے میری ہی جلانے کو
چمک کر دھوپ بجلی بنگئی شاخ نشیمن پر

۱۲۰ امیر ایسا گیا ویران اجل نے قصر شاہی کو
کہ آنکھیں رکھ کے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر ۲۱

مرے آنسو نکلے شعلے اسطرح ہیں میرے مدفن پر
چراغ زیر دامن کا ہو جیسے نور دامن پر

لگی ہے جان اک پردہ نشیں پاک دامن پر
عجب کیا بخیہ ابر کرم ہو ہیہ امیر کے مدفن پر

وہ بسمل ہوں نگاہ گرم سے دیکھے جو قاتل کو
اچھل کر خون میرا جا پڑے قاضی کی گردن پر

کسی گل پیرہن کی جامہ زیبی رنگ لائی ہے
گریبان آجکل ٹوٹا ہوا ہی میرے دامن پر

مسیحا ور گریبانچ کوئی تو مجھکو کچھ نہیں پروا
اٹھا بیٹھیں گے کاندھوں کے فرشتے تیر مدفن پر

یہ عالم ہے عشق کا مدہوشی کہ گرم محبت ہیں
کہ چشم خضر بھی رہتی ہے آب تیغ رہزن پر

عجب لذت ہے تیری ادا سے قاتل نے مارا ہے
مرا خون اسکے سر پر اسکا احسان میری گردن پر

سمجھا تھا کہ ان طوقوں میں یہ مجھکو پھنسا دینگے
کرو گے جوڑیاں ٹھنڈی تم آ کر میرے مدفن پر

گلا کٹوا مرے سلسلے دیر لے دل کھا یہ دن
کبھی گردن پہ خنجر ہے کبھی خنجر ہے گردن پر

کر دیکھا اسطرح بدنام ان پردہ نشینوں کو
لہو ٹپکے گا اپنا جا بجا ہیں ایک ایک چلمن پر

وبال معصیت سے پاک ہیں دل صاف ہے جنکا
عذاب کشتی ہوتا نہیں شیشے کی گردن پر

عبث ہی دہشت روز قیامت تر دامنی واعظ
نمازیں پڑھ رہی ہیں آکے حوریں اسکے دامن پر

نگاہ یاس نے خنجر کیا ہر شب ہجر قسمت کی
چلی الٹی چھری مقتول کی قاتل کی گردن پر

مرے ہم اٹھ سکے غربت میں رہا تھا لیکن آہ تلخی
خضر نے دیدیا تو فاتحہ حلوائے رہزن پر

تصور ایکدم بھی اسکی پلکوں کا نہیں چھٹتا
ہمیشہ آنکھ رہتی ہے نظر بازوں کی چلمن پر

پھری اے ترک جس سے آنکھ تیری ہو گیا بسمل
قضا کی بھی نظر رہتی ہے ہر دم تیری چتون پر

ترحم تیغ کے آگے نہ مجھ پر چاہیئے تمکو
کہ دل رکھتا ہے میرا چوٹ پڑتی ہے جو دشمن پر

میں جب کہتا ہوں آس سے مجھکو تیری خنجر نے مارا
تو شوخی سے حیا الزام رکھدیتی ہے چتون پر

چلے تیغ نگہ اغیار پر ہیں ایڑیاں رگڑ دن
مرے ہوتے غضب ہے ہاتھ اٹھائیں آپ دشمن پر

نہیں ہے قطرہ شبنم یہ مستی دیکھ کر تیری
گھڑے پانی کے غیرت سے پڑے ہیں آکے سوسن پر

١٤٠

امیر اسکی ادا سے ایک عالم کی قضا آئی
پڑے گا فاتحہ کون آکر کسی کے مدفن پر

١٤١

اثر یہ ہے جو دی ہی جان اسکے روئے روشن پر
کہ آنکھیں مانگتے آتے ہیں اندھے میرے مدفن پر

اندھیرا چھا گیا ہے یار ایسا روئے روشن پر
زبان یار کا عالم نظر آتا ہے سوسن پر

ردیف زاے معجمہ

یون ہے خط سبز سے رنگ رخ دلدار سبز — کوئی ہی جیسے زمین کو خضر کی رفتار سبز
دشمن دارون کا بدلتا ہے کہین دنیا مین رنگ — برسون ٹھہرے ہو نہ آب گوہر شہوار سبز
کیا چمن مین پڑ گیا عکس پیا تبان سبز رنگ — خاک سے سبزہ اگا پہنے ہوئے زنار سبز
انفس سے عشق مین یہ قحط آیا بہار آئی نہین — ہو گئے مثل زمرد گوہر شہوار سبز
باغ مین نادر کی ہی سبزی ہے جو آئی ہے بہار — خاک پر سبزہ تو کانٹے ہین سر دیوار سبز
میکشو کچھ کم نہین صحن چمن سے میکدہ — سرخ گل مین جام شیشے صورت اشجار سبز
چہرۂ شفاف جانان پر ہے جو آغاز خط — خوف ہی کر دے نہ اس آتش کو زنگار سبز
مست تیرے جی کے سبزی سیر کو نکلیں اگر — کیون نظر آئے نہ پھر بازار کا بازار سبز
مردہ امیدون مین رونے ہی سے جان آجائیگی — کھیت کر دے گا برس کر ابر دریا بار سبز

(١٢٥) سبزہ رنگون نے کیا ہے گھر جو آنکھون مین امیر
آپ دکھائی دیتے ہین سارے در و دیوار سبز (٨)

زلفون سے حال رخ ہے مجھے بیشتر عزیز — پہلون سے ہے زیادہ یہ زنگی پسر عزیز
جان ایک بھی اچھا نہین سکتا ہی نزع مین — کیا فائدہ جو دوست اُدھر ہین ادھر عزیز
رستے مین شوق نامہ کہ گر پڑے — رکھنا زیادہ جان سے اے نامہ بر عزیز
اہل جہان کو دولت دنیا سے یون ہے انس — جسطرح مور دار کو شیر و شکر عزیز
ہو خاک جاہلون کو ہمارے سخن کی قدر — پتھر کو لعل ہے نہ صدف کو گہر عزیز
چھوٹون نہ پھر کسی نے کیا یاد ایک دن — کیا ہم کو دفن کر گئے ہوتے بے خبر عزیز
دل سے زیادہ ہمکو غنیمت ہے داغ دل — بڑھکر ہے اپنے جگر سے یہ زخم جگر عزیز

(١٢٦) منظور گھر سے جلد وطن سے امیر کا
کہہ دو کہ دشمنی ہے نہ باہر ہین گھر عزیز (١١)

ردیف سین مہملہ

...سما ہمت سے کب جائے دیا دلبر کے پاس
گر بڑی دیوار پہنچے علی جو اسکے در کے پاس

...لب و قامت کا کشتہ ہا کہ مجہکو خلد مین
گھر بلا طوبے کے نیچے خیمہ کوثر کے پاس

...ادہی تحریر کی اس مستانے کی قدر داہ
ہے لفافہ ذات شیشے کی تو خط ساغر کے پاس

...ہو کر پاس کم ہو تشنۂ دیدار کی
اس قدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس

...عیان ہین ضعف سے پہلو مین میرے استخوان
جیسے صفحے پر خط مسطر خط مسطر کے پاس

...کو کردیتی ہے روشن صحبت اہل کمال
آئینے مین رنگ کب رہتا ہے روشنگر کے پاس

...ست آنکہین جلوہ گر اسکی تہ ابرو ہین
میفروشونکی دکانین ہین خدا کے گہر کے پاس

...شق و معشوق ہین مرکر بہی فرقت قہر ہے
گور نوشاہ ہے لازم قبر اسکی بر کے پاس

...رم آئی ہے مجہے زاہد بتاؤن کیا پتا
شہر مین رہتا ہون مین پیر مغان گہر کے پاس

...سے کس منہ سے وہ تیر حسن کے بانا ہین
اک درم ہے داغ کا کہو ...لانور کے پاس

۹ — ہے امیر اپنی دعا آئے مدینے مین اجل
دفن ہوجاؤن مین روضۂ پرنور پیغمبر کے پاس — ۱۲۷

...کا کرین چمکین جو چمن مین پر طاؤس
یان داغ سے ہر عضو تن مین پر طاؤس

...ہیدہ ہون یہ داغ عزیزان سے پس مرگ
مجہ زار کا مردہ ہی کفن مین ہے پر طاؤس

...خ سے دل پر داغ مرا زلف مین پہنچا
گلشن سے گیا اڑکے ختن مین پر طاؤس

...چہ نہین ابر بہاری کا یہ رونا
دکہلاتا ہے داغ اپنے چمن مین پر طاؤس

...رنگ ہے کیا روئے نگارین کی صفت کا
گویا ہے زبان اپنے دہن مین پر طاؤس

...پہنچتا ہے جو کچہہ داغ مرا زلف مین پہنچا
گلشن سے گیا اڑکے ختن مین پر طاؤس

...خوف جو برسات کی راتین ہین اندہیری
داغون سے چراغان ہے چمن مین پر طاؤس

...زدل پر داغ سے مین جلکے ہوا خاک
لازم ہے نشانی کو کفن مین پر طاؤس

وہ لبھایا ہے اُسے کیا تیری تیغ ناز نے / بیٹھی ہیں شرمائی ہوئی حوریں آکر بسمل کے پاس

کر تو ہی رحم اب اے قضا تڑپے یہ بیکس تا کجا / قاتل خفا خنجر کھنچا کوئی نہیں بسمل کے پاس

جب قیس غش کھا کر گرا لیلےٰ نے رو رو کر کہا / اے ناتوان کمبخت میرے آیا تھا کیوں محمل کے پاس

وہ نا قبول خلق ہے غربت میں دیوانہ ترا / منزل کہے چل دور ہو جائے اگر منزل کے پاس

جسکی طرف کی اک نظر دو ٹکڑے تھا اُسکا جگر / کیا برق تھا دم جلتی ہوئی شمشیر ہے قاتل کے پاس

اس کشمکش میں نزع کی کب تک رہوں میں سخت جان / اے اضطراب دل ذرا تو دوڑ جا قاتل کے پاس

میں نے کہا بیکس ہوں میں بولے ہمیں دیتی ہو دم / حسرت ہماری ہے ابھی باقی تمہارے دل کے پاس

١٣٠ — تیر نگاہ ناز نے تاکا کبھی دل کو اگر / جان امیر ناتوان پہنچی تڑپ کر دل کے پاس — ١٩

ردیف شین معجمہ

جو لپٹ بھی جاؤ گے گلبدن تو نہوں میں ہجر کے ڈر سے خوش / وہ کلیم تھے ہوئے طور پر جو نمود برق شجر سے خوش

نہ پتنگ ہوں نہ میں شمع ہوں کہ وہ خوش ہو شام سے صبح تک / نہ میں ذرہ طالب مہر ہوں کہ شام تک ہوں سحر سے خوش

کبھی خط وطن کو رقم کروں تو صبا کو بھی یہ گلہ لکھوں / کبھی تو نے بھی نہ کیا مجھے مرے دوستوں کی خبر سے خوش

نہ اڑوں گا گلشن دہر میں نہ پھنسوں گا آفت دام میں / میں وہ مرغ بے پر و بال ہوں جو ہوں اپنے زیر پر سے خوش

کبھی دل نہ خواہش دختِ رز کسی پھیر دش نے کی / مجھے تاکنے لگے محتسب کہ یہ بادہ خوار ہی گھر سے خوش

نہ زمیں سے مجکو رفاہ ہے نہ فلک سے مجکو پناہ ہے / یہ ہی فتنہ زادہ ہیں حیلہ گر نہ اِدھر سے خوش نہ اُدھر سے خوش

یہ مصاحبت کا سرور ہے کہ سزا بھی پانیکا غم نہیں / جو لگا کے دوش سے خوش کہاں تو ہی تیغ بند کمر سے خوش

ہے کسی کے پاس جو دل کہو غرض اُس پر کی رضا سے ہے / جو وہ دل سے خوش تو میں دل سے خوش وہ جگر سے خوش تو جگر سے خوش

عجب انقلاب زمانہ ہے کہ ہے اقربا میں بھی تفرقہ / نہ پدر رہے کوئی پسر سے خوش نہ پسر ہے کوئی پدر سے خوش

ہوئی سرد آگ جحیم کی وہ سیاہ کار ہیں رند ہوں / کہ تمام مردم حشر میں تھا ہر ایک دامن تر سے خوش

کہو کس صنم پہ نظر پڑی کہو کس حسین نے کیا کرم / بہت اے امیر وطن کو تم جو پھرے ہو ابھی سفر سے خوش

کٹ بھی چکے کہیں کہ ہے یاں سر وبال دوش | قاتل کو بھی ہے تیغ دو پیکر وبال دوش
اے تیغ یار جلد سبکدوش کر کہیں | ناطاقتی سے ہے مجھے اب سر وبال دوش
نازک جو لوگ ہیں کہیں اٹھتا ہے ان سے بوجھ | ہو کیوں وہاں نہ زلف معنبر وبال دوش
پی جاؤں ایک سانس میں وہ مجھکو پھر دو شیشہ | کب تک سبو ہے بادۂ احمر وبال دوش
تنکا سا بعد مرگ جو ہوا اپنا جسم زار | یاروں کو پھر جنازہ ہو کیونکر وبال دوش
ساقی مجھی کو دے میں سبو آنکھوں پہ لوں | ایسی اگر ہے تاک کی دختر وبال دوش
ہنگام شب جو پھینک گیا میری قبر پر | شاید تھی ماہتاب کو چادر وبال دوش

۱۳۱ کب تک اٹھاؤں بوجھ ستونوں کا اے امیر
ہے ابتدائے سن سے یہ لنگر وبال دوش ۷

ردیف صاد مهمله

اکسیر و کھوتی ہے پھر بھی رکھتی ہے ناکام حرص | دشمن عزت ہے جسکا ہے جہاں میں نام حرص
شدت اندوہ انسانکو بھلا دیتی ہے بھوک | خاک والے کی کریں مرغان زیر دام حرص
صاحب حاجت ہیں امیدوار انقلاب | ہیں غنی ہمکو نہیں اے گردش ایام حرص
جانتے ہیں اور بھی دنیا میں کچھ اہل طمع | رات سے دن تک تمنا صبح سے تا شام حرص
آرزو شیشے کو ہے آئے وہ تیری بزم میں | بوسے لب کا ترے رکھتا ہی ہے جام حرص
عاقبت مجھکو وہاں گور نے لقمہ کیا | وہ گیا بس گور کی اب کیا ہے باقی ہم حرص

۱۳۲ حرص سے خالی ہیں خاص و عام کمتر اے امیر
خاص استغنا سراسر دہر میں ہے عام حرص ۹

ردیف ضاد معجمه

کیوں نہ کہئے ہیں لب پر سے مژہ کر عارض | وہ کلمہ دیتی ہیں عینک میں ہیں ابرو عارض

حسن کہتا ہے سر بزم ہو جلوے کا ظہور
شرم کہتی ہے نہ پردے سے ہو باہر عارض

آنکھیں لڑ سکتی ہیں اب کسکی کہ نکلا خط سبز
لیکے آیا ہے یہ سادات کا لشکر عارض

دہر میں جلوہ گہ مہر ہے ہر ایک مکان
ہے مرے دل میں مری آنکھوں میں گھر عارض

دیکھیے جسکو وہ ہے حسن میں یکتائے جہان
لب دہن چشم مژہ زلف معنبر عارض

اسکو دیکھا تو کیا ہمنے تماشائے چمن
زلف سنبل لب دہن غنچۂ گل تر عارض

غل ہوا شہر میں خورشید گہن میں آیا
چھپ گیا جب تہ گیسوئے معنبر عارض

پھر آئینہ تو ہے وجہ صفا خانہ گستر
کیوں مرے گرد نظر سے ہے مکدر عارض

٢٣ — ٨
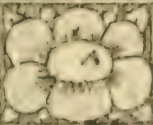
آج ہے ہجر تو ہو جائے گا کل وصل امیر
ایسے انسان کو مرض ہوتے ہیں اکثر عارض

ہمکو وزیر سے نہ کسی شاہ سے غرض
اللہ کے فقیر ہیں اللہ سے غرض

جلوہ پسند آپ کا عاشق ہوں آپکا
خورشید سے غرض نہ مجھے ماہ سے غرض

اٹھوائیے نہ میرے جنازے کو دھوم سے
مرنے کے بعد کیا حشم و جاہ سے غرض

یہ پوچھ اُن کے سر پہ رہے ہیں جو اغنیا
کیا چھپر گدا کو خیمہ و خرگاہ سے غرض

کیوں مومنوں کی جانب مسجد ہی نہ ہو رجوع
سارے براتیوں کو ہے نوشاہ سے غرض

روزینہ ہے جو لب سوں کا جاری رہے مدام
کچھ ہو نہیں تو ہے تنخواہ سے غرض

اے سامعین ہیں شعر مرے دل کا ترجمہ
کرتے ہو واہ کیا ہے مجھے آہ سے غرض

٢٤ — ٥

ہمدردی امیر کو جو پوچھے اُس لیے
نیکی کسی طریق کسی راہ سے غرض

ہوتا ہے روز مجھکو جو عارضہ نیا مرض
اللہ کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض

اسکو غم وصال ہے اسکو غم فراق
دل کو جدا مرض ہے جگر کو جدا مرض

جھنجھلا کے بولے اُن سے جو پوچھا عدو کا حال
پیدا ہوا ہے آنکھ یہ ہمکو نیا مرض

آیا ہے وہ مسیح مین بیخود ہون ہمدمو | مجھکو نہین تمیز بڑہا یا گھٹا مرض

ہر وقت اوڑہنا ہے بچھونا ہے شاعری
سچ ہے امیر تم کو ہوا یہ بڑا مرض

۱۳۵ — ۶

ردیف تاے مہملہ

پڑہا جاتا نہین اے دلربا خط | جز اک اللہ لکہا ہے نیا خط

اثر تہا یہ مری افتادگی کا | کمر سے نامہ بر کے گر گیا خط

کہا قاصد سے میرے کہو کہ نامہ | یہ کہدے جا کے لکھین دوسرا خط

نشان ملتا نہین اُن کے مکان کا | لیے پہرتا ہے قاصد جا بجا خط

لگائی تیغ پر اُس ترک نے تیغ | نہ مطلق سخت جانی سے پڑا خط

تمہارا کون ہے غیرون کی ہے ڈاک
امیر اُسکو سمجھ کر بہیجنا خط

۱۳۶ — ۹

ہے روے کتابی پہ کیا خوب تمہارا خط | کچھ سات خطون سے بھی ہو بڑہکے یہ پیارا خط

بہیجا جو کبھی ہم نے دیکھا بھی نہ سارا خط | عینک کی طرح اُسنے نظرون سے اُتارا خط

اک نامہ جو لکھا تہا اب تک نہ جواب آیا | کس منہ سے لکھون اسکو قاصد مین دوبارا خط

قسمت کا لکھا دیکھو بہیجا بھی اگر قاصد | اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑھ گئے سارا خط

لیجائیگا تربت مین وہ زیر کفن رکھ کر | جنت کا قبالہ ہے عاشق کو تمہارا خط

احباب دم آخر یسین سناتے ہین | جی جاؤن جو اسدم بھی آجائے تمہارا خط

آدیکھا قفس سے مین خود آکے سر گلشن | صیاد کو لکھتا ہے ناحق چمن آرا خط

یان نامۂ شوق رہی پرسون اکدن نہ کہا اُسنے | لکھوائین گے کچھ ہم بھی دیکھین تو تمہارا خط

اندہا ہون جو وہ خط ہو نظرون سے امیر اوجھل
جس روز سے آیا ہے آنکھون کا ہے تارا خط

۱۳۷ — ۱۷

ردیف ظاے معجمہ

آتا ہو میکدے کو تو دن کو آئے واعظ
دروازہ کون کھولے شب کو برائے واعظ

ساقی وہ رند ہون مین گردن زدنیان ہون
غوطہ لگا کے مجھکو خود ڈھونڈھ لائے واعظ

کیا فرق نیک و بد مین رحمت ہے عام اُسکی
رندون کا بھی وہی ہے جو ہے خدا کے واعظ

فردوس میکدہ ہے میکش بلا رہے ہین
اب بھی اگر نہ آئے دوزخ مین جائے واعظ

کیا وعظ سے نہین کم ہم کو صدائے کوکو
کسریٰ کے طاق پر ہے قمری بجائے واعظ

پہلے اُسی سے ہونگے سارے سوال محشر
خود بھی نڈر رہے نہ تنہا ہمکو ڈرائے واعظ

مجلس مین وعظ کی ہین کچھ رند آج وارد
تاکی ہے مفلسون نے شاید ردائے واعظ

وہ رند ہون کہ گاڑون پیر مغان کا جھنڈا
عمامہ کر کے پرزے لیکر عصائے واعظ

اس کان جب مین سنکر اُس کان وعظ اڑا دون
بے پیر کی ہے میرے آگے پھر کیا اڑائے واعظ

بیٹھے ہین صبر کر کے میخوار میکدون مین
محشر مین اُٹھ رہے ہین ہنگامہ ہے واعظ

دیتے ہین بادہ کش کب پرہیزگار جو ہون
بھاری ہے عمامہ رکھکے اُن کو دبائے واعظ

کہتا ہے میکدہ کا رستہ ہے راہ دوزخ
چلتا ہے چال اُلٹی ٹھوکر نہ کھائے واعظ

ہین رند پارسا وہ فتنہ ہو گئی ہے باہم
سیدھی ہی کہون تو اُلٹی جھٹکہ سنائے واعظ

خم مین ہو قید جیسے پری صورت فلاطون
تجویز کی ہے مین نے ساقی سزائے واعظ

آخر مین آدمی ہون یا دام کچھ نہین ہون
بابت مک کہ سمجھ مغز بے اُٹھ دو نہ کھائے واعظ

کانون مین بھر گئی ہے مینائے شیشہ کی قلقل
ہم بادہ کش سنین اب کیونکر صدائے واعظ

مسجد مین رند بھی ہین اربابِ زہد بھی ہین
دیکھین امیر آئے کس پر بلائے واعظ

ردیف عین مہملہ

میری طرح جہان مین ہے گرم تماشا ہے شمع
پھر غیر ہم نین کس لئے ہے یار در کا ہے شمع

دل میں کرے خیال جو اس گلعذار کا
آنکھوں سے جاے اشک بہاے گلاب شمع

کیا بات تیرے ساغر دنیا کی ساقیا
جنبش یہ ہے چراغ ہے وہ لاجواب شمع

پردے میں نور اس رخ روشن کا کیا چھپے
فانوس کے حجاب میں ہے بے نقاب شمع

جلکر ابھی تو گرمی عارض سے ہوگی خاک
آئے ترے حضور جو رکھتی ہے تاب شمع

روشن ہے اسسے خاتمہ محفل کا صبح تک
یہ وجہ ہے کہ رکھتی ہے چشم پُر آب شمع

سوز دل کیا ہی کیا کسی لوٹے سے قد کا وصف
ہے مصرع بلند ترا انتخاب شمع

لاے کہاں سے اس رخ روشن کی آب و تاب
بیجا نہیں جو شرم سے ہے آب آب شمع

یون گل ہے روبرو ترے عارض کی بے فروغ
جیسے حضور شمس ہے آفتاب شمع

ہے فاتحہ کا قصد وہان چھپ کے رات کو
آئے نہ میری قبر پہ خانہ خراب شمع

درکار ہو اگر تری محفل کو روشنی
فانوس آسمان سے ہے ماہتاب شمع

پروانوں کو جلانے کا انجام ہے برا
لیتی ہے اپنے سر پہ عبث یہ عذاب شمع

۱۳۹ واقف نہیں ہے اپنا سیہ خانہ نور سے
معدوم ہے امیر ہمارے حساب شمع ۱۱۳

ممکن نہیں کہ رخ سے ترے ہو دوچار شمع
چہرے کی آب و تاب دکھاے ہزار شمع

کیوں صبح تک ہو شام سے شب زندہ دار شمع
ہے کسکے شوق میں ہمہ تن انتظار شمع

آتی ہے اسکے کوچہ گیسو سے کیا ہوا
بجھ جاتی ہے یہ بزم میں کیوں بار بار شمع

ہر شب کو تا سحر آنے میں کرتی ہے عذر لنگ
کیا جانتی نہیں ہے ہمارا مزار شمع

قصہ جو سوز دل کا سنا مجھ سے شام کو
تا وقت صبح شب کو رہی اشکبار شمع

ہے باعث شگفتگی بزم روے زرد
دکھلاتی ہے خزان میں بھی رنگ بہار شمع

آئے سیاہ خانے میں میرے تو خوف سے
چاہے جو ہو کے گھوڑے پہ ہو کر سوار شمع

دولت وہ کون ہے نہیں جسکی کسی کو تاک
ہے ساتھ جو رہی ہے اگر تاجدار شمع

مشتاق مرگ ہیں شب فرقت میں آپ ہم
ناحق دکھا رہی ہے زبان مثل مار شمع

پروانوں کی ہیں لاشیں لگن میں پڑی ہوئی
رو رو کے کیوں نہ دل کا نکالے بخار شمع

آیا نہیں جو بزم میں اب تک وہ سرو قد
پروانے کی نظر میں ہے مانند دار شمع

اس شمع رو کے وصف جو کچھ بھی رقم کرے
بن جائے صاف کلک وقائع نگار شمع

ممکن نہیں کہ سر ہو گلگیر سے قلم
فانوس کو امیر نہ سمجھے حصار شمع
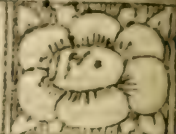
ردیف غین معجمہ

کر رہا ہے خوب اقلیدس گرہ کاکل چراغ
ہو کے گل کرتا ہے پیدا دود سے سنبل چراغ

کیوں نہ منہ چھپائے شب وصلت ہمارا داغ دل
کوئی جل سکتا ہے پیش افعی کاکل چراغ

شب کو آندھی چل گئی ایسی ہماری آہ کی
ہو گئے خاموش سارے شہر کے بالکل چراغ

ہو غلافوں سے اگر تاریک ہے کنج قفس
داغ دل کا ساتھ اپنے لائی ہے بلبل چراغ

منحصر داغ محبت پر ہے دل کی روشنی
کیوں نہ گھر تاریک ہو جائے اگر ہو گل چراغ

میکشوں کو وقت شب کیا روشنی کی احتیاج
شیشۂ مے شمع روشن ہے تو جام مل چراغ

کیا عجب عشاق میں بھی ہو جو باہم لاگ ڈانٹ
گل کو لے بھاگیں پتنگے لے اڑے بلبل چراغ

جب تلک روشن تھا پروانوں کا اک انبوہ تھا
بلبلیں تربت پہ آئیں ہو گیا جب گل چراغ

شب کو آندھی کس کی دریا پر ہوئی جو اے امیر
ناخداؤں نے کیے روشن کنارے پل چراغ

کیا شب تاریک قبر میں جلائیں گے ہم چراغ
گل کرے جلا کر ہوا سے آہ جب ہم چراغ

داغ حسرت سے تر و خشک کر بیٹھیں لوٹ
جس طرح کوئی جلاتا ہے شب ماتم چراغ

پائیگا ہر ہمیشہ خانہ میں آکر کیا فرشتہ
کر رہا شب تاب ہے بھی نور ہی ہم دم چراغ

عمر بھر ہم ہیں رہتا کیا ہمیشہ پر ہم اللہ داد
ہو چکی ہے صبح اب ہے اور کوئی دم چراغ

ہو تمہین ایسے کہ ہمپر مہربان ہوتے نہین — ہمدم بلبل ہے گل پروانے کا محرم چراغ
بے ثباتی بزم عالم کی نظر آتی ہے صاف — ہے نگاہ چشم آخر مین جام جم چراغ
مر کے بھی محتاج ہوتا ہے کسی کا کب سخی — گور حاتم پہ ہے نام روشن حاتم چراغ
ہین مریض عشق عارض کی وہی بیتابیان — لاکھ کرتا ہے دعا گو نور بڑھ کر دم چراغ

۱۴۲ — ۱۰
میرے آگے جتنے شاعر ہین وہ ٹھنڈے ہین امیر
کیا چلے تارون کا پیش نیر اعظم چراغ

کہا نئے یہ الفت بت غنچہ دہن مین داغ — طاؤس کیطرح ہین سراپا بدن مین داغ
گریان وہ ہون کہ کچھ نہین پروا ہی بعد مرگ — دھو دیگی چشم تر جو لگے گا کفن مین داغ
اے ترک دیکھ تو کوئی گولی سے اڑ نہ جائے — بندوق اسطرح نہ بھری انجمن مین داغ
کافور لیکے صبح غریبی سے بھیج دون — ہے میرے ہجر سے دل اہل وطن مین داغ
سینے مری نہ دیجئے بوسہ رقیب کو — ایسا نہ ہو لگے کہین سیب ذقن مین داغ
دیکھا ہے جب سے باغ مین گورا بدن ترا — لالے کیطرح ہے جگر یاسمن مین داغ
شق سجدۂ حرم مین ہوا دشمن کو رشک سے — ہے شیخ کی جبین کا دل برہمن مین داغ
ظاہر ہین اور رنگ ہے باطن مین اور رنگ — بوسے قبا مین ہین تو بہار بدن مین داغ
دیکھ آئے لالہ زار کو ہم جا کے کوہ پر — ایک ایک کا جگر ہے غم کوہکن مین داغ

۱۴۳
جب سے سنا امیر کہ ہین داغ دردمند
لاکھون بڑھے ہین سینۂ اہل سخن مین داغ

ردیف فا

دوڑا دل اسکی زلف سیہ فام کیطرف — یہ صید آپ کھنچ کے گیا دام کی طرف
دل دیجئے تو دیکھ کے معشوق باوفا — آغاز مین نظر رہے انجام کی طرف
درپیش ہے وطن سے سفر صبح شام گھر — حسرت سے دیکھتا ہون در و بام کی طرف

ساقی یہ ہجر یار مین دل سے کیا ہے عہد
دیکھون نہ آنکھ اُٹھا کے مے و جام کیطرف

وہ بدنصیب ہون جو شکایت کرون کبھی
تقدیر بولے گردش ایام کیطرف

دھیان آگیا کہ باغ کو بھی دیکھتا چلون
آیا تھا ایک سرو گل اندام کیطرف

اُس آنکھ کے جو دیکھنے والے ہین باغبان
کب دیکھتے ہین نرگس و بادام کیطرف

۴۴

اپنے امیر مست کا کیا پوچھتے ہو حال
جامی کی قبر پر وہ گیا جام کیطرف

۱۳

ہے جہلاو اُس پری کے بکھرے بل کھانے سے زلف
آتی ہے قبضے مین کسکے ہاتھ دوڑانے سے زلف

کیا اُلجھنے پر تلی ہے اپنے بیگانے سے زلف
ہے بڑی کج بحث سیدھی ہو تو ہو شانے سے زلف

حق اُسی کا ہے سلاسل پاس حق ہے ذوق عین
ہے یہ حق پوشی چھپاتے ہو جو دیوانے سے زلف

سو بلائین ہونگی نازل ایک ہے اتنک بلا
کھولئے باہر نکلکر آئینہ خانہ سے زلف

تھی شب دیجور افشان سے شب مہتاب ہے
کیسی لے مشاطہ چمکی تیرے چمکانے سے زلف

اب ٹھہرتا ہون کہین مسجد مین ہین خشتی فراخ
دختر رز نے دکھائی مجھکو میخانے سے زلف

ہٹ سر کھا اے شانہ آنے دے دل صدچاک کو
غیر ممکن ہے کہ سلجھے تیرے سلجھانے سے زلف

طور آرائش کا کیا جانین ابھی کمسن ہین وہ
رُخ ہے آئینہ سے غافل بے خبر شانے سے زلف

چشم بد دور اُن کا ہر انداز ہے سب سے جدا
حسن مین اک بانکپن ہے کم نہین پانے سے زلف

دیکھیے اہل حرم پر اب ہو نازل کیا بلا
شانہ کیسا تا کمر پہنچی ہے لٹکانے سے زلف

آدمی کیا اب اگر کرتی ہے فرشتو نکو بھی پست
موج آئی کیا کہ چھلکی اپنے پیمانے سے زلف

اے دل صدچاک شانہ تجھے چاہیے یاد رکھ
ہے مزاج اُلٹا اُلجھ پڑتی ہے سلجھانے سے زلف

۴۵

درد دل کہئے کہ جادو تم تو سمجھے ہو امیر
پھر نہ ہاتھ آئیگی افسون سے نہ افسانے سے زلف

۲۶

عارض تر سے اب [illegible] اکیلا غلطی [illegible]
گویا کیلے ہین رخ چمن ایک [illegible]

چو رنگ ابرو سے جگر دل بسمل تیغ نظر — گویا ہیں وہ گلگون کفن اک اسطرف اک اسطرف

رخسار نازک ہیں تو ہوں آج اک ماتو نگانہ میں — وہ دلربا سے تو نگاہ جان من اک اسطرف اک اسطرف

شفیعین دامان عبا تھامے ہوئے ہیں حشر میں — ہاں ہنا ہیچ ہیں شاہ زمن اک اسطرف اک اسطرف

۱۴۶ — زلفیں امیر اس حور کی ہیں چہرۂ پر نور پر — اک چاند ہے اور دو گہن آیا اسطرف اک اسطرف — ۱۱

قہر ہے مژگان چشم جادوے دلبر کی صفت — اک جنبش میں الٹ دیتی ہے لشکر کی صف

دیکھنے آیا جو وہ سفاک روز باز پرس — گرد میں جھپک [illegible] کی صف

رند میخانے کے کیا کیا ہیں طرار ہیں — دخل اگر پائیں تو لیجائیں خدا کے گھر کی صف

ناگہاں چمکی جو مثل برق وہ تیغ جمال — کیا تہ و بالا ہوئی مژگان چشم تر کی صف

ہے صدف کہنا بجا اسکے دہان تنگ کو — سمجھے ہیں جسکو صف دندان وہ ہے گوہر کی صف

ہوں وہ دیوانہ جو مسجد میں گیا وقت نماز — ڈر گئے سب لوگ اندر ہو گئی باہر کی صف

کیا خرام ناز سے نکلے جو وہ دامن کشان — زلزلہ آیا تہ و بالا ہوئی محشر کی صف

کیا زمانہ ہے ہوئے مقتول خاصان خدا — مسجد کوفہ میں کبھی ماتم حیدر کی صف

مسجد اقصیٰ میں ختم الانبیا تھے پیش امام — پیچھے تھی [illegible] رسولان خالق اکبر کی صف

مومنوں کو کیا رہے اندیشہ یا خوف کفر — [illegible] اصلاح لشکر کی صف

۱۴۷ — منتظر ہیں ہر صفحہ دیوان پہ میرے لون امیر — جس طرح گلزار میں اشجار یار آذر کی صف — ۱۲

ردیف قاف

کتنی مجروح قطع ہے دم بھر میں راہ شوق — [illegible] رکھتی ہے اپنی نگاہ شوق

طوفان غم میں دل کی خدا ہی مدد کرے — منجدھار ہے ناخدا اسکے جہاز تباہ شوق

شیدا ہوں اس کے چہرہ کا عاشق ہوں زلف کا — سب ہے مری نظر میں سپید و سیاہ شوق

تم پاک ہو ڈرو نہ قیامت کے روز سے
اے چشم و دل ہے جرم تمنا گناہِ شوق

ہے سیرِ باغِ حُسن کا طالب ہمیشہ دل
اُگتی ہے اُس زمین سے ہر دم گیاہِ شوق

آمد ہے قصرِ دل میں یہ کس شاہِ حسن کی
پردے ہمارے آنکھوں کے ہیں فرشِ راہِ شوق

چلتی ہے تیغ معرکۂ حُسن میں تو کیا
رکھا ہے اور بڑھ کے پاؤں ذرا اپنے نگاہِ شوق

بوڑھا بنا دیا ہے ترے رعبِ حُسن نے
ہے دستِ رعشہ دار ہماری نگاہِ شوق

نکلے نہالِ حُسن میں پتے ہرے ہرے
برسایا جھوم جھوم کے ابرِ سیاہِ شوق

پروا سے کیا نقاب جو اُس رخ کی ہے سپر
توڑ گئی تیر بنکے ہماری نگاہِ شوق

جیتا اُدھر کھچا تری چوٹی کا فتح پیچ
بڑھتی گئی اِدھر بھی شکستِ کلاہِ شوق

مثلِ کمند لائی حسینوں سے کھینچ کر
نکلی اسیر منہ سے ہمارے جو آہِ شوق

زندہ یا رب ہوں جو مُردہ ہیں یہ آوارۂ عشق
پھونک دے صور کہیں شورشِ نقارۂ عشق

دل بھی میرا مری مانند ہے آوارۂ عشق
آسمانِ عشق کا میں ہوں تو یہ سیارۂ عشق

گردنِ چرخ جھکی بوجھ سے جیسے مثلِ ہلال
کیا اُٹھے پھر کسی مزدور سے پشتارۂ عشق

سروِ آزاد یہ چھوٹے ہوئے بندے ہیں وہی
عاشقِ قد نے دیا تھا کبھی کفارۂ عشق

پھر گئے ایمن میں گئے حضرتِ موسیٰ سرِ طور
کیوں نہ منزل پہ وہ پہنچیں جو ہوں آوارۂ عشق

ہے یہ مطلب دلِ صد چاک کا پیشِ رخِ یار
اسی قرآن میں ملجائے یہ سی پارۂ عشق

برق کو میں علمِ شوق کا پرچم سمجھا
رعد پہ مجھکو ہوا اشتبہہ نقارۂ عشق

قدِ آدم عوضِ آب اُچھلتا ہے لہو
حلقِ بسمل ہے جسے کہتے ہیں فوارۂ عشق

نور تاروں میں جواہر میں چمک یاقوتوں رنگ
لاکھ آئینوں میں ہے پرتوِ رخسارۂ عشق

کچھ بھی ہوتا جو زمانے میں محبت کا رواج
حسن کرتا نگہِ شوق سے نظارۂ عشق

ہمنے اخفا یہ کیا رازِ محبت کو اسیر

۴۹

مرتے مرتے نہ اٹھا پردۂ رخسارۂ عشق

۷

غم سے بجا ہیں بیتاب عاشق
آتش ہے فرقت سیماب عاشق

خرمن کا میرے اب کیا ٹھکانا
بجلی ہے شدید اسیلاب عاشق

قسمت کی گردش جاتی ہے کوئی
دریا ہے الفت گرداب عاشق

وہ گل ہے پیاسا میرے لہو کا
سرخاب پر ہے سرخاب عاشق

انسان کیسے چہرے پہ تیرے
ہے مہر قربان مہتاب عاشق

معشوق عاشق کیونکر جدا ہوں
قائل ہے ان پر خود داب عاشق

۵۰

دور آئے ایسا کوئی امیر اب
احباب پر ہوں احباب عاشق

۱۱

ردیف کاف تازی

وصل حاصل ہے مگر ہے غم ہجران اب تک
جمع ساماں ہیں پر دل ہے پریشاں اب تک

تھک چکے پر ہے سر سیر بیاباں اب تک
وہی کانٹے ہیں وہی گوشۂ داماں اب تک

تیغ اس ترک نے گو کھول کے رکھدی ہے مگر
رعب باندھے ہوئے ہے شہر میں میداں اب تک

قید سے دشت میں آئے ہوئے مدت گذری
شوق میں میرے کھلا ہے در زنداں اب تک

پیری آئی ہوئے سب موئے سیہ سر پہ سپید
صبح ہوتی نہیں لیکن شب ہجران اب تک

دل جگر سینہ و سر سب ہوئے چھلنی لیکن
تیر پر تیر لگاتی ہے وہ مژگاں اب تک

کتنے بدبخت تھے جو چھوڑ گئے رسم ستم
مر چکے پھر بھی لکھے جاتے ہیں عصیاں اب تک

عمر گذری ہے کہ ہوں منتظر روز وصال
نہیں آتا ہے وہ اے گردش دوراں اب تک

کیا رفوگر کی ندامت کی ہے اسکو بھی خبر
ہنس رہا ہے جو مرا چاک گریباں اب تک

عمر گذری ہے آئی اجل آئی ہے نہ یار
کوئی مشکل مری ہوتی نہیں آساں اب تک

شعرا اٹھے دنیا سے مگر زندہ ہے امیر

اچھے شعروں کا نظم ہے شناخوان اشک

عشق میں ہیں لب خشک و مژہ تر تر و خشک
اپنے قبضہ میں یہی ہے شغل سکندر تر و خشک

ساقیا ہم کو ہے تاب ملے خواہ کباب یا
نوش کرتے ہیں جو دیتا ہے مقدر تر و خشک

قطع رہ کرتا ہے دریا میں بھی خضر اکطرح
سالک راہ خدا کو ہے برابر تر و خشک

خشکی زاہد و تر دامنی رند کا حال
پوچھے تو ہم سے کہ دیکھا ہے سراسر تر و خشک

اغنیا نعمت الوان پہ کرتے ہیں ناز اقسر
شام تک ہمکو بھی ہوتا ہے میسر تر و خشک

نہیں ممکن رسائی لامکان تک
نشاں کسطرح پہنچے بے نشان تک

تری سفاکیان پہنچیں یہان تک
کہ دیتی ہے حیات جاودان تک

کروں ضبط النفس ہمدم کہانتک
لگی ہے آگ اک دل سے زبان تک

پہنچ جائے اگر مجھ خستہ جان تک
تو آئے موت ہر رگ ناگہان تک

میں ہون وہ ناتوان جب آہ کھینچی
تو ٹھہری سو جگہ دل سے زبان تک

کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی
کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہان تک

بہار آخر ہے اور میں بے پر و بال
قفس سے ڈاک بیٹھے آشیان تک

میں ہون اس انجمن میں شمع تصویر
کہ سوز دل نہیں آتا زبان تک

ہزاروں حسرتون کا خون کیا ہون
کہان تک پاس رسوائی کہانتک

مری دیوانگی کہتی ہے مجھ سے
پہنچتا ہو چکا اب کاروان تک

غش آیا زاہد مسجد میں بیٹھے
چلو لے کر تجھے پیر مغان تک

ترے قربان اے بیتابی دل
تجھے پہنچا دیئے آستان تک

مکان یار تک قاصد نہ پہنچا
گئے کیسے نصیب لامکان تک

بہت ہی اندھیرا ہے وصل کا شوق
ذرا کہتے آئے تجھے کہان تک

کیا خدا کی شان ہے پانی کرے گا جو ہوا / آتش رخسار کو غازے کا بہتر کا ہی رنگ

زاہدونکو چھپ کے نشے آتے ہوے پیر مغان / اور ہی کچھہ اب تمہارا اے سخی داتا ہی رنگ

چہرۂ دل بنگیا زخمونکے پہولون سے چمن / کیا خراش ناخن غم ہمکو دکہلاتا ہی رنگ

فائدہ اتنا ہے باندہتے ہین جو مضمون رنگ کے / شعر جب پڑہتے ہین ہم یاردن مین بندہ جاتا ہی رنگ

کیون نہ ہو چہرے پہ اُسکے نوشۂ زلف سیاہ / ابر جب گلشن مین آتا ہے بدلجاتا ہے رنگ

کس سے نجون لا ایگا کہلتا نہین کچھہ اے امیر / آجکل کیون قرمزی وہ شوخ رنگواتا ہی رنگ

ردیف لام

دل ہے دشمن نہ بغل مین اسے پالے بلبل / کسی گلچین کو کرے جاکے حوالے بلبل

تو گرفتار ہے صیاد کا سمجھے تو مزاج / تہوڑی تہوڑی ابہی آواز نکالے بلبل

خوش بیانی ہے تری سارے چمن مین مشہور / کچھہ تو صیاد کو باتون مین لگالے بلبل

پتیان گل کی پریشان نہ کر باد صبا / کہین منقار سے پر نوچ نہ ڈالے بلبل

سخت مشکل ہے کہ گلچین ہے قریب گلچین / دامن گل کہ کلیجے کو سنبہالے بلبل

لی تو ہے مول گلستان کہ ذرا جی بہلے / پر یہ ہے ڈر کہین جہگڑا نہ نکالے بلبل

تیز چلتی ہے ہوا فصل خزان آپہنچی / اپنے آغوش مین پہولونکو چہپالے بلبل

آخر اک روز خزان ہی کہ طلسمی ہے بہار / چار دن رنگ گلستان مین جمالے بلبل

وہیان صیاد کا گلچین کا خطر خوف خزان / ہو بلا ایک تو سر سے اُسے ٹالے بلبل

عاشق اک گل کا ہون جاتا ہون چمن مین مین بہی / اس توقع پہ کہ کچھہ درد بٹالے بلبل

ہاتہ یون ہو نہ ہر بار نہ ڈال ای گلچین / چوٹ کہا کہا کے لہو منہ سے نہ ڈالے بلبل

گل ترے آگے ٹکا ہون سے گرے پڑتے ہین / یا علی کہکے سنبہالے تو سنبہالے بلبل

نا موافق ہے ہوا اس سے گلستان کی امیر

۱۵۶ اشیانے سے کبھو سر نہ نکالے بلبل ۱۳

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل
اڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

باغبان رحم سے واقف نہین گلچین بیدرد
ایک ہم ہین ترے پہچاننے والے بلبل

یہی رونا ہی تو پہولونکا خدا حافظ ہے
آنسوون سے ترے سب بھر گئے تھالے بلبل

نہ جلا تجھ سے قفس مین نے چمن پہونکدیا
دیکھہ مین گرم ترے یا مرے نالے بلبل

پہول گلشن مین نہ آئے تھے کہ صیاد آیا
دل کے ارمان کبھو کیا خاک نکالے بلبل

ذبح صیاد کریگا تجھے کل ہے یہ خبر
آج جو کچھہ ہو سنانا وہ سنالے بلبل

ہنس رہا ہے ابھی صیاد نہین واقف ہی
چٹکیان لینگے جگر مین ترے نالے بلبل

باغبان کا جو شب و روز جلانا ہے یہی
آشیان برق کو کر دیگی حوالے بلبل

ہاتھ گلچین کے کیئے باغین کانٹون نے فگار
خوب ہی پہوٹے ترے دیکھے بہی چہالے بلبل

پہول پہولے ہوئے بیٹھے ہین چمن مین تجھسے
چہیڑ کر گئے ذرا ان کو منالے بلبل

تجھسے ہنستے ہین کبھی کرتے ہین گلچین سے مذاق
ان گلون کے ہین کچھہ انداز نرالے بلبل

دم الٹ جائے نہ صیاد کا سنتے سنتے
دردانگیز نہ کر ایسے تو نالے بلبل

۵۷ اکدن آئیگی خزان دو دن کی کیسی یہ امیر
چار دن باغ مین بے پر کی اڑالے بلبل ۱۶

انہین درکار ہی اک چلبلا دل
یہ سنتا تھا کہ جیتے جی گیا دل

لئے دیکھا تصدق کر دیا دل
کسی کو کیا مری آنکھین مرا دل

دہائی بادشاہِ حسن کی ہے
ادائین چھینے لیتی ہین مرا دل

اُٹھا کر درد نے اور اس کو ٹپکا
جہان راہِ محبت مین گرا دل

تری صحبت مین جا کر بنگیا ہے
تری شوخی کا خاکا چلبلا دل

تڑپ جاتا ہون اُٹھتا ہی جب یہ
الٰہی درد ہے پہلو مین یا دل

تری اٹکھیلیون پر خون اُسکا
چلا اس چال سے تو لٹ گیا دل

یہ داغ عشق سے ہے عشق مجکو
سمجھتا ہون اسے مین دوسرا دل

تمہارا ہو ہوا اسکی خبر کیا
ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا دل

جگہ دے غیر کو بھی ساتھ تیرے
کب اس پہلو پہ آتا ہے مرا دل

الہی ایک ہی کس کس کو دون مین
وہان تو مانگتی ہے ہر ادا دل

وہ بولے واہ بوسے مین تو دل لین
نئے دل دینے والے تم نیا دل

ٹپک کر دل مرا جھنجلا کے بولے
بڑا اوچھا ہے تو لیجا اُٹھا دل

تمہین افسردہ پایا بجھ گیا جی
تمہین دیکھا شگفتہ کھل گیا دل

تڑپنے سے ہے رونہ وصل کیا کام
یہ تم کو پیار کرتا ہے مرا دل

۱۵۸

امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا
نگاہین اُٹھ نہ اُٹھین وہ لے لیا دل

۱۶

وہ مجنون ہون مرا سودا نہین تدبیر [illegible]
کرے تدبیر جو اُسکی وہ ہے زنجیر کے قابل

یہ مضمون تیز سوجھا ہے تو یہ شعر بھی [illegible]
الہی ڈاب بھی ملجائے اس شمشیر کے قابل

برنگ شمع اپنا سوز دل چہرے سے ظاہر ہے
نہ پائی اسلئے ہے زبان تقریر کے قابل

زبان سے کچھ نہ کہہ غافل سمجھ کر بے زبانون کو
ہوا ہے خواب مخمل بھی کہین تعبیر کے قابل

مشقت سے عبث شیشے مین پریان بند کرتا ہی
سن اے عامل پری شیشے کی ہے تسخیر کے قابل

چھوا زنجیر گیسو کو تو کیون ڈرسے لگاتے ہو
کہان تقصیر دیوانے کی ہے تعزیر کے قابل

ہمارا ڈھیر جب دیکھا کہا اُس ناوک افگن نے
یہ تودہ خاک کا ہے کیا نشان تیر کے قابل

عبادت کا اگر ہے شوق یہ بھی شرط ہے زاہد
جبین سجدے کے لایق ہو زبان تکبیر کے قابل

جو بوسہ زلف کا مانگا کہا اُس شوخ نے ہنسکر
جنون اب بڑھ چلا ہے آپ ہین زنجیر کے قابل

بڑی بندہ نوازی کی جو دی یہ آبرو قاتل
نہ تھا میرا گلا تیرے دم شمشیر کے قابل

پری رویون کا عاشق ہون مجھے کہتا ہے دیوانہ
خفا واعظ نہ ہو مین ہون کہ تو زنجیر کے قابل

ہین سر سے کہین سینہ کہین بازو کہین پہلو
ہماری لاش لے قاتل نہین تشہیر کے قابل

تصور بھی جو انکو دیکھتے ہین دل مین آتے ہین
بنائین حق نے کیسی صورتین تصویر کے قابل

جو کچھ آنکھون سے دیکھا ہے وہ آنسو جا کے کہہ دینا
ہمارا حال اے قاصد نہین تحریر کے قابل

کلیم اللہ بھی آئین تو کہنے نہ بن آئے
دہن کس کا ہے آپکے سامنے تقریر کے قابل

٥٩

امیر اپنا دل پر داغ سوئے کربلا لے چل
یہ گلدستہ ہے نذر روضۂ شبیر کے قابل

١١

کیون نہ تکیون مین ہو گرم نالہ ہائے زار دل
شور ہے گویا سیکڑون زیر زمین بیدار دل

دلربا تیری نظر تینا ہے اگر بیکار دل
لا مجھی کو پھیر دے پھر میرے ہی سرکار دل

ہجر مین گھیرے ہوئے رہتے ہین اندوہ و الم
حلقۂ پرکار مین ہے نقطۂ پرکار دل

خواہش دولت اگر ہے ہو رہے دل پر یقین
فی الحقیقت ہے بڑی دولت یہی سرکار دل

ہوگیا جب سامنا اُس زلف آفت خیز کا
پھر گئے آنکھون نے کہا ہشیار دل ہشیار دل

چار ابرو پہ ترے اے بت کرون قربان میں
ایک کے بدلے جو دے اللہ مجھکو چار دل

اے خیالات جہان کیسی خرابی اُٹھے ہم
کنج خلوت پہلے تھا اب ہوگیا بازار دل

حسرتین تھین جسقدر وہ سارہی مردہ ہوگئین
بیٹھے کس کس کے لئے ہین بیکسی ماتم دار دل

منزل دنیا نہین ہے یہ مقام امتحان
جنبیت لے سیدان شفقت ہے نہ ہمت دار دل

جان مدت سے ہے ہو ہو پر گر مرتا نہین
کس مسیحا کا ہوا ہے یا خدا بیمار دل

١٦٠

آنیوالی گر نہین ہے آفت تازہ امیر
کیون اچھلتا ہے مرے سینے مین پھر ہر بار دل

٩

گل ہنستے ہین کب صدائے بلبل
انہی سی ہزار کا ہے بلبل

رنگ اپنا اُڑا رہا ہے بلبل
ہو خندۂ گل صدائے بلبل

١٦٣ — ٩

خاک آرزوے وصل کرون ابتک اے امیر
یہ بھی خبر نہین کسے کرتا ہے پیار دل

گنتا ہے تیرے ہجر کی ایک ایک گھڑی دل
ہے عاشق بیتاب کے سینے مین گھڑی دل

کہتے ہین اسے صبر کہ الفت مین بتون کی
نازک ہے بہت اسپہ اٹھاتا ہی کڑی دل

چھپکے گی تہ تیغ نگہ کیا پلک اسکی
ہمت تری آنکھون سے بھی رکھتا ہی بڑی دل

رلواتی ہے ہم چشم کو ہم چشم کی رقت
پانی ہو نہ کیون دیکھکے ساونکی جھڑی دل

ہو ہاتھ تک اُس غیرت گلشن کی رسائی
داغون سے اسلیئے پھولونکی چھڑی دل

١٦۴ — ٩

کیا وجہ کہ سودا اسا امیر آج ہے اسکو
آیا ہے کہین دیکھکے مستی کی دھڑی دل

ردیف میم

کرین بھولون کی کیونکر آرزو ہم
نہین پاتے کسی مین تیری بو ہم

کہان شبنم نمایان ہو جو خورشید
ٹھہر سکتے ہین اُسکے روبرو ہم

ہجوم آرزو نے مار ڈالا
کہان پائین دل بے آرزو ہم

ملا جب وہ کھلا تب یہ معما
کیا کرتے تھے اپنی جستجو ہم

کسی سے کوئی کچھہ کرتا ہو باتین
سنا کرتے ہین تیری گفتگو ہم

بتون کی بندگی ہے فرض زاہد
یہ کہدینگے خدا کے روبرو ہم

مرے منہ پر یہ کہتے ہین سراشک
مٹا دینگے تمہاری آبرو ہم

وہ بیکش ہین کہ مر کر بیکدے سے
چلینگے دوش پر مثل سبو ہم

١٦٥ — ٩

امیر اس بے نشان کو دل مین پایا
جسے ڈھونڈا کئے تھے چار سو ہم

یہ رونے دعمل مین منہ لگ کے منہ پر دیار یہ ہم
کہ لیگئے سبقت ابر نوبہار سے ہم

چمن میں دھوم ہے اب اپنی نغمہ سنجی کی
کہ دو ہی نالوں میں غالب رہے ہزار پہ ہم

جو اُن کی زلف میں افشاں تو اپنے سینے میں داغ
اُدھر بہار پہ وہ ہیں اِدھر بہار پہ ہم

جنوں میں پاس رہا یہ پائمالیِ ضعیف کا ہے
کہ پھونک پھونک کے رکھتے ہیں پاؤں خار پہ ہم

وہ راستگو ہیں کہ مطلق نہیں ہے جان کا خوف
کہیں گے کلمۂ حق منہ سے چڑھ کے دار پہ ہم

نہیں جہان میں محسن کشی سے بد کوئی کام
لگائیں سنگ نہ اشجار سایہ دار پہ ہم

یہ آرزو ہے کہ اُن کے شہید کہلائیں
وہ زندہ دل ہیں کہ مرتے ہیں اعتبار پہ ہم

یہ کس کے گھنگرو دان کی کان میں صدا آئی
کہ وجد کرنے لگے شورِ آبشار پہ ہم

۹ — ۱۲۶
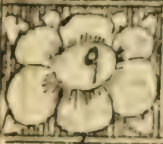
ہوئی ہے رات جو کعبے میں فرقت کیا دریار
امیر لیٹ رہیں گے کسی مزار پہ ہم

ہوں سارے شہر میں اگر جا بجا کریم
حاجت نہیں فقیر کو کچھ ہے خدا کریم

لیتے ہیں ایک حسن کا دلا دیتے ہیں یہ دس
بخشش میں ہیں اغنیا سے زیادہ گدا کریم

بے مانگے دے رہے ہو زمانے کو گالیاں
تم سا کہاں جہان میں کوئی دوسرا کریم

زر ریز سائلوں پہ ہوئے ہیں مٹھیاں
جیسے امیر طرف بھی کوئی زر کا یا کریم

خیر نگیاں ہیں کیا چمنِ روزگار کی
خوشبو تو گل نے دی ہے پہ بنی ہے صبا کریم

اے پیرِ میکدہ بخش کوئی جامِ جم کی خیر
حاتم ہے تو کہاں کوئی تجھ سا کریم

ہے شوق شرط ذکرِ خدا ہو کسی طرح
یکساں ہیں یا کریم کہے کوئی یا کریم

دولت خواب ہی میں کسی روز ہم کو دے
تب جانیں ہم کہ تم بھی ہو تا ہے خدا کریم

۱۲ — ۱۶۰

بحرِ جہاں میں دیکھ کے دُر افشانیاں امیر
دستِ گدا صدف ہے تو ابرِ عطا کریم

مٹ نہ سکا نقشہ یہ کا زور ہے پامالِ غفلت ہم
صرصرِ غم سے ورنہ لگے سایۂ درخت ہیں ہم

شاد ہوا ایسا جو دل جو کہاں ان باغ سے پائی نہ اُس کی خبر ہم
پھر کے پہ ہو سامنے کہہ میں ... کہ ہوا بزم

پلکون کی جھپک دکھا کے یہ بُت ۔ دل مین نشتر چبھو رہے ہین
مجھہ داغ نصیب کی لحد پر ۔ لالے کا وہ بیج بو رہے ہین
پیری مین بھی ہم ہزار افسوس ۔ بچپن کی نیند سو رہے ہین
دامن سے ہم اپنا داغ ہستی ۔ اب خنجر سے دھو رہے ہین
مین جاگ رہا ہون اے شب غم ۔ پر میرے نصیب سو رہے ہین
رو دینگے آپ ہی رلانے والے ۔ دو دن ہنسینگے وہ جو ڈبو رہے ہین
اے حشر مدینے مین نہ کر شور ۔ چپ چپ چپ سحر کا سو رہے ہین
آئینے پر بھی کڑی نگاہ ہین ۔ کس پر یہ عتاب ہو رہے ہین
بہار ہی ہی جو موتیون کا مالا ۔ آٹھ آٹھ آنسو وہ رو رہے ہین
دل چھین کے سو گئے ہین غافل ۔ فتنے وہ جگا کے سو رہے ہین
ہے غیر کے گھر جو اُن کی دعوت ۔ ہم جان سے ہاتھ دھو رہے ہین
صد شکر خیال ہے اُسی کا ۔ ہم جس سے لپٹ کے سو رہے ہین
ہو جائین نہ خشک داغ کے پھول ۔ آنسوان کو بھگو رہے ہین
پوچھے کوئی دیدۂ تر سے ۔ کیون نام وفا ڈبو رہے ہین
آئیگی نہ پھر کے عمر رفتہ ۔ ہم مفت مین جان کھو رہے ہین
کیا گریۂ بے اثر سے حاصل ۔ اے یار رو لے کہ ہم تو رو رہے ہین
فریاد کہ ناخدائے کشتی ۔ کشتی کو مری ڈبو رہے ہین
کیون کرتے ہین نگہ یار تکلیف ۔ آنسو مرے منہ کو دھو رہے ہین
محفل برخاست ہے بیٹھے ۔ رخصت معشوق ہو رہے ہین
ہے کوچ کا وقت آسمان پر ۔ تارے کہین نام کو رہے ہین
انکی ہے نمود ہے کوئی دم ۔ وہ بھی نہ رہینگے جو رہے ہین

دنیا کا یہ رنگ اور ہم کو
ٹھہرو دم نزع دو گھڑی اور
پھول انکو اپنا بنانے کا اختیار

کچھہ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں
دو چار نفس ہی تو ہے جینا
کانٹے ٹھہرے تن میں بو رہے ہیں

۶۹

زلفوں پہ امیر سر کو رکھے
پہر دن گذرے کہ رو رہے ہیں

۲۱

اسکی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
کون مانع ہے کہ در پر ترے آ بھی نہ سکوں
آنے دیتے نہیں غیر کو آتا ہے اگر خلوت میں
آنکھ غصے سے دکھانے کی ہیں سو تدبیریں
چٹکیاں لیتے ہیں دل میں وہ کریں تو انکار
دل مرا ڈھونڈھتا مجھ سے چھپا کر بولا
میں اگر گھر سے نکلتا ہوں تو گھر پہنچے آ کر
وصل میں چھیڑ نہ اتنا اسے اے شوق وصال
ڈال کر خاک مری خون پہ قاتل نے کہا
ناز کرنے سے تجھے منع نہیں کرتا میں
ضبط کمبخت نے اور آکے گلا گھونٹا ہے
کوئی پوچھے تو محبت سے یہ کیا ہے انصاف
میں کبھی سے نہ کہوں گا وہ کریں وعدۂ وصل
ہائے کیا خوب ہے حسن کہ مانگیں نہ حسیں
شکوے کا ذوق ہے اتنا کہ وصل میں پاکر بیدل
نقش پا ہیں ابھی مجھ سے کیے دیتا ہوں

ڈھونڈنے اسکو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں
کیا قدم نقش قدم ہیں کہ اٹھا بھی نہ سکوں
کچھہ تری شرم نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں
لاگ کی آگ نہیں ہے کہ بجھا بھی نہ سکوں
داغ کچھہ درد نہیں ہیں کہ دکھا بھی نہ سکوں
کیا یہ جوبن ہے کسی کا کہ چھپا بھی نہ سکوں
کیا وہ ہم پا نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں
کہ وہ روٹھے تو کسی طرح منا بھی نہ سکوں
کچھہ یہ مہندی تو نہیں میری کہ چھپا بھی نہ سکوں
ہے نہ اتنی کہ اٹھاؤں تو اٹھا بھی نہ سکوں
کہ اسے حال سناؤں تو سنا بھی نہ سکوں
وہ مجھے دل سے بھلا دیں میں بھلا بھی نہ سکوں
راز الفت یہ نہیں ہے کہ چھپا بھی نہ سکوں
دل بچا بھی نہ سکوں جان چھڑا بھی نہ سکوں
بات کچھہ ایسی نہ کہنا کہ بنا بھی نہ سکوں
خط تقدیر نہیں ہے کہ مٹا بھی نہ سکوں

چار ادہر لوٹتے ہین چار ادہر اے ساقی
مے کھنچی یا کوئی شمشیر خرابا تون مین

واعظ اب چھیڑ کے رندون سے سنا کرتے ہین
کچھ مزا ملنے لگا ہی انہین صلواتون مین

وصل مین زلف سیہ نے جو کیا ہی اندہیر
یہ اندہیرا تو نہ تہا ہجر کی بھی راتون مین

بوسہ مانگا تو کہا پہیر کے منہ ظالم نے
کہ زبان کٹتی ہی انسانکی انہین باتون مین

دل اڑا لیتے ہین وہ کہولکے زلفونکی لٹین
دیکھو دن پہرتے ہین چورونکی انہین راتون مین

١٧١ — ٢٦

بت نہ بولین جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر
اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

یہ تو مین کیونکر کہون تیرے خریدارون مین ہون
تو سراپا ناز ہے مین ناز بردارون مین ہون

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریدارون مین ہون
واہ ری قسمت کہ اسیر بھی گنہگارون مین ہون

حشر مین اتنا کہونگا اس سے مین محروم وصل
پاکدامن تو ہی مین کیونکر گنہگارون مین ہون

ناتوانی سے ہی طاقت ناز اوٹھانیکی کہان
کہہ سکون کیونکر کہ تیرے ناز بردارون مین ہون

جان پر صدمہ جگر مین درد دل کا حال زار
گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستارون مین ہون

ہائے رے غفلت نہین ہی آجتک اتنی خبر
کون ہی مطلوب مین کسکے طلبگارون مین ہون

وہ کرشمے شان رحمت نے دکھائے روز حشر
چیخ اوٹھا ہر بیگنہ مین بھی گنہگارون مین ہون

وہ مجھے روتا ہے مین روتا ہون اسکی جان کو
دل مرے ماتم مین ہی مین دلکے عزادارون مین ہون

صلح سے مطلب نہ جنگ سے کام کیا جانون نہین
مین تمہارے سینہ چاکون مین دل افگارون مین ہون

دل جگر دونونکی لاشین سامنے ہین سامنے
مین کبھی اسکے کبھی اسکے عزادارون مین ہون

مین کسی قالب مین ہون خالی تو آدمی سے نہین
رنگ ہون یا بو ہون مرجھائے ہوئے ہارون مین ہون

چھیڑ دیکھو میری میت پر جو آئے یہ کہا
تم وفادارون مین تھے یا مین وفادارون مین ہون

زاہدو کافی ہے اتنی بات بخشش کیلیے
اسکو شوق مغفرت ہی مین گنہگارون مین ہون

کس طرح فریاد کرتے ہین بتا دو قاعدہ
اے اسیران قفس مین نو گرفتارون مین ہون

حال زار اپنا دکھا کر دل نے اُس سے یون کہا
بیگناہ ہون مین چلا زاہد ہوا اُس کو ڈہونڈنے
خال کہتا ہے دکھا کر یار کا حسن ملیح
ادنچے ادنچے مجرمون کی ہوگی پرسش شرمین
وقتِ آرائش بہن کر طوق بولا وہ حسین
چارہ سازی کس سے چاہین اب مریضِ دردِ غم
بیگناہی کا تو دعوے اُنکے آگے کیا مجال
پوچھتا ہون وجہ آزادی تو کہتا ہے یہ سرو
آچکا تہا رحم اُس کو سنکے میری بیکسی
سوزِ فرقت دردِ دل زخمِ جگر ناسورِ چشم
شرم و شوخی دونون گاہک ہین الٰہی کیا کرون

کیون اسی مُنہ پر یہ کہتے تہے مین دلدار دنین ہون
مغفرت بولی اِدہر آ مین گنہگار دنین ہون
مین بہی اس سرکار کے ادنی نمکخوار دنین ہون
کون پوچہیگا مجہے مین کن گنہگار دنین ہون
اب وہ آزادی کہان مین بہی گرفتار دنین ہون
کہتے ہین عیسٰی کہ مین بہی اُنکے بیمار دنین ہون
ڈرتے ڈرتے منہ سے نکلا مین گنہگار دنین ہون
مین کسی کے قدِ موزون کے گرفتار دنین ہون
درد ظالم بول اُٹہا مین اُسکے غمخوار دنین ہون
کچہہ نہ پوچہو مبتلا مین کتنے آزار دنین ہون
ایک جنس ہے بے حقیقت دو خریدار دنین ہون

پہول مین پہولون مین ہون کانٹا ہون کانٹون مین امیر
یار مین یارون مین ہون عیار عیارون مین ہون

ضبط کرنا دل حزین نہ کہین
چوٹ لگ جائیگی کہین نہ کہین

جب تڑپتا ہے دل مین ڈرتا ہون
چرخ پر جا پڑے زمین نہ کہین

مسکرا کر وہ شوخ کہتا ہے
آج بجلی گر ہی کہین نہ کہین

حورین لپٹی ہین نزع مین مجہہ سے
دیکہہ پائے وہ نازنین نہ کہین

وصل کی شب نہین نہین کیسی
دیکہہ سن لے دل حزین نہ کہین

دل مین باتین بہتین کیا کیا کچہہ
ہائے کچہہ وقتِ والپسین نہ کہین

دل سی شے لیکے اب تو نکلے ہین
پوچہہ لیگا کوئی کہین نہ کہین

نہ تڑپ اس قدر دلِ بیتاب
سہم جائے وہ نازنین نہ کہین

میرے عیسیٰ کے دل میں چھپ جانے
چین مردوں کو قبر میں بھی نہیں

نگہ وقت التفات نہ کہیں
آسمان ہو تو زمین نہ کہیں

۱۶۳

آگ ہوجائیگا وہ شوخ اسیر
کھینچنا آہ آتشین نہ کہیں

۲۱

اس شان سے ہم آئے تری جلوہ گاہ مین
مشعل دکھائی برق تجلی نے راہ مین

اندھیر کر رہی ہے یہ چشم سیاہ مین
شوخی کو قید کیجیے نیچی نگاہ مین

کیا دخل جائے کوئی اس جلوہ گاہ مین
غمزے چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ مین

خنجر تو کچھ اس ادا سے کھینچا قتل گاہ مین
لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ مین

توبہ بھی کچھ بھروسے کے قابل ہے زاہدو
کھنچی ہے ہم سے ٹوٹ کے اب خانقاہ مین

وہ دشمنی سے دیکھتے ہین دیکھتے تو ہین
مین شاد ہون کہ ہون تو کسی کی نگاہ مین

گھر سے مرے بلائے شب غم گئی کہان
بیٹھی ہے چھپ کے پردۂ روز سیاہ مین

ہم مست مے بھی پیتے ہین تو کانپتے ہوئے
توبہ پڑی ہوئی ہے ہمارے گناہ مین

قالب مین دل ہے دل مین بسا ہے وہ قدردان دل
یوسف گرا ہے لیکے زلیخا کو چاہ مین

افتادگی مین بھی مجھے معراج ہے نصیب
ٹھوکر کبھی کھائی ہے تو محبت کی راہ مین

بھونکا ادھر عدو کو ادھر آسمان کو
عذر خطا ہمون کی لی ہے خبر ایک آہ مین

وہ دیکھتے ہین خون تمنا جاکے آنکھ
مہندی لگائی جاتی ہے پائے نگاہ مین

اہل نظر کو وسعت امکان بہت ہے تنگ
گردون نہین گرہ ہے یہ تار نگاہ مین

شب مین پکارتا ہون تو کہتا ہے آفتاب
کمبخت گم ہون مین ترے روز سیاہ مین

ڈرتا ہون جذب شیخ کا سن سنکے غلغلہ
کھنچ جائے دختر رز نہ کہین خانقاہ مین

آنکھ اپنی فتنہ ہاے قیامت پہ کیا پڑے
جتنے یہ فتنے ہین وہ ہے اپنی نگاہ مین

دل مین صمد صمد ہو زبان پہ صنم صنم
حسن عمل کی بھی ہو جگہ کچھ گناہ مین

آنسو ہمارے دیکھ کے خوش ہو رہے ہین وہ
پازیب موتیون کی ہے پاے نگاہ مین

اے تیغ ناز ہاتھ کو جو تو نے اٹھا لیا
لیتا نہین کوئی مجھے اپنی پناہ مین

چشم سیہ کے عشق مین یاد مژہ جو کی
ماتم کی صف بچھی مرے روز سیاہ مین

قاصد کو اس نے قتل کیا نامہ دیکھکر
مارا پڑا غریب ہمارے گناہ مین

آئینہ جب سے دیکھ لیا لوٹ ہی رہا
یوسف مرا ابھر نہ سکا گر کے چاہ مین

۱۷۵
سودا و میر دونون تھے کامل مگر امیر
ہے فرق واہ واہ مین اور آہ آہ مین
۱۷

وہ بیکس ہون نہین ہے کوئی جسکا غمگسار دنیا مین
فقط اک دل ہے تو وہ بھی تمہارا جان نثار دنیا مین

تو ہے کی بوند بدلی ہی نہین ان اشکبار دنیا مین
شرارہ مردہ ہے بجلی بھی تیرے بیقرار دنیا مین

کھڑا ہے پی کے رنگ تو برسات کا دیکھے
تماشا اودی اودی بدلیان ہین سبزہ زار دنیا مین

حقیقت عاشقون کے مرگ کی ہے کوئی کیا سمجھے
بہت جب نیند آئی سو رہے جا کر مزار دنیا مین

نگاہ یار کیا بدلی جہان بدلا ہوا بدلی
وہ دشمن جان کے ہین جو تھے آگے جان نثار دنیا مین

اڑا یارا جلا اسپند دب کر رہ گئی بجلی
نہین ثابت قدم ٹھہرے تمہارے بیقرار دنیا مین

شب وصلت تمہاری شرم سے نرگس کو شرم آئی
لجاونتی بنے جسقدر تھے پھول ہار دنیا مین

فرشتون سے کہو اتنی قیامت مین خبر رکھین
کہین چھپ چھپ کے زاہد مل نہ جائین بادہ خوار دنیا مین

جدا ہے دخت رز کا نام ہر صحبت مین اے ساقی
پری کی شکل شیشے مین جو رہتے ہین یہ ہے گار دنیا مین

بہت سے جلوہ گاہ یار مین دیدار کے طالب
کلیم اللہ آگے بڑھ گئے امیدوارون مین

ہوئے ہم قتل جب جلسہ نظر آیا حسینون کا
ٹپا یہ خون ناحق چلو چلو گلعذارون مین

خدا جانے کہان دل جان کس جلسے مین جا بیٹھے
بظاہر بت بنے بیٹھے ہین ہم ہر چند یار دنیا مین

سوئے گور غریبان آئین وہ یہ پوچھتے یارب
مرے کشتے کی تربت کونسی ہے ان مزار دنیا مین

ترا آئینہ بھرا ہوا جو ہے یہ انکو گدگدا آتا ہے
کہ لوٹے جاتے ہین مارے ہنسی کے پھول بار دنیا مین

۱۶۷

شگوفہ کوئی پھوٹے گا یہ صحبت رنگ لائیگی
امیر اچھا نہیں ہے بیٹھنا ان گلعذاروں میں

الجھ پڑوں کسی دامن سے میں وہ خار نہیں
وہ پھول ہوں جو کسی کے گلے کا ہار نہیں

کسی شہید کا ہے رنگ خون بہار نہیں
کسی لحد پہ چراغان میں لالہ زار نہیں

نصیب دولت دنیا جو ہو تو اور جلوں
شرارہ ہے مجھے یاقوت آبدار نہیں

نہ دو رقیب کو تم داغ اپنی الفت کا
زمین شور سبزہ اور لالہ زار نہیں

ہماری خاک بھی کرتی شکایت اُس کی
خدا کا شکر ہے گویا لب مزار نہیں

زمین شعر میں ہم دفن ہوں تو بہتر ہے
یہاں سوال ملائک نہیں فشار نہیں

۱۶۸

امیر وصل میں اُس شوخ نے تلون سے
ہزار بار کہی ہاں ہزار بار نہیں

دل جو کہتا ہے مجھے ضبط کی طاقت ہی نہیں
ضبط کہتا ہے تڑپنے کی اجازت ہی نہیں

غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا سامان کروں
اتنی اس عمر دو روزہ میں فرصت ہی نہیں

اب کس امید پہ ہم یار کا دربار کریں
پیشتر تھی جو عنایت وہ عنایت ہی نہیں

طلب جام عبث کرتے ہو منہ پھیر کے تم
میکشو آنکھ میں ساقی کی مروت ہی نہیں

دھوپ کو اُس کو ناحق ہے تکلف آئین
کون روکے گا انہیں گھر میں مرے ہیبت ہی نہیں

ہاتھ میں شانہ ہے آئینہ ہے زانو پہ مدام
اُن سے الفت ہی نہیں جن میں محبت ہی نہیں

۱۶۹

دین کی فکر کروں ہائے میں کس وقت امیر
کبھی دنیا کے بکھیڑوں سے فراغت ہی نہیں

مثل تار نظر نظر میں نہیں
اسطرح گھر میں ہوں کہ گھر میں نہیں

جلوہ خالق کا کس بشر میں نہیں
غیر عکس آئینے کے گھر میں نہیں

ہوش تک راہ تجھ دو ہی حرم میں گم
کوئی ساتھی مرا سفر میں نہیں

ورق گل کو لے اڑی ہے نسیم — خط مرا دست نامہ بر میں نہیں
دیکھ لی آج آنکھ میں گل کی — اتنی نرگس ہی کچھ نظر میں نہیں
عجز بندوں کا کیوں پسند نہ ہو — کہ یہی تو خدا کے گھر میں نہیں
کیسے مر مارے یہ بار سفر — راہزن کوئی رہگذر میں نہیں
دیکھیے تو اسی میں ہے سب کچھ — کون کہتا ہے کچھ بشر میں نہیں
اس قدر بھر گیا ہے داغوں سے — کہ جگہ درد کی جگر میں نہیں
دیکھ کر ان کو سب یہ کہتے ہیں — کیا پری میں ہے جو بشر میں نہیں
سارے عالم کے داغ بھر لیتا — کیا کروں میں جگہ جگر میں نہیں
قرب منعم میں پیچ و تاب کہاں — کہ گرہ رشتۂ گہر میں نہیں
کون لیجائے نامہ قاتل تک — خون سے جان نامہ بر میں نہیں
رہرو راہ عشق ہوں بے درد — کوئی توشہ مری کمر میں نہیں
ہو سکے خاک میہمانی غم — ایک قطرہ لہو جگر میں نہیں
کیجیے تر زبان نشتر کو — خون اتنا بھی اب جگر میں نہیں
مانگتا ہوں جو مانگ لے اس سے — کون سی شے خدا کے گھر میں نہیں
رشتۂ کہکشاں میں بجلی ہے — تیغ اس ترک کی کمر میں نہیں

۱۸۰ — عیش کا نام ہی سنا ہے امیر — ۹
ڈھونڈھ مارا جہان بھر میں نہیں

غضب کی آنکھ سے یہ کجکلاہ دیکھتے ہیں — کہ عاشق آنکھ سے پہلے نگاہ دیکھتے ہیں
بت اس نظر سے خدا کی پناہ دیکھتے ہیں — کہ لوٹ جاتے ہیں جو وہ نگاہ دیکھتے ہیں
کھڑے ہیں ہاتھ میں ساغر لیے چمن میں جو گل — یہ کس کی نرگسی آنکھوں کی راہ دیکھتے ہیں
چلو بھی گور غریباں میں ہو چکے غمزے — شہید ناز قیامت کی راہ دیکھتے ہیں

اب آپ ہین مجھے آنے دے بیخودی للہ
وہ دیر سے مری مقتل مین راہ دیکھتے ہین

سفر مین اہل وطن یاد آتے ہین ہمکو
کبھی جو راہ مین مردم گیاہ دیکھتے ہین

وہ انتظار کسی کا کرے جو آپ ہین جہہ
ہم ایک عمر سے اپنی ہی راہ دیکھتے ہین

وہ اس نگاہ سے کرتے ہین میری سمت نظر
کہ جیسے سوے گدا بادشاہ دیکھتے ہین

۱۸۱ — ۹

وہ مست جانب میخانہ جب نہین آتا
امیر کشتی مے کو تباہ دیکھتے ہین

رونق نام کو بھی خانۂ ویرانمین نہین
ہائے تجلی کی چمک بھی شب ہجرانمین نہین

میرے پہلو مین نہ دل ہے نہ تری مٹھی مین
پھر ہوا کیا جو تری زلف پریشان مین نہین

بیکسی دیر سے جلاتی ہے دے کون جواب
کہدے عبرت ہی کوئی گور غریبان مین نہین

ہے حیات ابدی دونون لیکن اے خضر
آب خنجر کا مزہ چشمۂ حیوان مین نہین

غنچے کہتے ہین کہ کیا جلد گزرتی ہے بہار
مسکرا لینے کی فرصت بھی گلستانمین نہین

بڑھ گئے بجلی سے تڑپ مین سبھی پر کیا حاصل
شوخی جنبش مژگان تو رگ جانمین نہین

اپنے موقع پہ ہر اک چیز بھلی لگتی ہے
کانٹے ان پھولون سے اچھے جو گریبانمین نہین

پڑ گیا تفرقہ آتے ہی خزان کے ایسا
رنگ پھولونمین نہین پھول گلستانمین نہین

۱۸۲ — ۸

قاضی و محتسب و شیخ سب آئے ہین امیر
ایک تو یہ ہے کہ وہ صحبت رندان مین نہین

دھوم ہے چرخ برین کی کسقدر افواہ مین
ایک اونچا ٹھیکرا ہے میکدے کی راہ مین

جوش وحشت نے دکھایا اسم اعظم کا اثر
سارے عالم کو مسخر کر لیا اک آہ مین

بے نیازی اسطرف ہے اسطرف بالکل نیاز
حد فاصل ہے تو یہ ہے عبدہٗ و اللہ مین

حکم رب سے جب ملا اسباب راحت خلق کو
تکیہ و مسند بٹے باہم گدا و شاہ مین

شمع کے مانند طے کی راہ ہستی اسطرف
پائمال اپنے ہوے ہم رفتہ رفتہ راہ مین

تیرے زخمی کے جو کام آیا یہ پایا مرتبہ
مور کے پر نے جگہ پائی کلام اللہ مین

کہتے ہین وہ کیا چلین ہم خار مژگان چبھ نہ جائین
آنکھین جب عاشق بچھا دیتے ہین انکی راہ مین

جب چلے ہم منزل الفت مین مثل اشک امیر
ہر قدم پر لغزش پا نے گرایا راہ مین

کلیان یہ سرخ سرخ نہین لالہ زار مین
مہندی لگی ہے دست عروس بہار مین

ٹوٹین گے اب کے سال مزے ہم بہار مین
مشک و نمک بھرین گے دل داغدار مین

جو آبلہ ہے اپنے دل داغدار مین
گنبد کسی شہید کا ہے لالہ زار مین

اسواسطے کہ ایک ہی ہو میری اسکی شکل
منہ دیکھتا ہون آئنۂ روئے یار مین

آئینہ دیکھ دیکھ کے اس نے بنائی زلف
پہنچی کمک حلب سے برابر تتار مین

آنے دے آپ مین مجھے اکدم تو بیخودی
بیٹھے ہین کب سے لوگ مرے انتظار مین

گرد نگاہ یار سے دل ہے مرا تباہ
رہبر کو سوجھتی نہین منزل غبار مین

آئے گا کون ادہر کہ تصدق کیو اسطے
موتی ہین اشک دامن شمع مزار مین

بدلی ہے رت زمین کا ہے جوبن ابھار پر
کیا کیا بھرے ہین گال گلون کے بہار مین

جو شوخ طبع ہین وہ چھپتے نہین کہین
بجلی کٹار کھینچ کے آئی شرار مین

کس پردے مین کدورت دل کا اشارہ ہے
لکھا ہے خط بھی اس نے تو خط غبار مین

جالی سے پردے مین رخ گلگون نہین ترا
ہین جالیان نقاب عروس بہار مین

کس گل کا سوگ گور غریبان گذر ہوا
پھولے نہین سماتے ہین گھر گھر مزار مین

کیا بے ثبات باغ تھا گل ہو گئے ہوا
جبتک کہ دم رہین چاک گریبان بہار مین

دنیا ہی مین جو بات نہین پوچھتا کوئی
روز حساب آئین گے ہم کس شمار مین

جی لوٹتا ہے تڑپنے پر اب تک مگر امیر
اب جان بھی نہین ہے دل بیقرار مین

شرم آتی ہے کہ یار کو بے وفا کہوں
اچھا کہا ہے جسکو اسے کیا برا کہوں

ہر بار اسکی تیغ کے کھنچنے کو کیا کہوں
اس شوخ کی ادا کہ میں اپنی قضا کہوں

کیونکر بیان کروں جو مزہ خامشی میں ہے
کہنے کی ہو نہ بات تو میں اسکو کیا کہوں

ممکن نہیں ہے عمر دو روزہ میں وصف تیغ
تھوڑی سی شب دراز فسانہ ہی کیا کہوں

میں قصہ گو نہیں کہ کہے جاؤں داستان
دل سے جو تو سنے تو کچھ اے دلربا کہوں

مجھسے تو ایک نے بھی نباہی نہ دوستی
جز آشنا کسے نا آشنا کہوں

یہ کہکے وہ چلے گئے ہم کل پھر آئینگے
آج ان سے کچھ بھی کہہ نہ سکا ہائے کیا کہوں

وہ خوش رہا مجھے حق و باطل سے کام کیا
بیجا بھی وہ کہیں تو میں اسکو بجا کہوں

دونوں طرف تھا ایک سا عالم وصال کا
اپنا کہوں لحاظ کہ اس کی حیا کہوں

ایسا ہوا ان عشق و عارض و گیسو میں ہوا سا
بجلی چمک کے آئے تو اسکو گھٹا کہوں

۱۹۵

وہ خوب جانتا ہے جو ہے میری آرزو
منہ سے امیر کچھ نہ میں وقت دعا کہوں

۵

[illegible] کھولوں میں [illegible] پھولوں میں
بہار جھول رہی ہے خوشی سے جھولوں میں

وہ گلعذار کہ تنتے تھے روز پھولوں میں
انہیں کی تھا کہ شریک آج ہے بگولوں میں

رقیب ساتھ ہوا انکے یہ خوف ہے ہمکو
کوئی شگوفہ نہ چھوڑے ہمارے پھولوں میں

زنار جو آئے ترے بال بال میں خوبی
گماں ہوا کہ حسیں جھولتے ہیں جھولوں میں

۱۹۶

محمد عربی سا کہاں ہے کوئی امیر
خدا اسکے فضل سے سر تاج ہیں رسولوں میں

۱۱

کیا عارضہ ہے [illegible] ایک پیالہ [illegible]
کرامت یہ نہیں دیکھی کسی اللہ والے میں

[illegible] کہ گیج ہاتھ میں [illegible] آئے میں
کہ تحریک ہر روز سے بیٹھا بھی ہے پیرو [illegible] چھپا میں

لگاؤں منہ نہ [illegible] واسطے [illegible]
جو لائے حور بھی بھر کے کوثر پیالے میں

مزے جتنے تھے باغ دہر میں سب چن لیے دل نے
نہ ایسا زخم ہو گل میں نہ ایسا داغ لالے میں

خط اُس عارض کا جب سے چھپ گیا ہے میری نظروں سے
نگہ یوں آنکھ میں چھپتی ہے کانٹا جیسے چھالے میں

یہی ہے شرم تو وہ آچکے آغوش میں میرے
جھکا لیتے ہیں آنکھیں چاند ہوتا ہے جو ہالے میں

ہزاروں خار پیاسے وادی الفت میں ہیں یا رب
پلاؤں کسکو کسکو بوند بھر پانی ہے چھالے میں

ادھر بھی اک نگاہِ لطف خُم کی خیر اے ساقی
ہمیں بھی ایک جلوہ کسی لُوٹے پیالے میں

تڑپتے عمر گذری یار آئے یا اجل آئے
خدا وندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے میں

چمن سے خانۂ صیاد تک زندہ نہ پہنچوں گا
کہ دم اٹکا ہے نرگس میں تو جان اٹکی ہے لالے میں

۱۸۶
امیر اُس نازنیں پر ہے گرا پڑا چنبیلی تک
پہنتا ہے پرو کر پھول جو ہی کے وہ بالے میں
۱۶

بستی بخت سے یہ خاک برابر میں ہوں
سایۂ بستر نہیں سایہ کا بھی بستر میں ہوں

زینتِ گوشِ حسیناں ہو وہ گوہر میں ہوں
جامہ زیبوں ہی کا زیور ہوں اگر زر میں ہوں

کوئی کہتا ہے بُرا کوئی بھلا کہتا ہے
بخت منعم ہوں کہ مفلس کا مقدر میں ہوں

گر کے رُتبے سے بھی نظروں سے کسی کی نہ گروں
ظلِ سلطاں ہوں اگر خاک برابر میں ہوں

سب ہیں حیرت میں نہیں کوئی تماشا میرا
مقتلِ دہر میں گویا تنِ بے سر میں ہوں

لوگ ہر شہر سے آتے ہیں زیارت کیلیے
ناتوانی سے اگر موئے پیمبر میں ہوں

ہیچ ہوتا جو کوئی میرے برابر ہوتا
شکر کرتا ہوں کہ ہر ایک سے کمتر میں ہوں

سایہ پروردۂ توحید ہے عزلت میری
پردہ اُٹھ جائے اگر جامے سے باہر میں ہوں

نہیں وحدت کے سوا رنگ دوئی مجھکو پسند
بیت کونین میں مصرعِ مکرر میں ہوں

دے صدا دل جو مرا ہو ترے سینے میں دو نیم
کہ تماشائے طلسمِ قدرت داور میں ہوں

بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگار وصال
کبھی سبزا اور سبزا ہوا نہ مقدر میں ہوں

بیخودی میں کبھی ملی ہے رنگ ہر نیرنگی کا
کبھی صہبا کبھی مینا کبھی ساغر میں ہوں

میں کہاں ربط گل ولالہ کہاں مثل نسیم
اور گلزار جہاں میں کوئی دم بھر میں ہوں

دیکھ پڑ جائے نہ مقتل میں کسی غیر پہ ہاتھ
اس عنایت کا سزاوار ستمگر میں ہوں

آبرو اشک کی مانند جو پائی بھی تو کیا
کان تک اُسکے نہ پہنچونگا وہ گوہر میں ہوں

جلوۂ حسن یہ اُس شوخ کا کہتا ہے امیر
بزم میں شمع ہوں گلشن میں گل تر میں ہوں

۱۹۹

دل جدا مال جدا جان جدا لیتے ہیں
اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہیں

میان سے لیتے ہیں جب قتل کو میرے تلوار
اپنی چالیں اُسے پہلے وہ سکھا لیتے ہیں

دمبدم ہے یہ زمانے کے بدلنے کا سبب
گردشیں گردش شمشیر ادا لیتے ہیں

مجلس وعظ میں جب بیٹھتے ہیں ہم میکش
دختر رز کو بھی پہلو میں بٹھا لیتے ہیں

درد آگیں جو کوئی دل نظر آتا ہے کہیں
دوڑ کر ہم اُسے چھاتی سے لگا لیتے ہیں

رخ سے پردہ اگر اُلٹو تو حقیقت کھل جائے
دونوں کی شمس و قمر صبح و مسا لیتے ہیں

جی اکیلے شب فرقت میں جو گھبراتا ہے
فتنۂ حشر کو نالوں سے جگا لیتے ہیں

دھیان میں لا کے ترا سلسلۂ زلف دراز
ہم شب ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہیں

خانۂ گور کی چھت بیٹھے کہ دیوار گرے
جو گری پڑتی ہے مردوں پہ اٹھا لیتے ہیں

تیغ قاتل ہے آباد کہ کشتے اُس کے
وہیں زخم سے بوسوں کا مزا لیتے ہیں

صبح ہی رہتا ہے کسی بت کا نظارہ تا شام
صبح کو اٹھ کے جو ہم نام خدا لیتے ہیں

تم تو انسان ہو آؤ گے نکیوں قابو میں
ہم تو دو باتوں میں پریوں کو لگا لیتے ہیں

عید قربان کی حقیقت ہیں اُنہیں کو ہے خوشی
تیغ قاتل کو گلے سے جو لگا لیتے ہیں

جا چکا قافلۂ ملک عدم دور تو کیا
ہم بھی دم بھر میں خدا چاہے تو جا لیتے ہیں

حسن اللہ نے بخشا ہے تو اُنکو ایسا
دیر میں شیخ کو کعبے سے بلا لیتے ہیں

ایک بوسے کے عوض مانگتے ہیں دل کیا خوب
جی میں سوچیں تو وہ کیا دیتے ہیں کیا لیتے ہیں

۲۰

چھوتے ہین مصحفِ رخسار کو کب بے تعظیم — ہان کبھی چوم کے آنکھون سے لگا لیتے ہین
...نی محفل سے اٹھاتے ہین عبث ہمکو حضور — چپکے بیٹھے ہین الگ آپکا کیا لیتے ہین
...ت بھی کیا چیز ہین اللہ سلامت رکھے — گالیان دیکے غریبون کو دعا لیتے ہین

۱۸۹

شاخ مرجان ہین جواہر نظر آتے ہین امیر
کبھی انگلی جو وہ دانتون مین دبا لیتے ہین

فراق یار مین شب ہو کہ دن تمام نہین — جو اسکی صبح نہین ہے تو اسکی شام نہین
...لی ہے دختر رز لڑ جھگڑ کے قاضی سے — جہاد کرکے جو عورت ملے حرام نہین
وہ گالی دیتے ہین شکوہ کرو تو کہتے ہین — کسی کا ذکر نہین ہے کسیکا نام نہین
یہان بکمال تواضع وہان بکمال غرور — ادھر ہین سجدے یہ سجدے ادھر سلام نہین
...ر سے کچھ نہین جاتا ہے پی بھی اے زاہد — ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہین
فقیر گوشہ نشین ہین خدا کے دربار کی — کسی امیر کا مجرا نہین سلام نہین
زمانے بھر مین پڑی ہے پکار حاتم کی — دیا ہے جسنے کہ حاتم تو اس کا نام نہین
کہا جو مین نے کہ رخ سے کبھی نقاب اٹھاؤ — تو سنکے بولے کہ منظور قتل عام نہین
یہ داغ کیون ہے رخ ماہتاب پر اے داغ — جو میرے یار کا بھاگا ہوا غلام نہین
...گر ہم جان کے حج کو خطا نہین کہین یارب — مرے گناہ سزاوار انتقام نہین

۱۹۰

جو میکشی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو
امیر مسجد جامع مین آج امام نہین

ڈسگئی دل کو مرے زلف کی کالی ناگن — واہ کیا حسن فسون گر نے نکالی ناگن
اسکے جوڑے سے ذرا اچھکے نکلنا اے دل — کنڈلی مارے ہوے بیٹھی ہے یہ کالی ناگن
دست گستاخ بڑھے یار کی جانب تو کہا — دیکھنا نازک ہے بہت نازون کی پالی ناگن
یا دو گیسو مین مرے داغ بدن نیلے ہین — کیا بلا سونگھ گئی پھولون کی ڈالی ناگن

اپنے دیوانوں سے پریون کی طرح اُڑتی ہو — ناگنون مین ہے یہ دنیا بھی نرالی ناگن
آگیا پیار تری زلف کے دہوکے مین مجھے — جب نظر آگئی بے خوف اُٹھالی ناگن

۱۶۱

عشق گیسو کے اثر سے دم تحریر اسیر
جو لکھون سطر وہ کاغذ پہ ہو کالی ناگن

۱۳

پروانے کیون نہ خاک ہون جلکر چراغ مین — جلوہ اسی کے نور کا ہے ہر چراغ مین
قاصد کا سر ہے محفل جانان مین سیر فرش — روغن کی جا ہے خون کبوتر چراغ مین
بے یار قتل کرتی ہے ہم کو ضیاے بزم — گویا ہے برق یا دم خنجر چراغ مین
لالے مین تم ہو گل مین ہو تم مہر و مہ مین تم — جلوہ تمہارے چہرے کا ہی ہر چراغ مین
عاشق ہین گوشہ گیر نہین کوچہ گرد ہم — پروانے جلتے پہرتے ہین گہر گہر چراغ مین
کامل جو عشق مین ہو اُسے سوز سے ہی ساز — پروانہ سان جلے نہ سمندر چراغ مین
زائل شباب ہو تو کہان حسن مین نمک — روغن نہو تو نور ہو کیونکر چراغ مین
ہے جلوہ گاہ یار چمن ہو کہ بزم ہو — ہر پہول مین وہ بو ہے ضیا ہر چراغ مین
پروانے ایسے نشۂ الفت سے ہین جو مست — گویا مے بہری ہے صورت ساغر چراغ مین
دل عاشقون کے کیون نہون قربان گرد یار — پروانے جل رہے ہین برابر چراغ مین
اے دل وہ میر رانش آیا ہے بزم مین — روغن کے بدلے عنبر جلے ہر چراغ مین
ہنسنے مین اُسکے دانتون کا پرتو اگر پڑے — ہو ہر فتیلہ رشتۂ گوہر چراغ مین

۱۹۲

آئی ہوا یہ کس لب لعلین کی اے اسیر
ہین لعل شب چراغ کے جوہر چراغ مین

۱۹

کہتا ہے کون آہ مین اپنے اثر نہین — ہان دل دکھے کسی کا یہ مد نظر نہین
آہ شرر فشان مین ہمارے اثر نہین — بہولا ہوا درخت ہے لیکن ثمر نہین
ایسے ہین مست بادۂ حسن و جمال سے — میری خبر کہان انہین اپنی خبر نہین

ہم بیقرار لوٹتے ہیں کب سے خاک پر — آسودگان خاک تمہیں کچھ خبر نہیں
محفل میں شمع باغ میں شبنم فلک پہ ابر — کس کی ہے آنکھ جو مرے ماتم میں تر نہیں
بوسہ جو سنگ در کو دیا بول اُٹھا وہ شوخ — بندے کا ہے مکان خدا کا یہ گھر نہیں
گھر جانے کا ابھی سے ارادہ نہ کیجئے — یہ میرے دل کی آہ ہے چمکا ہے سحر نہیں
شیخ حرم میں یہاں برہمن ہے دیر میں — ہم کس راہ گئے ہیں کچھ اپنی خبر نہیں
افسردگی وہی ہے ہماری بس فنا — سنگ مزار میں بھی ہمارے شرر نہیں

۱۹۲
دنیا ہے طرفہ سلسلہ بیخودی امیر
سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں
۵

دیکھی مجنون کی شبیہ آج جو تصویروں میں — ہڈیاں سوکھی سی دو چار تھیں زنجیروں میں
باغبان بلبل و طوطی کی زباندانی کیا — ہم تو دونوں کو اڑا دیتے ہیں تقریروں میں
ذبح ہو کیوں نہ نمازی جو چھپے ہیں آپ نماز — کہ چھری ٹیکے زبان چلتی ہے تکبیروں میں
اے مصور ترے دامن کے اڑیں گے پرزے — کھنچ گئے ہاتھ جو دیوانوں کے تصویروں میں

۱۹۴
تیغ پر باڑ جو رکھوائی ہے قاتل نے امیر
عید قربان کی خوشی پھیلی ہے نخچیروں میں
۱۸

پڑ گئی کیا لوٹ یارب گلشن ایجاد میں — دست گلچیں میں ہے گل بلبل کف صیاد میں
شوخیوں نے تیری چھپکر پردۂ بیداد میں — بجلیاں بھر دیں ہیں میرے نالۂ فریاد میں
بال و پر اپنے کہاں اس گلشن ایجاد میں — رہ گئے کچھ دام میں کچھ خانۂ صیاد میں
ہو گئی کچھ اور آکر خانۂ صیاد میں — یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد میں
دیکھ کر تصویر شیریں نے یہ حسرت سے کہا — ہائے کیا دلبر تنگی ہے صورت فرہاد میں
دیر میں غافل نہیں اس سے صنم بھی ایک دم — زاہدو بت ٹیکتے ہیں سب خدا کی یاد میں
پر مرے ٹوٹے ہوئے اڑ جائیں سب سوئے چمن — ایسی آندھی آئے یارب خانۂ صیاد میں

سنکے حال دل ہمارا کیا کسیکا دل دُکھے / جل گیا ہی سوزش دل سے اثر فریاد مین
جو کھٹا ہونے کی مطلق نہین ہی احتیاج / آپ کی تصویر کا گھر ہے دل بہزاد مین
بلبلو خوشیان کرو آئی ہی گھر بیٹھے مراد / پھول والون کا ہے میلا کوچۂ صیاد مین
جب ہم گیا نکلا انا الحق گر لب منصور سے / تھی ادا سے از خود فراموشی خدا کی یاد مین
وائے قسمت کٹ گئی قید قفس مین اپنی عمر / نکلے بھی گر بھی گئے پر خانۂ صیاد مین
قتل سے پہلے ہی تھا مستعد دم اپنا جسم زار / خون کیا لکھتے فرشتے نامۂ جلاد مین
بیقرار ہی اسقدر تڑپا نہ مجھکو زیر تیغ / دیکھ ظالم دل نہ اچھلے سینۂ جلاد مین
اپنے اپنے ہین نصیب اے ہمصفیران چمن / پھنس گئے تم دام مین ہم گیسوئے صیاد مین
بلبلین بھی اٹھینگی جلنے کو پروانون کے ساتھ / روغن گل ہے چراغ خانۂ صیاد مین
ایک دن برباد ہوگا تند باد مرگ سے / جلتی ہین اس غم سے شمعین خانہ آباد مین

۱۹۵ — فی الحقیقت دل سے دلکو راہ ہوتی ہی امیر / ہم ہین انکی یاد مین وہ ہین ہماری یاد مین — ٨

جو لوگ گل چمن مین ڈھونڈتے ہین / مسافر کو وطن مین ڈھونڈتے ہین
جو گم کرتے ہین راہ ہستی ہم / گھر مین یاد من مین ڈھونڈتے ہین
ہین زار ایسا پڑے ناداں ہین قصاد / لہو میرے بدن مین ڈھونڈتے ہین
وہ پیاسے ہین کہ ہم گھبرا کے پانی / تیرے چاہ ذقن مین ڈھونڈتے ہین
تپا پاتے ہین یوسف کا وہی لوگ / جو اپنے پیرہن مین ڈھونڈتے ہین
وہ لاغر ہون مرے لاشہ کو قاتل / فرشتے آکے رن مین ڈھونڈتے ہین
ہمین اے باغبان غنچون سے کیا کام / ہم اپنا دل چمن مین ڈھونڈتے ہین

۱۹۶ — امیر اہل حسد کب ہین ہنر بین / عیوب اکثر سخن مین ڈھونڈتے ہین — ١٥

فرقِ بعدِ مرگ کچھ دلکی جلن مین کیون نہین
جلین یارب سایۂ ابرِ کفن مین کیون نہین

روح کو آرام آغوشِ بدن مین کیون نہین
یا خدا اخلاص اِس دولھا دلھن مین کیون نہین

مرگیا جب مین تو کس پردے مین اُس سے لے کہا
آج وہ کل کی سی رونق انجمن مین کیون نہین

اُٹھ گئین روحین شہادت گاہِ الفت سے کہان
آشیانے ان عزیزونکی چمن مین کیون نہین

تو اگر دولھا بناتی ہی انہین اے تیغِ ناز
بد سیاہان زخمونکی کشتونکی بدن مین کیون نہین

ہون وہ مجنون دیکھکر جو زاکو آتا ہی خیال
ہائے یہ بھی چاک سے پیرہن مین کیون نہین

پوچھتی ہے قیصر و خاقان سے عبرت گورمین
کیون پڑی ہین آج وہ کس بل بدن مین کیون نہین

صورتین ظاہر ہین صورت آفرین پوشیدہ ہے
انجمن آرا کا جلوہ انجمن مین کیون نہین

سوگ ہی کسکے دل پر داغ کا اے گلبدن
وہ بہار افشان کی زلفِ پرشکن مین کیون نہین

ہاتھ مین تیرے تو دینے کو ہزارون اے کریم
سیکڑون دامن ہمارے پیرہن مین کیون نہین

جامہ زیب وہ نمائش بعدِ مُردن کیا ہوئی
پیرہن مین تھی جو پیچ و پیچ وہ کفن مین کیون نہین

وحدت و کثرت تو دونون ہین اسی جلوہ گاہ
پھر جو خلوت مین مزا ہے انجمن مین کیون نہین

سیکڑون جاتے ہین ہستی سے عدم کو راتدن
میری غربت کی خبر اہلِ وطن مین کیون نہین

لوٹتی ہی ساری دنیا بزمِ جانان کے مزے
میرا حصہ اس پھلے پھولے چمن مین کیون نہین

۱۹۶

اس زمین مین بھی بہت سے شعر ممکن ہین امیر
ہو اگر فرصت تو گنجائش سخن مین کیون نہین

۱۷

گزشتہ خاک نشینون کی یادگار ہون مین
مٹا ہوا سا نشان سرِ مزار ہون مین

غریب جانیے والونمین تیرے یار ہون مین
دماغ عرش پہ ظاہر مین خاکسار ہون مین

ترے کرم مین کمی کچھ نہین کریم ہے تو
مرا قصور ہے جھوٹا امیدوار ہون مین
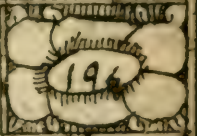
پڑا ہے دستِ اجل مجھ پہ لاکھ بار مگر
نکل گیا ہون تڑپکے وہ بیقرار ہون مین

کچھ آج مین نے نئی پی ہے حضرتِ واعظ
ازل کا مست ہے نا شرابخوار ہون مین

نگاہِ گرم سے مجھ کو نہ دیکھ اے دوزخ
خبر نہین تجھے کس کا گناہ گار ہون مین

زمین قصرِ سلاطین سے آ رہی ہے صدا
کہ آج منزلِ عشرت ہون کل مزار ہون مین

پھر اُسکی شانِ کریمی کے حوصلے دیکھے
گناہگار یہ کہدے گناہگار ہون مین

جو مست ہوش مین آنے کا قصد کرتا ہے
پکارتا ہے یہ ساقی کہ ہوشیار ہون مین

وہ کشتہ ہون کہ مری لاش جسطرف گذری
زمین پکار اُٹھی قابلِ مزار ہون مین

حضورِ وصل کی حسرت ازل سے ہے مجھکو
خیال کیجیے کب سے امیدوار ہون مین

خبر نہین اُسے روتا ہون حال پر جسکے
اُداس صورتِ شمع سر مزار ہون مین

شبِ فراق مری جان دل سے کہتی ہے
تڑپ چکا ہو اگر تو تو بیقرار ہون مین

بلائین لیتی ہے پھر پھر کے گرد نومیدی
یہ کسکے در پہ آلہی امیدوار ہون مین

وہ بیقرار ہون دیکھے اگر تڑپ میری
قرار بھی یہ پکارے کہ بیقرار ہون مین

پکارتا ہے یہ موباف اُسکی چوٹی کا
کہ سب سے پیچھے ہون پر چوٹی کا ہنگار ہون مین

۱۹۶

بڑے مزے سے گذرتی ہے بیخودی مین امیر
وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہون مین

۱۳

کسی کی روح پہ صدمہ ہو اشکبار ہون مین
کسی کے دل مین اُٹھے درد بیقرار ہون مین

گھڑی یہ نزع کی کہتی ہے جان پُر غم سے
کہ وقت آخرِ ایام روزگار ہون مین

کسی کا دل نہین دُکھتا مرے تڑپنے پر
سمجھتے ہین مجھے بجلی وہ بیقرار ہون مین

پڑا ہے تفرقہ کیا اضطراب سے پس مرگ
سر مزار مرا دل تہِ مزار ہون مین

شگفتگی مین بھی میری فسردگی ہے عیان
شرارِ سنگ لحد ہون اگر شرار ہون مین

نہ محتسب کا مجھے خوف ہے نہ ساقی کا
گدا ہے میکدہ مفلس شرابخوار ہون مین

فرشتے لیکے چلے تھے مجھے جہنم کو
تڑپ کے خلد مین پہنچا وہ بیقرار ہون مین

وہ پیر ہون کہ جوانون کا رنگ رکھتا ہون
عزیز کیون نہ ہون بے فصل کی بہار ہون مین

کفن کا پاس نہ مجھکو مزار کا ہے لحاظ
بڑا طلبش کا ہو دونون سے شرمسار ہون مین

کسی سے کھوٹ نہین میرے دل مین دوست کو کیا
عدو بھی یار بنائے مجھے تو یار ہون مین

شکستگی سے سنورتا ہے اور کام مرا
شریک قسمت گیسوے تابدار ہون مین

شراب غیب سے میرے لیے اُترتی ہے
خدا کے گھر مین ہی حیرت وہ بادہ خوار ہون مین

۱۹۹ امیر ملتی ہین بے مانگے نعمتین کیا کیا
بڑا کریم ہے جسکا امیدوار ہون مین ۱۹

بانکی اداہے وہ نگہ خشمگین نہین
غمزہ چھری لیے ہے وہ چین جبین نہین

خلوت مین بیخودی سے پتا ہی کہین نہین
کیا سیر ہے وہان کہ ہمین ہین ہمین نہین

مانگی جگہ لحد کو تو بولا وہ شاہ حسن
تکیہ بنے فقیر کا یہ وہ زمین نہین

کیا خوش ہو دل فلک پہ ستارونکو دیکھکر
افشان چُنی ہوئی یہ کسی کی جبین نہین

سرکار ہے کریم کی ساقی کی بارگاہ
دُشمن مری کوئی نگہ واپسین نہین

کہتے ہین ذبح کرنے مین مجھکو جھجک ہو کیون (غ)
مین نازنین ہون دل مرا نازنین نہین

حسرت سے دیکھیے تو یہ کہتی ہے وہ نگاہ (م)
دشمن مری کوئی نگہ واپسین نہین

عصمت یہ دست شوق سے کہتی ہے روز وصل
چھو جائے جسکو ہاتھ یہ وہ آستین نہین

غفلت نے میری مجھکو بنایا ہے دھوپ چھاون
مخمل کا خواب ہون کہ جہان ہون وہین نہین

روتا ہے دردِ عشق مین اُس دلنواز کے
کچھ قدر غم تجھے دلِ اندوہگین نہین

بسمل سے اپنے کہتی ہے مقتل مین تیغ ناز
اس وقت بھی زبان پہ تری آفرین نہین

پیکان تیر یار سے کہتی ہین حسرتین
تو دلنواز تو ہے مگر دل نشین نہین

نزدیک جاکے اُنکو جو دیکھا تو بول اُٹھے
چل دور ہو نگاہ تری دوربین نہین

دشوار ہے بہت دل معشوق تک گذر
اے آہ ہوشیار یہ عرش برین نہین

ہون مستِ شوق وہ تو کہون اُن سے چھیڑ کر
کیون میری جان اب نہین کہتے نہین نہین

شبو کا پھول دیکھکے بولا وہ جامہ زیب
واہ ایک آستین تو ہے ایک آستین نہین

جس بے نشان کو ڈھونڈھتے ہین ہم جہان نہین
کہتا ہی دل کہ تجھہ مین نہین تو کہین نہین

بولے جو عذر ضعف سے اُنکو طلب کیا
کیا آپ ناتوان ہین تو ہین نازنین نہین

پچھلا کلام ہی ہے جو اسمین شریک امیر
دیوان مین اب کہان رنگ کہین ہے کہین نہین

۳۰۰ — ۱۸

مشتاق وصل کون ترا نازنین نہین
کرتی ہنسی کہ لپٹی ہوئی آستین نہین

شکوہ جفا کا تم سے کچھہ اے نازنین نہین
ایسے ہی تم مین ہوتے ہین سب اک حسین نہین

عالم سے اُنکی انجمن ناز ہے الگ
چھت جسکی آسمان ہے یہ وہ زمین نہین

گذرا ہوا زمانہ پھر آتا نہین کبھی
وہ کونسا ہے دم جو دم واپسین نہین

بوسہ لپٹ کے لے ہی لیا ہم نے بزم مین
ہان ہان سُنی کسیکی نہ اُن کی نہین نہین

نقش سجود سے در دلدار ہے چمن
اک پھول اسی چمن کا ہے داغ جبین نہین

دیکھے تجھے زمانہ مجھے دیکھتا ہی کیا
اے جان ناتوان ہون مین نازنین نہین

مقتل مین ہاتھہ اُٹھاتے وہ شرماے جاتے ہین
نکلی ہوئی تو دیکھو کہین آستین نہین

غش مین پڑے ہین جلوہ گہ نازنین کلیم
تحسین نہین سپاس نہین آفرین نہین

کہتے ہین بیوفائی کا رونا رو یہان
سارے جہان مین ہیچ ہی کچھہ نہین نہین

تڑپا رہا ہے اُٹھکے مری دلکو درد عشق
تجھہ سے ملا ہوا تو مرا ہمنشین نہین

گھبرائے کیون ہو دم مری آنکھون مین ہے ابھی
پھیرو نہ آنکھہ یہ نگہ واپسین نہین

اللہ رے ناز دیکھہ کے کہتے ہین آئنہ
ہم نازنین نہین کہ کوئی نازنین نہین

کہتے ہین سنگ در پہ مرے سجدہ تا کجا
کچھہ نرمی مشق یہ پے غلط جبین نہین

اک آہ کھینچنے کا ارادہ ہے ہوشیار
تیر آج تیری راسے فلک کا نشیمن نہین

نسبت ہے ایک عاشق و معشوق ہی اسے
ناز آفرین ہے کیا وہ نیاز آفرین نہین

شادی کی انجمن مین بھی روتا ہون مثلِ شمع
مجھ سا جہان مین کوئی بھی اندوہگین نہین

پھوٹتا ہے تیری سر نہ ہٹے گا **امیر** کا
سجدے سے گر کے اٹھے یہ ایسی جبین نہین

عالم مین کوئی دخترِ رز سا حسین نہین
شیشے مین اک پری ہے ہے آتشین نہین

وہ شوخ آنکھ بردونین پردہ نشین نہین
اور پھر جو دیکھئے تو کہان ہے کہین نہین

یا ہم ہی ہم تھے کوئی نہ تھا انکی بزم مین
یا اک جہان آج وہان ہے ہمین نہین

ان چتونون کو دیکھ تو ناصح تڑپ ہی جائے
بیدرد تیرے دل پہ یہ چھریان چلین نہین

ایسا ہی جوش گریہ ہے تو ہم سر یار مین
یا ہم نہین زمین پہ یا یہ زمین نہین

پردے ہی پردے مین ہین تبسم کی شوخیان
یہ بجلیان ابھی کسی دل پر گرین نہین

تو قابل سجود ہے اے میرے بے نیاز
یہ قابل سجود کسی کی جبین نہین

فرماتے ہین کہ آئین تو زاہد ہمارے پاس
ہم ان کی توبہ توڑنے کو نازنین نہین

شوخی کا ہاتھ اٹھ کے پکڑ لے شبِ وصال
اتنی بھی کام کی نگہ شرمگین نہین

اے جان ابھی نہین مری حسرت کا خاتمہ
پہلی نظر ہے یہ نگہ واپسین نہین

تلوارین ایک چھوڑ کے دو دو کمر مین ہین
اس بوجھ اٹھانے کے لیے تم نازنین نہین

دیا جو مین وصال مین بولے ہٹا کے ہاتھ
آنسو کسی کے پونچھے یہ وہ آستین نہین

رسوا ہوا تو حشر مین اتنا کہون گا مین
بندون مین تیرے کیا مین جہان آفرین نہین

آنسو سے آشنا نہین شمع مزار بھی
اب کوئی میرے حال پہ اندوہگین نہین

دل ناز اٹھانے والون کے کیا دیکھکر پڑے ہین
ہر انجمن مین ناز ہے ناز آفرین نہین

واعظ کو تم تو دیکھتے ہی ہنس پڑے **امیر**
باتین تو ان بزرگ کی تم نے سنین نہین

یاد قاتل مین لہو سے جو ہوئین تر پلکین
بنگئین طائرِ بسمل کی روح کی شہپر پلکین

کھنچتی ہین دل بیمار پہ خنجر پلکین
ناتوان پا کے چڑہا لاتی ہین لشکر پلکین

مو بمو اس سے ہے انسانکی شرافت ثابت
مردمک آنکھ مین ہی آنکھہ کے باہر پلکین

گو رہین بہی خلش خار محبت ہے وہی
آج تک دل مین کھٹکتی ہین برابر پلکین

نرگسی آنکھین دکھاتے نہین یہ لالہ عذار
کھینچتے ہین مجہے کانٹون مین دکہا کر پلکین

اثر سوز محبت نے دکھایا اعجاز
بہ گیا آنکھہ سے دریا نہ ہوئین تر پلکین

اہل بینش کو بہت سیر جہان خوب نہین
مردم چشم سے کہتی ہین یہ جہک کر پلکین

قتل عشاق سے باز آینگی کہاتی ہین قسم
طاق ابرو کی طرف ہاتھہ اٹھا کر پلکین

چشم بد دور رہے کیا ظلم کی رسی ہی دراز
صاف بڑہ کر ہوئین خمیازہ برابر پلکین

چشم مخمور سے لوٹے کہین انکا ہی خمار
ہاین اذیت کش خمیازہ برابر پلکین

عیب اپنون کا نہین ہی سبب کلفت دل
لا کہہ اڑے گرد نظر ہون نہ مکدر پلکین

کیا ہی ہمسائے کو ہمسائے کی ایذا ہی وبال
آنکھین ہر دوئین جو کھینچین بال برابر پلکین

ناتوانون کو ترے ویگا فلک کیا گردش
گردش چشم سے کہاتی نہین چکر پلکین

۲۰۳

آج آنکھون کو جوانی مین یہ زیور ہین امیر
گر کے ہو جائین گی کل خس کے برابر پلکین

۲۲

عالم شگفتہ ہو جو مین آفت رسیدہ ہون
صبح بہار ہون جو گریبان دریدہ ہون

مطلب کی سمت رخ ہے مراد رسیدہ ہون
گویا قصیدہ مین مین گریز قصیدہ ہون

راغب مری طرف ہی کوئی دل نہ کوئی گوش
بزم جہان مین حرف مکرر شنیدہ ہون

میرے صفائے دل نے جو کہوئے ہین تیر عیب
شرمندہ مثل زنگی آئینہ دیدہ ہون

آہی کی طرح ہے مجہے مرہم وہ آب تیغ
کیا بتلائے درد گلو سے بریدہ ہون

ضبط فغان سکھا دئین اورونکو ہو جو جفا
سرمہ پہ بے صدائے گلو سے بریدہ ہون

چہرے پہ اسکے مطلع ابرو کا ہے یہ قول
دیوان انوری کا مین مضمون چیدہ ہون

ظلم جہان نہ دورِ فلک کا ہے مجھے خیال
دریا کے جوش مین تہِ پل آرمیدہ ہون

اے اہلِ بزم مجھکو اوٹھاؤ نہ بزم سے
شمعِ سحر ہون عمر بپایان رسیدہ ہون

مین اور حرم مین ہے یا پیرِ مغان دو ترے مرید
لیکن وہ بدعقیدہ ہے مین خوش عقیدہ ہون

مجروحِ تیغِ حسن ہوا کب خبر نہین
یوسف کی جلوہ گاہ مین دست بریدہ ہون

مارا ہے اہلِ کبر نے پردے مین عجز کے
مین تختہ کشتہ تیغِ خمیدہ ہون

ابتک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی
حرفِ ناگفتہ ہون سخنِ ناشنیدہ ہون

پیدا کیے کی شرم الٰہی ضرور ہے
تو آفریدگار ہے مین آفریدہ ہون

صحرا کو کیڑے پہاڑ کے چلتا ہون لیے خون
پائے شکستہ ہون نہ مین دست بریدہ ہون

ہون دشمنون مین پر نہین فریاد کی مجال
بتیس دانتون مین مین زبان بریدہ ہون

بہتا ہے یادِ رخ مین تو کہتا ہے طفلِ اشک
یوسف کے خاندان کا مین نورِ دیدہ ہون

مطلب خزان سے کچھ نہ غرض ہے بہار سے
دونون سے مثلِ سرو مین دامن کشیدہ ہون

دیکھون کسی کے عیب تو کیا تاب کہہ سکون
ہان غم سے آئنے کی طرح آبدیدہ ہون

کہتا ہے مرغِ روح اجل سے ڈرا ہوا
صیاد میرے پیچھے مین صیدِ رمیدہ ہون

بلبل ہوا مین نہ گل ہون گلستانِ دہر مین
ہان اک پرِ شکستہ و رنگِ پریدہ ہون

۲۰

شبنم کے اے امیر ملے ہین مجھے نصیب
گل ہنس پڑے چمن مین جو مین آبدیدہ ہون

۲۰

کسکے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ مین
چاندنی ہے سایۂ دیوار قیصر باغ مین

سبزۂ خوابیدہ کیسا آگیا جو خفتہ بخت
اُسکے طالع ہو گئے بیدار قیصر باغ مین

فی الحقیقت یہ بھی کم گلزارِ جنت سے نہین
حورین پھرتی ہین سرِ بازار قیصر باغ مین

ہر روش پہ چل رہی ہے ایسی صحت کی ہوا
چشمِ نرگس تک نہین بیمار قیصر باغ مین

پاؤن کا یہان ذکر کیا صاف ہے ایسی زمین
دل پھسلتے ہین دمِ رفتار قیصر باغ مین

بند جب ٹوٹین شکست توبہ کی آئے صدا — بلبلین اگر انگڑائیان میخوار قیصر باغ مین

ٹوٹتا پھرتا ہے یہ مارے خوشی کے صبح وشام — وجد مین ہے سایۂ دیوار قیصر باغ مین

یہ اشارہ نہر مین کرتی ہے ہر انگشت موج — سب کا ہوجائیگا بیڑا پار قیصر باغ مین

چار نغمون مین ہو سعدی کی گلستان کا جواب — بلبلین کھولین اگر منقار قیصر باغ مین

زیر شاخ گل اگر سبزہ کبھی سونے لگا — شور بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ مین

اتنے پتے بھی نہونگے گلشن فردوس مین — جس قدر ہو نگے ہین انبار قیصر باغ مین

تشنگان شوق ہین شیرین لبونکے میہمان — بٹ رہا ہے شربت دیدار قیصر باغ مین

قطرے شبنم کے رگ گل پر دکھاتے ہین بہار — گندھ رہے ہین موتیون کے ہار قیصر باغ مین

کہہ رہی ہے یہ صنوبر قامتون سے فاختہ — آؤ بھی پھر علمبردار قیصر باغ مین

آتے آتے لب تلک بن جائے نگا نور کا — کھینچئے گر آہ آتشبار قیصر باغ مین

نخل گل ہے ہر تماشائی زہے فیض بہار — پھول جھڑتے ہین دم گفتار قیصر باغ مین

موجہ کی نسیم صبح مین تاثیر ہے — بے صبوحی مست ہین ہشیار قیصر باغ مین

لے دل مایوس بے برگی سے افسردہ نہو — لائیگا نخل تمنا بار قیصر باغ مین

دور ہونگی کلفتین ہٹ جائینگی سب کاہشین — لالہ ہے بیداغ گل بیخار قیصر باغ مین

۲۰۵

سایۂ بال ہما کیا ڈھونڈھتا ہے اے امیر — بیٹھ زیر سایۂ دیوار قیصر باغ مین

۱۰

داغ اے بہار جیسے ہمارے بدن مین ہین — اس رنگ وبو کے پھول بھی تیرے چمن مین ہین

نالہ ذرا کرے تو سمجھ بوجھ کر کرے — بلبل سے کوئی کہدے کہ ہم بھی چمن مین ہین

شیخ حرم سے ملکے ہوا سخت انفعال — کتنے ذلیل ہم نگہ برہمن مین ہین

سینون مین ہین عاشقونکے کہان عاشقونکے دل — کچھ زلف مین ہین کچھ ترے چاہ ذقن مین ہین

اک عمر سیتے سیتے رفوگر کو ہو گئی — کیا جانے کتنے چاک مرے پیرہن مین ہین

یاد آئین کیون قفس مین نہ گلشن کے ہمصفیر
غربت مین تا ہم ہین یار ہمارے وطن مین ہین

تھوڑا سا لطف اور بھی لے پنجۂ جنون
دو چار تار اور ابھی پیرہن مین ہین

آئے ہین سب سمٹ کے تیری صید گاہ مین
اب کوہ پہ ہین کبک نہ آہو ختن مین ہین

ہون آبدیدہ درد کی باتین نہ سن کے آپ
پہلو ہزار طرح کے اپنے سخن مین ہین

۲۰۶ — پیاسی ہین اب خنجر قاتل کی زیر سے
جتنی رگین **امیر** ہمارے بدن مین ہین — ۷

عزیز احباب ساتھی دم کے ہین پر چھوٹ جاتے ہین
جہان یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہین

کڑی منزل ہے پیری دانت بھی سب ٹوٹ جاتے ہین
قدیمی ساتھ یارون کے یہین تو چھوٹ جاتے ہین

الٰہی کیا علاقہ ہے وہ جب لیتا ہے انگڑائی
مرے سینے مین سب زخمون کے ٹانکے ٹوٹ جاتے ہین

ادا دل مانگتی ہے جان غمزہ اے شہ خوبی
ترے کشور مین ہے اندھیر لوٹا لوٹ جاتے ہین

عجب کانٹا ہے ساقی محتسب جب آنکلتا ہے
تو سب جام و سبو پیالون کی صورت پھوٹ جاتے ہین

زمانے بھر مین ہے مشہور حال اخوان یوسف کا
طمع دنیا کی وہ ہے جس سے بازو ٹوٹ جاتے ہین

۲۰۷ — **امیر** زار کی تربت کو چھت سمجھے ہین کیا گھر کی
یہ ماتم دار آکر چھاتیان کیون کوٹ جاتے ہین — ۲۱

منگا کر آئینہ مجھ تشنہ لب کو یاد کرتے ہین
وہ ساحل کو بھی لیکر ساتھ دریا مین اترتے ہین

شہید عشق جی جاتے ہین جی سے کیا گذرتے ہین
خدا یہ موت دے سب کو ہم اس مرنے پہ مرتے ہین

مقام شرم ہے ہم ہجر مین جی سے گذرتے ہین
پتنگے بھی تو رخصت شمع سے ہو ہو کے مرتے ہین

یہان آنکھون مین دم ہے اب کوئی ساعت مین مرتے ہین
قضا کہتی ہے جلدی کیا ہے آئینگے سنورتے ہین

زمانہ ذرۂ خورشید سے آئینہ خانہ ہے
مگر اس پر بھی جب دیکھا وہ پردے مین سنورتے ہین

ہمارے زخم بھرنا ورنہ اے جراح کیا جانین
اگر بھرتے ہین تو دم خنجر قاتل کا بھرتے ہین

رہے بیدار دل جو عمر بھر مردہ نہ جانو ان کو
برابر رات دن جاگے تھے آرام کرتے ہین

دل پر آرزو کہتا ہے چلکر خضر سے پوچھو
پھر کنارا اُن سے بسمل کا کبھی دیکھا نہین جاتا
خزان غافل نہین ہے اے جوانان چمن تمسے
کسے ہے ہوش فصل گُل مین رخت نو بدلنے کا
نہین چلتی ہے قینچی یہ چھری پھرتی ہے گلچین یہ
تفاوت اسقدر ہے زاہد دین اور رند دین مین
نہ اتنی چاہ کہ آب دم شمشیر قاتل کی
نے گل پھوٹتے ہین اپنی آہ سرد سے ہر دم
یہان نہلا کے ہم کو دفن بھی احباب کر آئے
شمیم گل مین ہم بھی تم اگر باد بہاری ہو
خضر کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے کیا مجنون بیابان مین
غضب ہے سامنا غصہ مین اُن خونخوار آنکھون کا
کہان انگور شیرازی کہان یہ میکشن ہندی

سفینے قلزم اُمید کے کس گھاٹ اُترتے ہین
چھری دیتے ہین جسکو پہلے اُسکے پر کترتے ہین
نہین اُڑتے ہین پتے یہ اُسے پرچے گذرتے ہین
بدن سے شل گل پھٹکر یہان کپڑے اُترتے ہین
یہ بلبل نہین صیاد برگ گل کترتے ہین
کہ وہ کچھ دلین لئے رہتے ہین یہ سب کہہ گذرتے ہین
کڑا پانی ہے دو گھونٹ اُسکے مشکل سے اُترتے ہین
جگر کے داغ دلکی چوٹ بن بنکر اُبھرتے ہین
وہان حمام سے فرصت نہین ابتک نکھرتے ہین
جدھر پہ چلتے ہو چلتے ہین جہان ٹھہرو ٹھہرتے ہین
اِدھر آئے کہ ہم نے یہ طریقے خوب برتے ہین
شکار شیر کرتے ہین جو یہ آہو بچھرتے ہین
پہنچ رہتے ہین وہ دانے جو قسمت مین اُترتے ہین

۲۰۸

برنگ طائر تصویر اسیر اڑنا کہان ممکن
ہم اپنے آشیانے سے چمن مین کب اُترتے ہین

۲۱

پھڑک کر مرغ بسمل کی طرح عاشق جو مرتے ہین
نکلجاتے ہین وہ جس راہ سے بیچین کرتے ہین
لبون پر آکے ہجر یار مین دم ضبط سے بولا
لیا تو مین نے بوسہ خنجر قاتل کا مقتل مین
مین اس شوخی پہ صدقے ہون کہ مجھسے بزم مین پوچھا
تسلی خاک ہو وعدون سے ان کی جھوٹے ظالم

یہ مقتل مین عروس تیغ کے صدقے اُترتے ہین
ہزارون ٹھیکیان لیتے ہین جس دلمین گذرتے ہین
سلامت بیقراری ہم کہین گھٹ گھٹ کے مرتے ہین
اجل شرما گئی سمجھی کہ مجھکو پیار کرتے ہین
یہ سب تو غش ہین مجھپر آپ کہیے کس پہ مرتے ہین
اشارون سے یہ کہتی ہین کہ دیکھو کب مکرتے ہین

ہماری جان تم ہو وہ ہماری جان کا دشمن ۔ تمہارے دوست ہین ہم اسلیے دشمن سے ڈرتے ہین

مین کہتا ہون تمہین نے دل لیا میرا تو کہتے ہین ۔ کہ ہان ہان لے لیا اچھا کیا ہم کب مکرتے ہین

حسینونکی تعلّی ہے سبب محبوب ہونے کا ۔ جو چڑھ جاتے ہین نظرون پر وہی دل مین اترتے ہین

بڑے رستم ہین تیرے چشم و ابرو دیکھنے والے ۔ نہ خنجر سے جھجکتے ہین نہ وہ قاتل سے ڈرتے ہین

بتون کے چاہنے والون مین بھی ہے شان محبوبی ۔ قضا مرتی ہے اُن پر جو ادا پر اُنکی مرتے ہین

نہ رحم آجائے قاتل کو نہ رک جائے کہین خنجر ۔ نگاہِ حسرت آگین ہم اثر سے تیرے ڈرتے ہین

خبر ہم سخت جانون کی وہ سنکر طنز سے بولے ۔ کوئی مرنے کی حد بھی مر ہمین دیکھتے ہین مرتے ہین

سلیمان ہم کو یا چشم و گیسو نے بنایا ہے ۔ ہمارے گھر مین شب بھر تخت پر پریوش اُترتے ہین

ہمین بیتابیان خط یار کو لکھنے نہین دیتین ۔ جگر سے جب اُٹھاتے ہین تو دلبر ہاتھ دھرتے ہین

شباب اُنکا غضب ہے ہاتھ پڑتا ہے جو سینے پر ۔ نکلجاتا ہے منہ سے مار ڈالا ہائے مرتے ہین

شب وصلت بھی یہ عالم ہے میری بیقراری کا ۔ تڑپ جاتے ہین وہ دلبر جو میرے ہاتھ دھرتے ہین

کبھی مدنظر گر عاشقون کا قتل ہو تمکو ۔ ہمین بھی یاد رکھنا ہم بھی تمکو پیار کرتے ہین

ہر ناگ نفس چلنے سے ہین اپنے دست و پا چلتے ۔ ٹھہر جاتا ہے سارا قافلہ جب ہم ٹھہرتے ہین

تری ہین یا کیا ان محبت رشک سے دیکھو ۔ جو تمکو پیار کرتے ہین ہم اُنکو پیار کرتے ہین

٢٠٩ ۔ امیر اُس جان کے دشمن سے تمکو ڈر نہین لگتا ۔ ٢٦

ڈھٹائی سے تم اُسکے منہ پہ کہتے ہو کہ مرتے ہین

دبا پایا جو ہے ہم کو تو یہ بھی ظلم کرتے ہین ۔ ہماری قبر کے تختے بھی اب ہم سے بگڑتے ہین

عدم کے جانیوالے راستے مین کب ٹھہرتے ہین ۔ جہان یہ نکلے گھر سے جا کے منزل پر اُترتے ہین

بھرون مین گرد تو وہ ڈر کے کچھ خیرات کرتے ہین ۔ مرے قربان ہونے پر وہان صدقے اُترتے ہین

عجب پردہ ہے پردہ شرم عصیان کا دم آخر ۔ اسی پردے مین ساری عمر کے بگڑے سنورتے ہین

حریف عشق سے پہلو تہی طرفہ تماشا ہے ۔ ہوئے بیمار تو ہم اور پرہیز آپ کرتے ہین

خیال یاد ابرو مین جو یاد چشم ساقی ہے
لڑی ہین انکی آنکھین آئینے مین خط عارض سے
مرا خط پھینک کر قاصد کے منہ پہ ناز سے بولے
پڑے ہین ابروؤن پہ بل یہ کیون مد نظر کیا ہے
تسلی دلکو ہم دیتے ہین کیف چشم ساقی سے
مدد اے آب خنجر رحم کر ان تشنہ کامون پر
نہ مہر اس گل کا ہمسر ہے نہ ماہ اسکے برابر ہے
چلے ہی جاتے ہین پیک نفس اک عمر گذری ہے
ہین کسکی دید کا طالب ہون کسکے وصل کا خواہان
نہ اتنا محتسب کا خوف ہے ہم کو نہ قاضی کا
انہین کا مال تھا اچھا کیا دل لے لیا میرا
بھرا ہے حسرتون سے دل کہان داغون کی گنجائش
مغنی کی نہ میخانے مین حاجت ہے نہ مطرب کی
ابھی اے جان تو نے مرنیوالونکو نہین دیکھا
یہ اپنے داغ ہین دن رات جن کا ایک عالم ہے
وہ سر با زلف تک تصویر ہین بے ساختہ پن کی
دم آرائش آئینہ جو دیکھا ناز سے بولے
قیامت دور تنہائی کا عالم روح پر صدمہ
جو رکھدیتی ہے شانہ آئنہ تنگ آکے مشاطہ
خیال آتا ہے پیری مین جوانی خواب تھی گویا
کیا ہی نام کیا استاد کا روشن خدا رکھے

حرم مین بیٹھے بیٹھے میکدے کی سیر کرتے ہین
غزالان حرم فردوس کے سبزے مین چرتے ہین
خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ مرتے ہین
یہ دختر دہر ہے خنجر آپ کس پہ تیز کرتے ہین
شراب حسن لیکر عشق کے ساغر مین بھرتے ہین
نہ انکی پیاس مرتی ہے نہ یہ پیاسے ہی مرتے ہین
ہین دونون ایک ہی سب کچھ ذرا چڑھتے اترتے ہین
نہ منزل ہے کہین انکی نہ رستے مین ٹھہرتے ہین
یہ کسکی حسرتین ہین آپ جن کا خون کرتے ہین
کہین توبہ نہ میخانے مین آئے اس سے ڈرتے ہین
کوئی چھینے نہین لیتا ہے اسے کیون فکر کرتے ہین
یہ سب ارمان ہین جو داغ بن بن کر ابھرتے ہین
شکست توبہ کی آواز پر ہم وجد کرتے ہین
چھپے ہم تو دکھا دین گے کہ دیکھو اسطرح مرتے ہین
ستارے ڈوبتے ہین دنکو راتونکو ابھرتے ہین
سنورنے سے بگڑتے ہین بگڑنے سے سنورتے ہین
ادھر یہ کون میری لاگ پر بیٹھے سنورتے ہین
ہمارے دن لحد مین دیکھیے کیونکر گذرتے ہین
ادائین بول اٹھتی ہین کہ دیکھو یون سنورتے ہین
پلک جیسے جھپکتی ہے یہ دن پہلے گذرتے ہین
امیر استاد زادہ دن پر ہم یہ فخر کرتے ہین

حباب آسا محیطِ عشق سے جو پار اُترتے ہین
گزر جاتے ہین پہلے سر سے پیچھے پاؤن دھرتے ہین

لگاتے ہین جو سرمہ آئینے کو دوبدو دھرتے ہین
ستم دیکھو وہ اپنی چتونون سے آپ ڈرتے ہین

تصور مین اُڑا کر رنگ رخ نیرنگ کرتے ہین
کہ تصویرِ خیالی مین تری ہم رنگ بھرتے ہین

بتو اہلِ حرم بیجا نہین تم کو بُرا کہتے
برہمن ہی کا گھر بھرتے ہو جب سجدے اُترتے ہین

نہین ہے دیر سے خورشید کی وہ گرم بازاری
ہوا ہے دھوپ کا مُنہ زرد شاید وہ نکھرتے ہین

پسند آیا انہین مجھکو اسی کا شکر کیا کم ہے
کہ شکوہ لیکے بیٹھون آپ دل لیکر مکرتے ہین

مرے سینے پہ مقناطیس تیرا ہاتھ ہی اے بت
کہ جتنے دل مین پیکان جمع ہین وہ سب اُبھرتے ہین

شبِ غم مین رہے جیتے بُرا ہو سخت جانی کا
نہ آئی موت اس غیرت کے مارے ہم تو مرتے ہین

جواب اعضا ہمین دیتے ہین کہون اے ضعف پیری مین
جوانی کی تو ہم اُن سے نہین درخواست کرتے ہین

چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل
گلا کاٹین مرا صیاد ناحق پر کترتے ہین

چل اے باد بہاری اک ذرا آہستہ آہستہ
کہ وہ مجھ سے اُلجھتے ہین جو بال اُنکے بکھرتے ہین

غضب ایسے جانفزا خط کا یہ رنگ اس قہر کی آنکھین
مسیح و خضر و عزرائیل تینون تم پہ مرتے ہین

تصور مین بھی منہ چومون تو اُڑ جاتا ہے رنگ اُنکا
بلائین خواب مین بھی لون تو بال اُنکے بکھرتے ہین

قیام اس بحرِ طوفان خیز دنیا مین کہان ہمدم
حباب آسا ٹھہرتے ہین تو کوئی دم ٹھہرتے ہین

جھجک جاتے ہین وہ سائے سے اپنے روزِ روشن مین
اندھیری رات مین زلفون کے لہرانے سے ڈرتے ہین

دکھایا انقلابِ تازہ عالم کے حوادث نے
جو مرتے ہین وہ جیتے ہین جو جیتے ہین وہ مرتے ہین

بہت سنبل چمن مین آج پیچ و تاب کھاتا ہے
کسی محبوب کے شاید کہین گیسو سنورتے ہین

۲۱۱

امیر اُس دل سرگشتہ ہدف ہے تیر آفت کا
شکار انداز پہلے مرغ کے شہپر کترتے ہین

۶

بخت ایسے کہان ہین جو کرین یار سے باتین
کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے باتین

کیا سمجھین ہم اس آنکھ کا ایما سوئے نرگس
بیمار نے کہین راز کی بیمار سے باتین

٢١٣

کیونکر نہ امیر اس سے ترو تازہ ہون یہ چمن
پہولون کی ہو لیو دامن گلچین کی ا میر ا مین

قابل عفو مین آلودهٔ عصیان ہو لون
پھر وہی مین ہون وہی جامہ دری وحشت مین
چھڑکے تپلی نے دم نزع کہا قاتل سے
آنے لگی مجھکو پھر کاہیکو وحشت سوے شہر
ابھی پہنچا نہ گلستان سے پہنسا کر صیاد
مرہم زخم جو لائی وہ زبان شمشیر
نیم جان کرکے مجھے چھوڑ دے دم بھر قاتل

اے اجل صبر کر اتنا کہ پشیمان ہولون
پہلے واغلط سے ذرا دست و گریبان ہولون
مرتے مرتے ترے ہاتھون پہ مین قربان ہولون
رخصت احباب سے اے شوق بیابان ہولون
ہمصفیرونکی مین ذرا رہ کے خوش الحان ہولون
لب خندان نے کہا مین نمک افشان ہولون
خاک مین خون مین تیرے کوچے کے غلطان ہولون

٢١٤ ١٥

قدر راحت کی لیس یا رنج ہے دنیا مین امیر
تب چلون باغ کو جب قیدی زندان ہو لو ن

باعث تڑپ کا شوق ستمگر سے کیا کہین
اُس بت کے جو خالق اکبر سے کیا کہین
غمزے نے ترے چھوڑ لیا سر سے پاؤن تک
شرم آتی ہم گناہون سے اے پردہ پوش خلق
خالق ہی جب نہ دے تو گلہ آسمان سے کیا
دا تغنہ دلون کے سینہ سے ہے آشکار
بگڑا ہوا وہ آپ ہے اسکا قصور کیا
سارے بدن مین اب تو لہو بوند بھر نہین
ٹھہرا ہے روز حشر یہ دیدار یار کا
دل پیچ و تاب اپنا ہے تو قسمت کے پیچ سے

دل تو ہی کچھ بتا دے کہ دلبر سے کیا کہین
آنسون کی کیا بھیڑ وادی محشر سے کیا کہین
رگ رگ پکارتی ہے رگ نشتر سے کیا کہین
محشر مین جا کے شافع محشر سے کیا کہین
ساقی نہ منہ لگائے تو ساغر سے کیا کہین
آئینہ اپنا حال سکندر سے کیا کہین
بگڑین بھی ہم اگر تو مقدر سے کیا کہین
سوکھی زبان دکھائے تو خنجر سے کیا کہین
اللہ حشر تک دل مضطر سے کیا کہین
وہ بے خطا ہے زلف معنبر سے کیا کہین

ملتا نہین مکان سے تا لا مکان پتا
ہم کیا ہوئے نکل کے ترے گھر سے کیا کہین

کہنے کی بات ہو تو کسی سے کہے کوئی
دل تم نے لے لیا ہے یہ دلبر سے کیا کہین

کعبہ نشین سُنے تو کہین اُس سے درد دل
کعبہ مین اینٹ چونے سے پتھر سے کیا کہین

قسمت سے سامنا کبھی ہوتا بھی ہے اگر
پھر دن ہی سوچتے ہین کہ دلبر سے کیا کہین

۲۱۵

پیاسے شراب وصل کے ہین ہم تو اے امیر
شرم آتی ہے کہ ساقی کوثر سے کیا کہین

۱۹

محبت کے جو داغ ڈالے ہوئے ہین
ابھر کر وہی دل مین چھالے ہوئے ہین

یہ بُت سب کے دیکھے بھالے ہوئے ہین
تصور کے سانچے مین ڈھالے ہوئے ہین

خوشامد جو کی مین نے جوبن کی بولا
ارے یار ہم بھی نکالے ہوئے ہین

نہ کر بے نیازی سے تو خون ارمان
کہ سب تیرے نازونکے پالے ہوئے ہین

کبھی خون سودائیون کا گرا تھا
چھلک کر وہی قطرے لالے ہوئے ہین

ہرن کب ہین غصے مین آنکھین تمہاری
یہ دو شیر آنکھین نکالے ہوئے ہین

بلا کا بلا نوش ہے دل ہمارا
غم دو جہان دونوالے ہوئے ہین

زمانہ قضا کے حوالے ہو اور ہم
تمہاری ادا کے حوالے ہوئے ہین

بتون کا تصور جوان کو نہین ہے
تو بت کیون یہ اللہ والے ہوئے ہین

گراتے ہین کیا بجلیان پھر کے سسکی
تڑپ کر وہ تڑپانیوالے ہوئے ہین

یوہین توڑنے والے کے ہاتھ ٹوٹین
بہت دل شکستہ پیالے ہوئے ہین

لپیٹے ہین چوٹی مین ہار اُس نے پہنے
جو کالے تھے اب کوڑیالے ہوئے ہین

جو آنا ہے تو نزع مین جلد آؤ
سنبھالے ابھی کچھ سنبھالے ہوئے ہین

نہ تھی کوچہ گردی نہ صحرا نوردی
یہ رستے ہمارے نکالے ہوئے ہین

پیالے کہان وصل کے میکدے مین
کف دست ساقی پیالے ہوئے ہین

یہ لپٹے ہین گیسو کہ اے بت کنھیا
کمر مین ترے ہاتھہ ڈالے ہوئے ہین

چلی ہے دلہن نکلے کیا تیغ قاتل
عروس اجل کے یہ چالے ہوئے ہین

۲۱۶

امیر ایسے روئے ہین ہم میکدے مین
لہو سے لبالب پیالے ہوئے ہین

۱۷

ستارے مرے دیکھے بھالے ہوئے ہین
یہ سب گیند انکے اچھالے ہوئے ہین

یہ موئے مژہ بھی ہین جادو کے پتلے
کہ جب دلہن آئے ہین بھالے ہوئے ہین

مرا ضبط کہتا ہے مجھسے کہ کہہ دو
اٹھے درد ہم دل سنبھالے ہوئے ہین
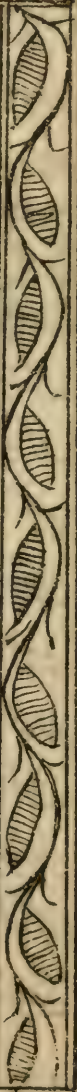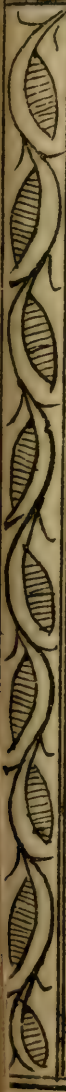
یہ تلوارین کس کے گلے پر چلین گی
کہ بل تیوریون پر وہ ڈالے ہوئے ہین

ادھر ضعف ادھر ضبط تڑپون تو کیونکر
یہ شہ زور دونون سنبھالے ہوئے ہین

ادھر یار ہے ہم ادھر آسمان یہ
اثر سے ہم آغوش نالے ہوئے ہین

نہ ہے ضبط سینے مین دم گھٹ رہا ہے
مگر دل ہم اتنا سنبھالے ہوئے ہین

ہرن چوٹ کرتے ہین شیرون پہ دیکھو
حسین ہم پہ آنکھین نکالے ہوئے ہین

عجب بیخودی صحبت وصل مین ہے
وہ ہمکو ہم انکو سنبھالے ہوئے ہین

چمن مین یہ پھولون نے کیا گل کھلایا
کہ بلبل کو جینے کے لالے ہوئے ہین

الٰہی یہ کسکے لہو کے ہین پیاسے
کہ خنجر زبانین نکالے ہوئے ہین

کوئی کیچلی مین ہے ناگن کہ یارب
وہ کچلے کا موباف ڈالے ہوئے ہین

سنا ہے جو بے آب دشت جنون کو
تو چھالا گل لئے ساتھہ چھالے ہوئے ہین

جگر دل کو دل روکتا ہے جگر کو
یہ بسمل کو بسمل سنبھالے ہوئے ہین

پئین نا شیخ جی بعد مرگ اٹھین پانی
یہ سب جام مے سے کھنگالے ہوئے ہین

ہوا مین عجب حسن ہے گیسوون کا
پری آڑ کے یہ دو ارکالے ہوئے ہین

امیر ان سے کیا کیا لپٹتے ہین شب بھر

نہین اے ماہ وش یہ آسمان پر جا بجا تارے — پتنگے کچھ تری شمع رخ روشن کے بیٹھے ہین

یہ کیا بے وقت کی اے حضرت دل آنکھ سوجھی — اوٹھے ہین روٹھہ کر اب آپ جب وہ منانے بیٹھے ہین

کڑی منزل ہی بوڑھے ہونگی جو موت آئے تو یہ طے ہو — تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہین

۲۱۹ — ۱۷

امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے
بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہے تنکے بیٹھے ہین

صفت وہ کسکی جان لیتے ہین — دے کے منہ مین زبان لیتے ہین

آزمایش مین جان لیتے ہین — خوب آپ امتحان لیتے ہین

ناتوانی سے ہم حسینون مین — چھانٹ کر وہان پان لیتے ہین

فقرے فقرے مین دل پہ ہین چوٹین — باتون باتون مین جان لیتے ہین

وصل مین کچھ نہین نہین ہی نہین — مانتے ہین تو مان لیتے ہین

پیر ہوتے ہین جو شباب کے بعد — تیر دے کر کمان لیتے ہین

طعنے دیتے ہین عشق مین بے مہر — چٹکیان مہربان لیتے ہین

سوز دل اس پہ ہی سے کہنے کو — شمع سے ہم زبان لیتے ہین

دختر رز کی جو بات آتی ہے — مغبچے خوب چھان لیتے ہین

کس سے سیکھے ہین ظلم پوچھو تو — کس کا نام آسمان لیتے ہین

ساتھ مستون کے مفت مین قاضی — دختر رز کو سان لیتے ہین

لب میگون و خط سبز کے مست — مے مین سبزی بھی چھان لیتے ہین

ہر قدم پہ برنگ نقش قدم — دم ترے ناتوان لیتے ہین

وصل مین بھی جھجک نہین جاتی — پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہین

کیون سراپا نہ جان ہو معشوق — سارے عالم کی جان لیتے ہین

میکشون کو عروج مستی مین — ہاتھون ہاتھ آسمان لیتے ہین

۲۲۰ ۱۰

ہم سخن کے لیے لغت مین امیر
فصحا کی زبان سے لیتے ہین

وصل مین یون وہ جان لیتے ہین
ضبط کا امتحان لیتے ہین

دل تو لیتے ہین جان لو جبہ سے پہر
بنکے انجان جان لیتے ہین

دل بچے کس طرح حسینون سے
ملکے سب چہین چہان لیتے ہین

نہین ساقی یہ قلقل مینا
ہچکیان نیم جان لیتے ہین

میری ہر بات پر ہین سو سو عذر
غیر کی خوب مان لیتے ہین

ہوکے برباد ترے خانہ خراب
لامکان مین مکان لیتے ہین

ہاے کیا دلبری کی ہین گہاتین
دم دلاسے مین جان لیتے ہین

یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہین

نقد دل دیکے مصر حسن سے ہم
کیا نکمّا جوان لیتے ہین

چہورتے ہین وہ سینے مین پیکان
دلبری کرکے جان لیتے ہین

ہر گلوری پہ چہیڑ ہے شب وصل
ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہین

دہن زخم چوستے ہین وہ تیغ
کیا مزے بے زبان لیتے ہین

پہیر دین دل نہین جو انکو پسند
کیون غریبون کی جان لیتے ہین

چوم کر خط ونخ کو اُس گل سے
اُلٹے ہم پہول پان لیتے ہین

مردم دیدہ بیٹھے گرد نظر
سات پردون مین جان لیتے ہین

تب مژہ دیکہہ بہال کا تیری
دور سے میری جان لیتے ہین

۲۲۱ ۱۹

تاک کر دل مرا کہا کہ امیر
ہم تو ایسا جوان لیتے ہین

عشق مین گر لچکہ زلف سنگہاتے بہی نہین
جائیے جائیے ہم آپ مین آتے بہی نہین

بت بنے بیٹھے ہین کچھ بات بتاتے بھی نہین
کچھ وفا کچھ ہے حیا جان ہر کس مشکل مین
نیمجان کرکے مجھے سر پہ کھڑے ہین جسکے
روٹھنا روز کا ٹھہرا ہے تو یہ سُن رکھیئے
آگے آئینے کے بیٹھے ہین جھکائے آنکھین
اپنے پہلو مین بٹھاتے نہین عاشق کو گر
اُن نگاہون سے جوانی مین حیا کہتی ہے
نکلے ہی پڑتے ہین محرم سے اُچکے دیکھو
جی دہر کتا ہے کہ چوری نہو دل کی ثابت
پرسش حشر مین چوکے تو وہ مجھہ سے بولے
ہیچ ہین حور و پری لیلی و شیرین کیسی
ہنس ہی دین دیکھہ کر روتا نہ کرین ہمدردی
مرکے تربت پہ مری کہتے ہین لو اُٹھ بیٹھو
پھیر دو دل جو نہین دیتے ہو بوسہ یہ کیا
ناز کہتا ہے کہ جان اُسکی ہو تم جی نہ اُٹھے
زاہد و حق تو یہ ہے تم ہو بڑے بے توفیق
جب سے عاشق ہوئے ہو بھول ہنسنا کیسا

اور یہ غصہ کہ مین روٹھا تو مناتے بھی نہین
دل سے جاتے بھی نہین آنکھہ مین آتے بھی نہین
ہاتھہ اوٹھاتے بھی نہین ہاتھہ لگاتے بھی نہین
روز کے روٹھنے والیکو مناتے بھی نہین
چوٹ کھاتے ہی نہین چوٹ لگاتے بھی نہین
بیٹھہ جائے تو مروت سے اُٹھاتے بھی نہین
جاؤ اب پردہ نہین ہم تمکو بٹھاتے بھی نہین
شرم کی بات ہے تم اُن کو دباتے بھی نہین
منہ سے انکار بھی ہے آنکھہ ملاتے بھی نہین
تم کھڑے دیکھتے ہو اور بتاتے بھی نہین
ایسے ویسون کو بھی وہ دھیان مین لاتے بھی نہین
مجھہ کو رونا تو یہی ہے کہ رُلاتے بھی نہین
اب تو مدت ہوئی ہم تمکو ستاتے بھی نہین
مال پر لوٹ بھی ہو دام لگاتے بھی نہین
مارے اس ڈر کے جنازے پہ وہ آتے بھی نہین
اپنے مہمان کو دو گھونٹ پلاتے بھی نہین
کپڑے دسواس سے پہلو نہین دباتے بھی نہین

لطف مرنے کا دکھائین کسے فرقت مین
نہین آتے وہ تو ہم جان سے جاتے بھی نہین

۲۳

اے خوشا غم ہوئی انجمن جو سیر ہو دل مین
انکھڑیان تیری ہین نظر و نہین ہے تو دل مین
بڑہتے بڑہتے رہی آخر ہوئے گیسو دل مین
سیر ہے آنکھو نہین پریان ہین پریرو دل مین

دانہ اب ڈالیگا خالِ تہ ابرو دل مین
جال لائے ہین بچھانے کو وہ گیسو دل مین

ضعف ایسا ہے کہ آیا مجھے غش جب آیا
کوئی پہلو کے بدلنے کا بھی پہلو دل مین

گرمیان کر کے رُلاتے ہو مجھے یاد رہے
چھالے ڈالین گے یہ جلتے ہوئے آنسو دل مین

جوڑ پورا دلِ صد چاک کا ہوا چھا ہے
ساتھ شانے کو بھی لے آئین وہ گیسو دل مین

ہجر مین ہوش نہین صبر نہین تاب نہین
اُٹھ بھی اے دردِ دل اب کیون ہے پڑا تو دل مین

کرتی ہے آنکھ تری داغِ محبت پیدا
گل کھلاتی ہے تری نرگسِ جادو دل مین

طرفہ سانچا ہے غم و دردِ محبت جس سے
ڈھلتے ہین آٹھ پہر موتی سے آنسو دل مین

ہو گئے مست سب اُٹھی جو تری رخ سے نقاب
رنگ اس پھول کا آنکھون نین گیا تو دل مین

ہے نگہ تیر ادا تیر بلا تیر قضا
دل ہے پہلو مین مرے تیرِ سہ پہلو دل مین

ناوکِ ناز ہے آواز تری چھاگل کی
اے پری نیکے بجیان ترے گھنگرو دل مین

کرتے ہین اپنے تصور کے مکان کی زینت
دو دو آئینہ لئے آئے ہین زانو دل مین

دل سے جلتی ہوئی آنکھون نے جو مانگا پانی
ضبطِ الفت نے کیا قید ہین آنسو دل مین

کھینچکر سرمہ کا دنبالہ دکھائی مجھے آنکھ
بھر گئی کوکبِ شُہدا کی جھاڑو دل مین

ناز انداز ادا غمزہ کرشمہ شوخی
لیکے آیا ہے پریخانہ پریرو دل مین

کہتے ہین تیر و کمان دونون ہین میرے پاس
جھوٹی باتین ہین نہ مژگان ہین نہ ابرو دل مین

اب خدا حافظ و ناظر مرے ارمانون کا
پھانسیان لیتے ہوئے آئے ہین گیسو دل مین

بڑھ گئی جان جو آیا تری افشان کا خیال
سارے آہون کا شرر بنگئے جگنو دل مین

ناوکِ ناز و ادا کا ترے اللہ رے ادب
حسرتین جتنی ہین بیٹھی ہین دو زانو دل مین

کونسی چیز ہے معشوق کو عاشق سے عزیز
مژہ دل مین ہے نگہ دل مین ہے ابرو دل مین

آنکھ اُس آنکھ سے دیکھو نہ مقابل ہو امیر
اِسی کھڑکی سے اُتر آتا ہے جادو دل مین

طرفہ آیا ہے پہنچنے کا یہ پہلو دل مین
تیر جاتے ہین چھری بن کے وہ ابرو دل مین

جھوٹے موتی جو سمجھتا ہے انہین تو دل مین
اور اس غم سے گھلے جاتے ہین آنسو دل مین

غمزہ اس شوخ سے کہتا ہے ادا سے اسکی
ٹپکیان لون مین کلیجے مین تو لے تو دل مین

حاکم ہے ضبط محبت کا کہ ہو راز نہ فاش
آ کے آنکھون مین پلٹ جاتے ہین آنسو دل مین

شوخی اس شوخ کی آنکھون کے تصور ہی سے
بھرتے ہین چوکڑیان آ کے یہ آہو دل مین

ڈیوڑھی سے شاہ نشین تک ہو مہمان لوگی
آنکھو نکین وہ گل رخسار ہون خوشبو دل مین

سلسلہ دیکھنے اشکون کا یہان آ بیٹھو
خوب آتی ہے نظر سیر لب جو دل مین

خالی معشوق سے عشاق کہین رہتے ہین
دھیان تیرا ہے جو اے یار نہین تو دل مین

سرو گلزار سے فردوس سے طوبی اکھڑے
بیجا ہی نہ رہے وہ قامت دلجو دل مین

طفل اشک اٹھ کے جو دوڑین تو سنبھالے آنکھو
اب تو اتنا بھی نہین ضعف سے قابو دل مین

ہو چکا حسرت و ارمان کا تو خون اے قاتل
کس پر اب کھینچے ہین چھریان ترے ابرو دل مین

نکل اے یاس کہ ہو وصل مین ارمان کا ہجوم
اب جگہ اتنی نہین ہے کہ رہے تو دل مین

٢٢٤

ایک ایک ان مین شرارہ تھا جہنم کا امیر
آگ لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل مین

١٨

وہ رخ و زلف نہ تڑپا ہون یہ ممکن ہی نہین
ہاے راتین بھی قیامت ہین فقط دن ہی نہین

رنگ پیری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین
پہولنے پہلنے کے اب دن ہی نہین سن ہی نہین

دیکھیے محکمۂ حسن سے کیونکر ہو نجات
مجرم عشق ہون میرا کوئی ضامن ہی نہین

جذب دل ان سے یہ کہتا ہے کہ اب کیون آئے
تم تو کہتے تھے کہ آنا مرا ممکن ہی نہین

یون تو سلجھے گا نہ الجھا ہوا بوسون کا حساب
سہل سا گر ہین تو بتادون تجھے تو گن ہی نہین

سادگی مین مرے محبوب کی ہے لاکھ بناؤ
ٹھہرے مستی سے سنورنے کے ابھی دن ہی نہین

ان سے مطلب کی کہی بات تو ہنسکر بولے
بات وہ کہیے جو ممکن ہو یہ ممکن ہی نہین

جھنجلا کے سزا دین وہ مجھے ہاتھ سے اپنے
ایسی کوئی اے دل جو خطا ہو تو مزا ہو

ہر رنگ مین ہے یار نیا رنگ تمہارا
بے پردہ ہو شوخی ہو تو در پردہ حیا ہو

وحشت کو مرے ساتھ مرے دفن نہ کرنا
گھر خانہ خرابی کا مرے گھر سے جدا ہو

تو صورت دریا ہے حباب اہل جہان مین
تیرا ہے تری راہ مین سر جسکا فدا ہو

ہنس ہنس کے چھری پھیر گلے پر مرے قاتل
آخر کی تڑاپ ہے یہ کچھ اسمین تو مزا ہو

نیرنگی عشق اُن کی یہ کہتی ہے شب وصل
چتون مین شرارت ہو تو آنکھون مین حیا ہو

ہم اُس دل پُر داغ پر اے الفت مژگان
کانٹون مین نہ کھینچ اسکو جو پھولون مین ملا ہو

اس وہم سے گندھوانے مین چوٹی کے وہ جھجکے
شاطہ کا بہروپ نہ عاشق نے بھرا ہو

اُٹھ جاتے ہین محفل سے جو ہو جاتی ہے گل شمع
ڈرتے ہین کہ مجھ سے نہ ملی باد صبا ہو

کیا ربط ہے سینے سے کھنچے تیر تو پیکان
ناوک سے جدا ہو مرے دل سے نہ جدا ہو

لایا مہ نو بدر کا آئینہ بغل مین
اتنا بھی نہ اپنا کوئی مشتاق لقا ہو

٢٢٦ — ١٦

کیا ہاتھ مین درکار امیران کو ہے منہدی
چھو لین گل عارض تو وہی رنگ حنا ہو

بولے وہ آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو
کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے کو

گھر سے ہم نکلے تھے مسجد کی طرف جانے کو
رند بہکا کے ہمین لیگئے میخانے کو

تو نے کمبخت کبھی پی ہی نہین کیا تجھے قدر
محتسب دیکھ مری آنکھ سے پیمانے کو

زلفین اتنی نہ بڑھا ہے وہ بہت زار و نحیف
بیڑیان چاہئے ہلکی ترے دیوانے کو

یہ زبان چلتی ہے ناصح کہ چھری چلتی ہے
ذبح کرنے مجھے آیا ہے کہ سمجھانے کو

ہٹ گئی عارض روشن سے تمہاری جو نقاب
رات بھر شمع سے نفرت رہی پروانے کو

شمع دولت ہے جہان آپ ہی آ رہتے ہین
بزم مین کون طلب کرتا ہے پروانے کو

چشم ساقی کی ادا نے مجھے مے نوش کیا
دخت رز آپ لگا لے گئی میخانے کو

ے کہان فرقت ساقی مین میسر ہم کو
رکھہ کے ہم سینہ پہ سو رہتے ہین پیمانے کو

ور مین آئے نکیرین تو مین یہ سمجھا
ناصح آ پہنچے یہان بہی مرا سر کہانے کو

شور ہُو حق ہے یہان بڑہ کے دہان سے زاہد
اپنی مسجد سے لڑا لے مرے میخانے کو

آج کچھہ اور بہی پی لون کہ سنا ہے مین نے
آتے ہین حضرت واعظ مرے سمجہانے کو

باغبان ہاتہہ لگاتا نہین پہولونکو ترے
آنکلتا ہون کبہی دل کے مین بہلانے کو

وہ کہان دن کہ رہا کرتا تہا دور ساغر
آنکہہ بہر آتی ہے اب دیکہہ کے پیمانے کو

رات دن خال و خط زلف کا رہتا ہے خیال
گھیرے رہتی ہین بلائین ترے دیوانے کو

۲۲۰ — ۱۵

جابجا گل نہین چہلے کے بدن پر یہ **امیر**
کیا ریان پہولون کی ہین جی مرا بہلانے کو

بولے وہ مین نے کہا جی کے جو بہلانے کو
منہ لگاتے نہین دشمن مرے دیوانے کو

ساقیا دختر رز کا تو بڑا رتبہ ہے
بے وضو مین کبہی چہوتا نہین پیمانے کو

موسے مژگان پہ نہین گرد تری آنکہونکے
غول پریون کے ہین گھیرے ہوئے میخانے کو

چہیڑ ہر بات مین اچہی نہین یہ اے ناصح
چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجہانے کو

دل مین تیرا جو تصور رہی تو اے رشک پری
دیکھنے آتی ہین پریان ترے دیوانے کو

بے ادب جا کے جو لپٹا تو سزا بہی پائی
آگ مین پہونک دیا شمع نے پروانے کو

مے پلانے کو جو ہوتی ہے رقیبون کی طلب
زہر تہوڑا سا عنایت ہو مجہے کہانے کو

آگئے نزع مین تم راہ سفر کی کہوٹی
رک رہے تہم گئے تیار تہے ہم جانے کو

بخت واژون کو کرا ے ساقی دوران سیدہا
کیا کرون لیکے مین الٹے ہوئے پیمانے کو

خوان الفت مین وہ ہو کونسی نعمت جو نہین
خون دل پینے کو ہے لخت جگر کہانے کو

میری آتش قدمی سے نہین واقف حداد
پہون ڈالیگی یہ زنجیر کے ہر دانے کو

بجلیان جان پہ توبہ کی گرانے کے لئے
بدلیان گھیرے ہوئے ہین مرے میخانے کو

اب خدا چاہے تو مقتل میں اٹھیں خوب مزے | برق دم تیغ ہوئی ہے مرے تڑپانے کو
وا نظر تم جسے سمجھے ہو سحاب رحمت | لے اڑی ہے یہ صبا وحش یہ بہکانے کو

٢٢٨ — ١٣

یار کو محفل خوبان سے اڑا لائے امیر
لے چلے لوٹ کے ہم آج پریخانے کو

صدقے میں مرغ دل کو ہمارے رہا کرو | تم بادشاہ حسن ہو اس کو ہما کرو
عصمت یہ ان سے کہتی ہے اب تم حیا کرو | نام خدا جوان ہوئے ہو حیا کرو
چلتے ہو ساتھ میرے جتانے کے یہ خوف | ایسا نہ ہو لحد پہ قیامت بپا کرو
شوخی یہ ہے کہ دیکھیے وہ عاشق کو گالیاں | کہتے ہیں شاہ جی مرے حق میں دعا کرو
لو ہم تو آگے جاتے ہیں صحرائے عشق میں | یاروان تم اپنے پاؤں سے کانٹے جدا کرو
جب پوچھتا ہوں میں کوئی تدبیر وصل کی | کہتے ہیں بت کہ اپنے خدا سے دعا کرو
پردے میں تم ہو آسیہ یہ عالم ہے حسن کا | پردے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو
ہم مانگتے ہیں بوسہ تو جھنجھلا کے بدزبان | کہتا ہوں اپنے منہ سے جو چاہو بکا کرو
کیا روٹھتے ہو عکس سے آئینہ دیکھکر | اپنی طرف خیال تم اے مہ لقا کرو
جب پوچھتا ہوں ان سے دوا درد عشق کی | کہتے ہیں پہلے ہوش کی اپنی دوا کرو
مشکل ہے اس سے حضرت دل یوں تو رہ ملے | پہلے تم اپنے درد سے دل آشنا کرو
کہتے ہیں بزم میں تو تمہارا یہ رنگ ہے | تنہا جو مجھ کو پاؤ تو کیا جانے کیا کرو

٢٢٩ — ١٠

کیا قدر ہے فسانۂ الفت کی واں امیر
کہتے ہیں ہم سنیں نہ سنیں تم سنا کرو

اے تیغ یار دل سے گلے مت جدا نہو | اب یار رونے کا وقت نہیں ہے خفا نہو
وہ کیا خرام ناز ہے جو فتنہ زا نہو | وہ فتنہ کیا ہے جس سے قیامت بپا نہو
حسن و فا کا ساتھ تو اے دل ہوا نہو | معشوق نام اسی کا ہے جس میں وفا نہو

میری نگاہ یاس کی اک چوٹ کہا تو لے
بیدرد پھر مین دیکھون کہ درد آشنا نہو

چٹکا چمن مین غنچہ تو بولا جھجک کے یار
ٹوٹا کہین مرا ہی یہ بند قبا نہو

موسیٰ پڑے ہین غش مین تڑپتی ہے برق طور
پردہ تمہارے رخ سے کہین ہٹ گیا نہو

ہنستے ہین اور چہرۂ خم تو خوش ہوکے تو بھی ہنس
یہ تو ہنسی کی بات ہے ظالم خفا نہو

اے ضعف اسقدر تو گھلا میرے جسم کو
آئینے مین بھی شکل مری رونما نہو

ہر وار مین نمک کی بھی چٹکی چلی ہی جائے
کس کام کی تڑپ ہے وہ جسمین مزا نہو

حسرت سے دیکھتا ہون جوانی کی طرف امیر
کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہو

حکم دربان کا ہے عشاق سے سر کو سر کو
ہائے جائین یہ کہان چھوٹ کے تیرے در کو

بدشگونی دم رخصت نہ کرو گریہ نہ ہو
ٹھنڈے ٹھنڈے سے مری جان سدھارو گھر کو

ہند مین آگے ہے آئنہ صاحب اُن کا
مژدہ دے روم مین جا کر کوئی اسکندر کو

تھا وہ بیتاب جو گیا خلد مین دل نے پوچھا
پہلے تسنیم کو پی جاؤن کہ مین کوثر کو

مٹکے جھرون مین بن بن کے جو بت بیٹھے ہین
کیا بلا دیر بنایا ہے خدا کے گھر کو

کون غمخوار ہے ذی رتبہ جہان مین مجھ سا
تاک دیتا ہے کنیزی مین مجھے دختر کو

نا خدا ہے جو خدا یار ہے بیڑا تیرا
پھینکدے توڑ کے کشتی سے الگ لنگر کو

گو سبکے تو کیا دونون کا خون اے ساقی
رو دئین مے خوار ترے شیشے کو یا ساغر کو

لگ کے بیٹھا مین شب وصل تو جھنجھلا کے کہا
دم گھٹا جاتا ہے گرمی سے ذرا تو سرکو

پھیر کر گردن بسمل پہ جو رک جاتے ہین
ذبح کرنے کا سکھاتے ہین چلن خنجر کو

میری ایذا کا ہے کب وادی وحشت خواہان
پاؤن سے کہتی ہین کانٹون کی زبانین سرکو

پھیرنا آنکھ کا اچھا نہین مجھ سے قاتل
پھیر دے اس سے تو گردن پہ مری خنجر کو

اس قدر ہے ادب پیر مغان مجھ کو امیر

۲۲۱ — بے وضو ہاتھ لگاتا نہیں میں ساغر کو — ۱۶

آج وہ چھاؤں میں تاروں کی سدھارے گھر کو
ہائے برسات کی رت میں وہ سدھارے گھر کو

توے قاتل کو چلیں ہم تو عدم کو پہنچیں
دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہے یہ دل خانہ خراب
راہ میخانے کی ہم بھول گئے ہیں زاہد
دل جو پھنک جائے تو ٹھنڈا ہو کلیجہ میرا
دیکھو اب خانہ خرابی مجھے لیجائے کہاں
گھر سے ہم وادی وحشت کی طرف چل نکلے
ڈوبتا دل کا جو اشکوں میں ہمیں یاد آیا
کہتی ہے یاد وطن مجھ سے نہ رو ٹھہا ب میں جا
میں نے پوچھا جو پتہ گھر کا بگڑ کر بولے
خانہ بر دوش ہیں ایسے کہ بگولے کی طرح
دم نکلتے ہی ہوئی لاش جو ایسی در بدر
جب اترتی ہیں فلک سے تو یہیں آتی ہیں
کیا خبر تھی کہ گراں ہوگا ہمارا آنا

لگ گئی آگ دھندلکے میں ہمارے گھر کو
پھونک دے پھونک دے اے برق ہمارے گھر کو
راہ جاتی ہے اُدھر ہو کے ہمارے گھر کو
پوچھتا تم سے ہے رستے میں تمہارے گھر کو
لے ثواب اُٹھا کے جو پہنچا دے ہمارے گھر کو
خوش ہوں میں آگ لگا دے کوئی سارے گھر کو
گھبرا کے تو ہیں آپ سدھارے گھر کو
چھوڑ کر خانہ خرابی کے سہارے گھر کو
رو دیئے دیکھ کے دریا کے کنارے گھر کو
چھوڑ غربت کو پلٹ چل مرے پیارے گھر کو
ہم سے پوچھا نہ کرے کوئی ہمارے گھر کو
یاد صرصر لئے پھرتی ہے ہمارے گھر کو
کیا ہوئی ہم سے محبت تھی جو سارے گھر کو
تاک رکھا ہے بلاؤں نے ہمارے گھر کو
ہم تو گھر اپنا سمجھتے تھے تمہارے گھر کو

۲۲۲ — خبر دل کی نہیں افشاں کے تصور میں اُدھر
ایک دن پھونک ہی دینگے یہ شرارے گھر کو — ۱۶

مسجد دن میں نہ بے محل بیٹھو
یاروں پڑھتا ہوں میں غزل اٹھو
گھر میں مستو نہ آج کل بیٹھو

زاہد و میکدے میں چل بیٹھو
میری باری ہے اب سنبھل بیٹھو
فصل گل ہے چمن میں چل بیٹھو

دیکھو نکلی شہید ناز کی لاش
تم بھی گھر سے ذرا نکل بیٹھو

کہہ رہا ہے یہ سوزن ساعت
جلنے والو نہ ایک پل بیٹھو

جب مین اٹھتا ہون کوئے دلبر سے
روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

شوق دیدار کا تقاضا ہے
حشر مین سب سے پہلے چل بیٹھو

درد کہتا ہے مجھ سے رہ رہ کر
دیکھو اٹھتا ہون مین سنبھل بیٹھو

وہ جو اٹھتے ہین فتنے کہتے ہین
ہے تمہین سے چہل پہل بیٹھو

بزم ماتم کسیکی سونی ہے
دو قدم پر تو گھر ہے چل بیٹھو

دیکھو دیکھو وہ آئینہ آیا
چوٹ پڑ جائیگی سنبھل بیٹھو

یاد احباب رفتہ کہتی ہے
کسی تکیے مین اب تو چل بیٹھو

دونون ہاتھون سے تھام لو دلکو
آہ کرتا ہون مین سنبھل بیٹھو

بیقرارون کی دیکھنا ہو جو سیر
کبھی چلمن سے تم نکل بیٹھو

کشتہ ناز کے ہین پہلو ایکجان
جی مین آئے تو تم بھی چل بیٹھو

۲۳۲ — ہو جو مسجد مین دل گرفتہ امیر
کسی بھٹی پہ کیون نہ چل بیٹھو — ۷

راز تو حسرت نہ جو ظاہر ہو
ایک منظور اور ناظر ہو

کوس رحلت سے آتی ہے آواز
کہ خبردار اے مسافر ہو

شب فرقت دراز ہے دیکھین
عمر آخر ہو یا یہ آخر ہو

سخت منزل ہے امتحان کی جگہ
تجھ سے ایوب سا جو صابر ہو

کیا مزہ ہو جو ذبح سے پہلے
پائے قاتل پہ لوٹتا سر ہو

اتنی وابستگی جہان سے ہے کیا
شہر بیگانہ تم مسافر ہو

اے دل عشق مین یہ حال امیر

۲۴۴ — تم تو آغاز ہی مین آخر ہو — ۱۶

نہ آؤ تم تو مزاج چمن بحال نہو
شجر نہال ہو گل کا چہرہ لال نہو

ہے ایک عمر سے مہمان سے ملال نہو
شب فراق مین ذکر شب وصال نہو

نکل چلی ہے بہت تیغ ناز دیکھیے یار
کوئی غریب کہین بے چھری حلال نہو

یہ غیر سے ہی محبت کہ مین جو ہون پامال
وہ دیکھنے کو نہ آئین جو غیر پامال نہو

جو اوچھے زخم بھی ہنستے ہین تین ڈرتا ہون
ہنسی ہنسی مین کسی کو کہین ملال نہو

یہ چاہتا ہی تحیر کہ دونون ہون تصویر
اُدھر جواب نہو کچھ ادھر سوال نہو

دم خرام یہ کہتی ہے پاؤن کی چھاگل
وہ سرفراز نہین جو کہ پامال نہو

خوشی کی دل مین تمنا بھی کر نہین سکتا
خیال ہے ترے غم کو کہین ملال نہو

کرو بناؤ سنوار و تم اپنے گیسو کو
پر اس قدر کہ پریشان کسی کا حال نہو

عروس مرگ سے بھی مین لپٹ نہین سکتا
خیال ہی کہ انھین اور کچھ خیال نہو

ہٹی جو زلف یہ چہرے کی روشنی پھیلی
مین ڈر گیا کہین صبح شب وصال نہو

ترے مریض محبت کو کوئی کیا جانے
وہی بتائیگا یہ حال جسمین حال نہو

یہ ہمکو رہتا ہے اظہار دوستی مین بھی خوف
کہ دشمنون کو تمہارے کہین ملال نہو

بہت ہوے ہین زمانے مین لوگ شائق مرگ
شب وصال ہے اپنا کہین وصال نہو

۲۳۵ — ۱۲

خط رخ یار سے ہے خوف امیر
کہ خضر کو بھی کہین زندگی وبال نہو

مار ہی ڈالتے ہین گیسوؤن والے دل کو
پیچ پر پیچ ہین اللہ بچالے دل کو

کیسے الفت مین پڑے جان کے لالے دلکو
اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل کو

ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہے نہ غمخوار مرا
درد ہی اٹھ کے سنبھالے تو سنبھالے دل کو

تاکہ کر تیر ہی سینے مین لگائے ظالم
یون ہی نکلے مری حسرت کہ نکالے دل کو

اُس سے کہتی ہے شب وصل یہ حسرت میری | تجھ سے روٹھا ہو مری جان منالے دل کو
ناوک ناز پہ ایسا ہے بھروسا تجھ کو | سفت بھی ہے تو کرون اُسکے حوالے دل کو
تم تو وہ ہو کہ کبھی بوسۂ گیسو بھی نہ دو | کس توقع پہ کوئی پیچ مین ڈالے دل کو
ٹوٹ کر آبلے ناسور ہوے جاتے ہین | ہائے چھالون نے کیے دیتے ہین چھالے دل کو
اُنکے گیسو تو بلا ہو کے پڑے ہین پیچھے | بے ڈسے آج نہ چھوڑینگے یہ کالے دل کو
کوئی پامال بھی کرنے کو نہین لیتا ہے | مجھکو دو ٹھوکر ہے کر دون کسکے حوالے دل کو
تیری خلخال کی آواز سے چیخ اُٹھتا ہے | تیرے گھنگرو ہی تو سکھلاتے ہین نالے دل کو
دل کیا نذر جو مین نے تو کہا ہنسکے اگر | جان اپنی بھی دے پھر ہو وہ پالے دل کو
سینچے دختر رز سے ہین لگاوٹ مین سوا | تاکتے رہتے ہین یہ میکدے والے دل کو
تم جو ایسے ہو تو کرے کون تمناے اجل | جان بھی دین نہ قضا کو جو ادالے دل کو
ہو گیا سرو تڑپکر تو وہ بولے ہے ہے | کیا ہوا آج مرا چاہنے والے دل کو
اُسکو زنجیر مین جکڑے گی گلے کی زنجیر | طوق پہنائینگے وہ کانکے بالے دل کو
اپنے مطلب کی انہین آتی ہین کیا کیا گھاتین | ناز سے مانگتے ہین نازون کے پلے دل کو
چکھ چکا خوب محبت کے مزے دل لیکر | لاؤ جاؤ انہین تم کر دو میرے حوالے دل کو
سخت نادان ہے کہ ملتا ہے وہ پاؤنکے تلے | کچھ بھی سمجھے تو کلیجے سے لگالے دل کو
وہ نہ ہم رقص ہو جو ہر بار لگائین ٹھوکر | پھر کہان تک کوئی سینے مین سنبھالے دل کو

کہتے ہین شوق سے آئین مری محفل مین امیر
ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

۲۳۶

حسن کس کام کا جو آن نہو | کیا وہ معشوق جسمین شان نہو
لے جنون لیچل اب وہان کہ جہان | یہ زمین اور یہ آسمان نہو
اُسکی تصویر لے کے سوتا ہون | کہین وہ شوخ بدگمان نہو

یون مٹا الفت عدا مین خودی
نام باقی رہے نشان نہو

ہم رہین تم رہو وصال رہے
غم نہین ہے جو یہ جہان نہو

ہو رہین ہم تو اسے صنم تیرے
تو ہمارا خدا کی شان نہو

وہ بھی معشوق ہے کوئی معشوق
جسمین ہم جو بن ہو آن بان نہو

زلف مجھ زار کو دکھائی داہ
اسپہ صد ورتے جسمین جان نہو

مست عالم کو کرتی ہے وہ آنکھہ
مے فروشی کی یہ دکان نہو

وہ اٹھاتے نہین مرا مردہ
کہتے ہین دیکھو اسمین جان نہو

سینون کا عروج کیا جب تک
بادلون کے نیچے آسمان نہو

مین جو آیا کہا یہ اس نے امیر
دیکھنا یہ وہی جوان نہو

منہ دکھادو جو ہم ندیدون کو
تو جلا تو اجل رسیدون کو

ملتے ہین ترتبون مین عیدونکو
کیا خوشی ہے ترے شہیدونکو

کہتے ہین رشک سے کہ لپٹی ہین
حسرتین کیون نہ مرے شہیدونکو

تو وہ بت ہے جو کہتا جا نکلے
بت بنا دے خدا رسیدون کو

ہر جفا کو ادا سمجھتے ہین
کیا مزے ہین ستم کشیدون کو

نامہ بر لا مرے خطون کا جواب
پھاڑ کر پھینک دے رسیدون کو

اس ادا سے کیا شہید اسنے
خونبہا مل گیا شہیدون کو

دیکھ لے حال شمع و پروانہ
گھر جہنم ہے زن مریدون کو

سیر فردوس و سایۂ طوبی
ہو مبارک ترے شہیدون کو

اور تو آسرا نہین کوئی
یاس ہے آس نا امیدون کو

آئینہ خانہ مین وہ کہتے ہین
کوئی دیکھے تو ان ندیدونکو

چشم بد دور اب تو حوریں بھی | گھورتی ہیں ترے شہیدوں کو
جتنے بت ہیں یہاں وہ جنت میں | سب ملیں گے خدا رسیدوں کو

۲۳۸

قفلِ خاطر تو کیا کھلے گا امیر
آزماتے ہیں ہم کلیدوں کو

غل کرتے ہو دکھا کر جو ادائیں مجھ کو | پہلے لے لینے دو جی بھر کے بلائیں مجھ کو
دیکھیے اُن زلفوں کو دل جان مصیبت میں پھنسی | لپٹی جاتی ہیں زمانے کی بلائیں مجھ کو
حکم دے عفو کو یا رب کہ کرے سلسلہ صاف | مرگئے کے بعد بھی گھیرے ہیں خطائیں مجھ کو
ہائے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھوں میں | اب لحد میں بھی جو ڈھونڈھیں تو نہ پائیں مجھ کو
دل کو بند کیا جاتا ہے جب شب ترے گیسو کا خیال | نظر آتی ہیں بلائیں ہی بلائیں مجھ کو

۲۳۹ — ۱۰

نقش بیٹھا ہے مرا کوچۂ جاناں میں امیر
کیا نگہبانوں کی طاقت کہ اُٹھائیں مجھ کو

غیر سے آنکھیں چار کرتے ہو | جاؤ بھی کس کو پیار کرتے ہو
عکس آئینہ سے وہ کہتے ہیں | تم کو کیا مجھ کو پیار کرتے ہو
ہے جو نفرت امیدواروں سے | کیوں پھر امیدوار کرتے ہو
دل کے دو ٹکڑے اک نگہ میں کئے | اور پھر آنکھ چار کرتے ہو
بنکے انجان مجھ سے کہتے ہیں | سچ کہو کس کو پیار کرتے ہو
ایک نالہ جو ہم کریں تو ابھی | نہیں تم ہزار کرتے ہو
روز آنے کو جب کہا بولے | اک نہیں مجھ کو پیار کرتے ہو
تم ہو خنجر سے میں ہوں قتل کردہ | کس کا اب انتظار کرتے ہو
میں نے تعریف حسن کی تو کہا | کیوں مجھے شرمسار کرتے ہو

سچ کہو کس کو دل دیا ہے امیر

۲۰ — جان کس پہ نثار کرتے ہو — ۱۱

میکشو الجھو نہ واعظ سے عبث جانے بھی دو
منہ کی کھائیگا جو آئے گا تو منہ آنے بھی دو

آنسو نکلے ایک چھینٹے میں بجھا دونگا ابھی
آتش افروز ان کو ہجر کا ہیں تو ہجر کا جانے بھی دو

خوف کیا تھا ہے وہ مجمع یہاں سب میکشو
محتسب آتا ہے میخانے میں تو آنے بھی دو

لخت دل میرے ہیں دیکھینگے اس گل نے کہا
پھول یہ ہی فصل کے ہیں انکو مرجھانے بھی دو

آؤ ہم تم میکشو مسجد سے میخانے چلیں
یہ جو سر سجدوں میں ٹکراتے ہیں ٹکرانے بھی دو

وہ خط عارض وہ گیسو دیکھکر آیا خیال
غول پچھڑوں کا ہے اسکے ساتھ دیو آنے بھی دو

کون پوچھیگا تمہاری نغمہ سنجی کو حضور
زہرہ ایسی اگر گاتی ہے تو گانے بھی دو

ابروؤں کو اور آنکھوں کو تو ان کی دیکھیے
ساتھ ہی دو مسجدوں کے ہیں یہ میخانے بھی دو

حضرت دل ابتو چھوٹے ربط پر یوں رہگئے
حوریں جنت میں جو گھبراتی ہیں گھبرانے بھی دو

تنگ ہو کر کہتی ہے مشاطہ ان سے بار بار
اس قدر الجھو نہ صاحب بال سلجھانے بھی دو

۲۱ — ۱۹

بوسہ لب لیکے خود بھی بنا گیا ہے بت امیر
بات کیا ہے تم بھی چھپکے ہو رہو جانے بھی دو

دیکھ سکتے نہیں پیاسا مرے آنسو مجھکو
رو رو دکھاتے ہیں پانی کوئی چلو مجھکو

پھولوں کی سیج سے آتی ہے تری بو مجھکو
تکیئے پہلو کے ہیں اب حور کے زانو مجھکو

ابروئے تنگ نگہ لطف سے گر تو مجھکو
سب جگہ آنکھوں نہ دیں صورت ابرو مجھکو

سرمگیں آنکھیں جو آئینے میں دیکھیں تو کہا
گھورتے ہیں یہ جگائے ہوئے جادو مجھکو

کشتہ ہوں وحشت طرز نگہ قاتل کا
خط شمشیر ہے موج رم آہو مجھکو

ہوں وہ بلبل کبھی صیاد کو آیا تو ترس
پھولوں میں چھوڑ دیا توڑ کے بازو مجھکو

چتونیں چلتی ہیں لیے لیکے نکیلی چھریاں
ڈر تو تلواروں سے دکھاتی ہیں ابرو مجھکو

گھر سے کیوں مجلس ہمدم میں لیے جاتی ہو تم
چار زانو سے بٹھائے گی دو زانو مجھکو

ٹوٹتا ہے دل دیوانہ لپٹنے کے لیے
سانولے رنگ کی پریاں ہیں وہ گیسو مجھکو

دم کر آنکھوں میں کہ لوں انہیں پتلی کی طرح
یاد دلواتے ہیں جگنی تری جگنو مجھکو

شمع ساں کیا ہے مجھے حاجتِ دریا ہے غرق
آپ لے ڈوبے گا میرا عرق رو مجھکو

ابھی سامنے آئی تو تھا جھنجھلا کر
دے میرے بوٹین ترے کیوں گھورتی ہو مجھکو

تیری پہلو میں تری طرح وہ جم کر بیٹھے
درد دل ایسا بتادے کوئی پہلو مجھکو

ہو لے جوان آ مار پیری سے مگر ڈرتا ہوں
کہ جبیں سے نہ بتا دے کہیں ابرو مجھکو

میں جہاں بیٹھ کے روتا ہوں ہنسی ہوتی ہے
ہر جگہ کرتے ہیں رسوا مرے آنسو مجھکو

سمجھے ہیں دیکھنے والا جو تری آنکھوں کا
کیسے شرماتے ہیں اب کہکے آہو مجھکو

سمٹا جاتا ہے مرا حشر میں رو دیان ردیان
شرم عصیاں نے بنایا ہے لجالو مجھکو

میکش زار ہوں بستر ہے مجھے چادر آب
ہے حباب لب جو تکیۂ پہلو مجھکو

۲۴۲

کوئی پہنچائے نہ کیجیے کوچۂ جاناں تک اسیر
لے چلیں کاش بہا کر مرے آنسو مجھکو

۱۸

چین آتا نہیں دم بھر کسی پہلو مجھکو
اتنی تکلیف تو اے درد نہ دے تو مجھکو

عالم عشق میں بھی ہے الفت گیسو مجھکو
چاہیے تحفۂ نافہ آہو مجھکو

مرے قاتل کو تڑپنے سے ہے ایسی نفرت
ذبح کرتا ہے دبا کر تہ زانو مجھکو

کشتۂ عشق ہوا دیکھ کے آنکھیں اسکی
شیر کے منہ پہ لگائے گئے آہو مجھکو

نگہ شوخ سے کہتی ہے یہ عصمت اسکی
کہ اچھوتا مرا پنڈا ہے نہ چھو تو مجھکو

کیوں نہ مضمون ترے گوہر دنداں کے تلیں
طبع سنجیدہ کی ہاتھ آئی ترازو مجھکو

عاشق چشم ہوں دل لوٹ کے رہ جاتا ہے
نظر آتا ہے جو قیدی کوئی آہو مجھکو

ضبط ہے اور محبت میں گلا گھٹتا ہے
آنسو پیتا ہوں تو ہو جاتا ہے اچھو مجھکو

ہوں وہ میخوار کہ بھٹی میں ملی شوکت جم
ٹاٹ مسند ہے سبو تکیۂ پہلو مجھکو

چشم و ابرو کے اشارون سے ہوا یہ ثابت
باربار اُس گُل خوبی کا تماشا شب وصل
ہون وہ ناخوش چشمون کا عاشق کہ خلق سے اجتناب
سب کو سنجیدہ کیا خود نہ ہوا سنجیدہ
ابرو جان یہ کمبخت ہین سب کے دشمن
اس توقع پہ پھرا کرتا ہون گلزارون مین
کسکی آنکھون کا ہون وحشی کہ خوشی کے مارے
روح ہوتی ہے جو رخصت تو یہ کہتا ہے بدن

زیر شمشیر بُلاتے ہین یہ آہو مجھکو
بار دلواتے ہین شرما کے لجالو مجھکو
چھانٹ کر بھیجتے ہین تحفے مین آہو مجھکو
طالع بارنے کیا سنگ ترازو مجھکو
مارڈالین گے دبا کر مرے آنسو مجھکو
کہ کسی گل سے کبھی آئے تری بو مجھکو
بھرتے ہین چوکڑیان دیکھکے آہو مجھکو
اسی دن کے لیئے لائی تھی یہان تو مجھکو

۲۴۳ پھونک ہی دیتی تجھے گرمی رخسار امیر
اپنے سائے مین نہ لے لیتے جو گیسو مجھکو ۱۵

حسرت آئی یہ انھین دیکھکے بسمل مجھکو
دیکھنا نیند جو آئی دم بسمل مجھکو
تو ہو کچھ درد سے آگاہ مین سید ردی سے
بوسہ پر بوسہ دہم فیج اشارون مین لیئے
چٹکیان لیتا ہے پہلو مین مرے آٹھ پہر
آنکھ جھپکی نہ پتنگون سے تو اس مجمع مین
پھر مزہ مجھکو چکھا دو نہین دل آزاری کا
کچھ اس انداز سے وہ ناز بھرے ہاتھ چلے
شب غم کون ترس کھا کے ہے رونے والا
ناتوانی نے بنایا ہے مجھے نقش قدم
کچھ خبر مجھکو نہین ہے کہ کہان جاتا ہون

چلبلا ایسا ہی ملجائے کوئی دل مجھکو
اپنے زانو پہ سلا رکھے گا قاتل مجھکو
دل مرا تجھ کو ملے اور ترا دل مجھکو
اچھی سوجھی یہ تہ خنجر قاتل مجھکو
دلربا نیکے ستاتا ہے مرا دل مجھکو
پھونکدے پھونکدے اے گرمی محشر مجھکو
چار دن کو ہی جو ملجائے ترا دل مجھکو
آگئی نیند تہ خنجر قاتل مجھکو
کبھی رو لیتا ہون دل کو کبھی دل مجھکو
پاؤن رکھتا ہون جہان ملتی ہے منزل مجھکو
کہین کھینچے لیئے جاتا ہے مرا دل مجھکو

ہ مسافر ہون ہوا دفن بہی اپنے گہر مین
گہر تلک آکے مرے لیگئی منزل مجھ کو

بن سنور کر جو نکلتے ہین ادھر سے وہ کبھی
گدگدا دیتا ہے ارمان بہرا دل مجھ کو

ست و بازو جو ہو خنجر اور لگا دی اک ہاتھ
میرے بیدرد نہ جا چھوڑکے بسمل مجھ کو

۲۴۴

اسکی رحمت سے جو ہو خاتمہ بالخیر امیر
پھر ہے سب سہل کڑی ہے یہی منزل مجھ کو

۱۵

بوسہ دیتے ہین پھر دینے سے حاصل مجھ کو
پھیر دو پھیر دو اے جان مرا دل مجھ کو

غنچے حورون کے جو فردوس برین مین دیکھے
یاد آئی کسی محبوب کی منزل مجھکو

سانس کے ساتھ رگ جان سے لہو آتا ہے
نیشتر بن کے نہ چھیڑا ہی خلش دل مجھ کو

اوسکے خنجر نے کہا کیا مین کوئی مرشد ہون
وجد مین آتے ہین کیون دیکھکے بسمل مجھکو

ہون وہ مجنون کہ جو لیلی کیطرف جا نکلون
اُٹھ کے تعظیم کو لے پردہ محمل مجھ کو

اس تمنا مین کہ ملجائین مجھے اُٹھ نہ سکا
ہوے اُترے ہوئے ہار انکے سلاسل مجھکو

دست وحشت مین یہ آنکھین نہین لیسی ہی لیلی
ہر بگولے مین نظر آتا ہے محمل مجھ کو

وہ نگہ کہتی ہے کس گہر مین نہین میری جگہ
نکلی مین آنکھ سے باہر تو ملا دل مجھکو

وہ نزاکت سے یہ کہتے ہین نہ ہونگا مین
عکس دانتون کا پنہا دیگا حمایل مجھکو

تشنہ لب دیکھکر کہنچا ہے مجھے خنجر کی طرف
لیگیا پیاس مین قاتل لب ساحل مجھکو

شوق نظارہ لیلی جو بنائے اندھا
سرمہ دے دوڑکے گرد دیس محمل مجھکو

شوق پابوس کسی کا ہے مجھے وحشت مین
پاؤن چومے گی جو پائے گی سلاسل مجھ کو

گڑگڑا کر کچھ اس انداز سے بوسہ مانگا
بھیک دینے وہ بڑھے جانکے سائل مجھ کو

ساری دنیا مجھے اس بزم مین اللہ نے دی
کہ و لے آنکھون مین رکھ لینے کے قابل مجھ کو

۲۴۵

یاد اس شوخ کی تڑپاتی ہے اسکو جو امیر
چین لینے نہین دیتا ہے مرا دل مجھ کو

۸

کم نہین موے کمر سے جسم لاغر دیکھہ لو
فرق کیا ہے ہوگئے ہم تم برابر دیکھہ لو

میری حیرت پر عبث ہو اس قدر حیران تم
اک ذرا آئینہ اپنے آگے رکھہ کر دیکھہ لو

دیدۂ بلبل سے نظارہ رخ گل کا کرو
فاختہ کی آنکھہ سے قد صنوبر دیکھہ لو

نزع مین ہچکی جو آئی اُس نے گھبرا کے کہا
سر اُٹھا کر اک ذرا نیچے سے اوپر دیکھہ لو

باغ مین تم نے کیا طاؤس کو تو پائمال
کوہ پر ہے کبک اُسکو بھی جا کر دیکھہ لو

حسن مین بیجا ہے یکتائی کا دعوی جان من
اک حسین ہے اور آئینے کے اندر دیکھہ لو

نزع مین جاتے تو ہو بالین سے مجھہ بیمار کے
اک نظر آنکھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھہ لو

٢٤٦

سوچ کیا نظارۂ برق تجلی مین امیر
کھول دو آنکھین دکھائے جو مقدر دیکھہ لو

٢

ہو وصل پر دوئی کی کہین اسمین بو نہو
تو ہو تو مین نہون مین اگر ہون تو تو نہو

زاہد شراب ناب سے جب تک وضو نہو
قابل نماز پڑھنے کے مسجد مین تو نہو

پہلو سے دل جدا ہو تو کچھہ غم نہین مجھے
اے درد دل جدا مرے پہلو سے تو نہو

وہ گم شدہ ہون مین کہ اگر جا ہون دیکھنا
آئینہ مین بھی شکل مری روبرو نہو

قاتل لگا رہا ہے جو تیغ نگہ سے زخم
منظور ہے کہ چاک جگر مین رفو نہو

ملنا تو کیا حنا کو لگائین نہ ہاتھہ وہ
جب تک سرشک یک خون ہزار آرزو نہو

مسجد مین مین نے شیخ کو چھیڑا یہ کہکے آج
مے لاؤن میکدے سے جو آب وضو نہو

منہہ ہی لگائے ڈرتے ہین کہتے ہین بار بار
شامل کسی شہید کا اسمین لہو نہو

غش آگیا ہے مجھہ کو گمان اور کچھہ نہ کر
اچھا ہون مین اداس مری جان تو نہو

شاخین اسی کی ہین یہی جڑ ہے فساد کی
پہلو مین دل نہو تو کوئی آرزو نہو

تم ہو تو بتکدہ مجھے کعبے سے کم نہین
کعبہ صنم کدہ ہے جو کعبے مین تو نہو

مین آنکھہ دیکھتے ہی جو کل لوٹنے لگا
بولے تمہارے بارے کوئی خوبرو نہو

ہم اُس کے قد کے ہین عاشق ہمین کیا غیر سے مطلب
عبث کہتی ہے یہ قمری صنوبر کے قدم لیسلو

۲۴۸

امیر اُس عیسی دوران کو خط لکھنا جو ہو تم کو
فلک سے مانگ لو کاغذ عطارد سے قلم لیسلو

۱۰

جو وقت بوسہ ایذا ہو ذرا بھی لعل جانان کو
گہر کی طرح بیبیون توڑ کر مین اپنے زندان کو

اُتارا دل مین آنکھین دیکھ کر اُس شاہ خوبان کو
جگہ پہلو مین دی پریون کے لالچ سے سلیمان کو

نکلون سے جا کے مین نے داغ دل اپنے لگائے تھے
نہین شبنم پسینا آ گیا ہے یہ گلستان کو

خدا نے حسن کو تیرے عجب تاثیر بخشی ہے
یہ نعمت دیکھنے سے سیر کر دیتی ہے مہمان کو

لہو رو رو کے ان آنکھو نسے ایسے گل کھلائے ہین
یہ جمن سے دیکھنے آتے ہین گلچین میرے زندان کو

اجل آئے کہین پیری مین ہم اس درد سے چھوٹین
شکستہ حال اب دیکھا نہین جاتا ہے دندان کو

مین اُٹھتا ہون تو کانٹے پاؤن پڑ پڑ کر یہ کہتے ہین
اجی بیٹھو بھی کیون ویران کرتے ہو بیابان کو

جب اگلی صحبتین یاد آتی ہین یاران رفتہ کی
نکلکر گہر سے دیکھا آتا ہون مین گور غریبان کو

تسلی بادرخ مین جب کسی صورت نہین آتی
تو بوسہ دیکے آنکھو نسے لگا لیتا ہون قرآن کو

وہ آنکھین تاکتی ہین لوٹ سے مژگان کی دل میرا
کہ پریان جھانکتی ہین ان جھروکون سے سلیمان کو

اگر یون کھٹکے جیسے دل مین وہ مژگان کھٹکتی ہے
مژہ کی طرح رکھ لون آنکھ پر خار مغیلان کو

سوا اب خاک ہونے کے نہین حسرت کوئی باقی
کہ مٹی ہو گیا جی دیکھ کر گور غریبان کو

قیامت سے نہ دون تشبیہ اُسکی چال کو کیونکر
اٹھا کر راہ مین چلتے ہین فتنے جسکے دامان کو

تڑپتا جاتا ہون لذت ناوک سے اے قاتل
نہ مین سوفار کو جانون نہ پہچانون مین پیکان کو

گیا مین بزم جانان تک تو بولے وہ سکندر سے
اُٹھاؤ آئینے کو بیٹھنے دو میرے حیران کو

مین اُس پردہ نشین کی جا مزے ہی کا ہون دیوانہ
چھپائے رکھتی ہے پردے مین عصمت جسکے دامان کو

عبث ترکش مین قاتل تیر کے رکھے زنگ لگتا ہے
مجھے دے چیر کر پہلو مین رکھ لون تیرے پیکان کو

تصور قید مین ہے اے امیر اک بت کی آنکھون کا

۲۴۹ پریخانہ بنا رکھا ہے مین نے اپنے زندان کو ۹

غضب ہے اپنے عیبون کا خیال آئے نہ انسان کو — کیا ہے شرم عریانی نے خم شمشیر عریان کو

کرین جیسے محبت مین تو بھوکا ہون محبت کا — اٹھا رکھین یہ منعم اپنے نعمتہاے الوان کو

یہان اک غربت زدہ باقی رہا تھا مین بھی آیا ہون — مبارکباد دی آئے کوئی گور غریبان کو

نہ جانے دین نگہبان مجھکو زندان سے نکلنے پروا — مری زنجیر کے نالے تو جاتے ہین بیابان کو

یہان اے بت مصحف رخ کو ترے چھوکر بہ اکرام — مسلمان رات دن بوسے دیا کرتے ہین قرآن کو

ملاحت ناوک افگن کی جو وقت صید یاد آئی — دہان زخم نے چوسا مزے لے لیکے پیکان کو

خیال آسودگان خاک کا دل سے نہین جاتا — لیے پھرتا ہون اپنے ساتھ مین گور غریبان کو

پری کو جو اترتے یون نہین دیکھا ہے شیشے مین — عجب انداز سے تو نے اتارا دل مین پیکان کو

ان آنکھون کی نظربازی مین دل کھویا گیا میرا — نگاہون مین اڑا کر لیگئین پریان سلیمان کو

حنا ملتا ہے یہ مہندی مین تو منہ ہی رنگ لاتی ہے — پسند اسواسطے کرتے ہین وہ خون شہیدان کو

جگر کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے تیغ ناز قاتل کی — کسی کے دلمین جا بیٹھون یہ ہین اسکے پیکان کو

دبا رکھا ہے اسنے ایک مدت سے گلا میرا — کوئی جھٹکا تو دی اے پنجۂ وحشت گریبان کو

بہت ہی مختصر ہے وصل کی شب کچھ تو بڑھ جائے — مرے خاطر سے دم بھر کھول دو زلف پریشان کو

بہار گل مین کام آئے ترے اے پنجۂ وحشت — لگا رکھا ہے مین نے اس لیئے اپنے گریبان کو

کیا تھا شام کو نالہ تڑپ کر تیرے وحشی نے — ہلایا زلزلے نے صبح تک ایوان زندان کو

بہت ہی زور پر دست جنون تا صبح الگ رہنا — ترا دامن نہ کیوں ٹکڑے چھوڑکر میرے گریبان کو

ہوا اے گل اسے کہتے ہین ای بلبل کہ جنگل مین — لیئے پھرتا ہے ہر طاؤس ساتھ اپنے گلستان کو

مین وہ بدمست وحشی ہون جو میرا دست سر چلتا — بنا تا تو تلون کی ڈاٹ واعظ کے گریبان کو

۲۵۰ امیر ایسی کہان قسمت کہ پہنچون اڑکے پھولون تک — کبھی چاک قفس سے جھانک لیتا ہون گلستان کو ۱۱

گرد اغیار بیچ مین تو ہو
ہاے کیونکر قضا یہ قابو ہو

جام ہو شیشہ ہو لب جو ہو
یار ہو مین ہون ساقیا تو ہو

بوسہ کب چاند سی جبین کا لیا
کیا سبب ہے کہ چین بابرو ہو

آئینہ اور وہ رخ رو دشمن
شانہ ہو اور اُس کا گیسو ہو

عشق ابرو ہے عاشقو مشکل
تیغ باندہو جو زور بازو ہو

بات کہتے زبان کٹتی ہے
کس سے تعریف تیغ ابرو ہو

کیا تمہارا لے چمن مین نشان
رنگ مین رنگ ہو بو مین بو تم ہو

عاشق چشم بہی شراب پئین
جاے ساغر جو چشم آہو ہو

پاس سے تم اُٹھو تو دل بیٹھے
کبھی خالی نہ اپنا پہلو ہو

قد ہے طوبیٰ تو لب ترے کوثر
وہی فردوس ہے جہان تو ہو

۲۵۱

فکر کس بات کی ہے تم کو امیر
کیا سبب ہے کہ سربزانو ہو

۱۴

وصل کی رات تو راحت سے بسر ہونے دو
شام ہی سے ہے یہ دہمکی کہ سحر ہونے دو

ناوک ناز کا پہلو مین گزر ہونے دو
کب سے برباد ہے آباد یہ گھر ہونے دو

دیکھنا کیسی پر ابرو کی پڑیگی چوٹین
یار کا آئینہ خانے مین گزر ہونے دو

وصل ہو قتل ہو جو نظر ہو جاے
یا ادہر ہونے دو یا مجھ کو ادھر ہونے دو

جس نے بیمار کیا ہے وہ دوا بہی دیگا
نادوا ہے جو مرا درد جگر ہونے دو

مین غریب اور غریبون کا خدا والی ہے
ہونے دو سارے زمانے کو ادھر ہونے دو

تلملانے مین تڑپنے مین کمی کی کس دن
ہے جو اس پر بہی خفا درد جگر ہونے دو

پھر سب خاک مین ملجائیگا مغروروں کا
اک ذرا گور غریبان مین گزر ہونے دو

ذکر رخصت کا ابہی سے نہ کرو بیٹھو بہی
جان من رات گزرنے دو سحر ہونے دو

ہم تصور مین نہ کھینچین یہ نہوگا ہم سے
لاکھہ نازک ہے حسینون کی کمر ہونے دو

تو سہی مجھہ سے سوا صبر تڑپ کر کھنچے
تیرے دل تک تو ذرا اُس کا گزر ہونے دو

وصل دشمن کی خبر مجھہ سے ابھی کچھہ نہ کہو
ٹھہرو ٹھہرو مجھے اپنی تو خبر ہونے دو

ہاے وہ وصل کی شب اُن کا ادا سے کہنا
باندھنے دو مجھے جوڑے کو سحر ہونے دو

جاگ کر کاٹتے ہین ہجر مین ہم بھی راتین
رتجگے ہوتے ہین گر غیر کے گھر ہونے دو

شوق سے تم ہو در و بام پہ سرگرم خرام
دونون عالم ہون اگر زیر و زبر ہونے دو

آنے دو آنے دو زلفون کو ذرا گالون پر
شاہد شب کو ہم آغوش سحر ہونے دو

خواب مین آ کے وہ لوٹے مرے ارمانون سے
بیخبر کو نہ خبردار خبر ہونے دو

٢٥٢ — ٦

چھیڑنے کیون ہو جوانی مین حسینون کو امیر
رات ہی بھر کا یہ جوبن ہے سحر ہونے دو

ردیف ہاے ہوز

کتنی ہے گرم دختر رز کی ادا تو دیکھہ
واعظ ذرا سی پی کے تو اِس کا مزا تو دیکھہ

اے گل بہار جاتی ہے رکھا ہے گھر مین کیا
بلبل کا سُن نہ حال چمن کی فضا تو دیکھہ

بُت سنگ طور کے ہین نرے سنگ ہی نہین
زاہد کدھر خیال ہے نور خدا تو دیکھہ

دوزخ بھی لاجواب وہ گیسو بھی برہمن
کعبے کا دیکھنا نہ سہی کالکا تو دیکھہ

اب تو نہ بند کر رہ میخانہ محتسب
نکلا ہے چاند عید کا سوے سما تو دیکھہ

٢٥٣ — ٩

اُس آستان کو عرش سے تشبیہ دی امیر
پہنچا کہان رسائی ذہن رسا تو دیکھہ

چمن مین غیر بھی آئے جو میرے یار کے ساتھہ
ہزار نالے کرون باغ مین ہزار کے ساتھہ

خزان مین کہیے نہ بلبل سے چھپانے کو
کہ وہ بہار کی باتین گئین بہار کے ساتھہ

کیا وہ نالہ کہ دل سے نکل گئین پھانسین
ہوا مین اُڑتے ہین خس جسطرح غبار کے ساتھ

مزار سے جو یہ آتی ہے دردناک صدا
ہمین تو روتے ہین شمع سر مزار کے ساتھہ

جدائے رنج و مشقت سے جی نہ طالب عیش
کہ نوش نیش کے ہمراہ گل ہے خار کے ساتھہ

شب وصال جھگڑنے سے فائدہ کیا ہے
مزہ تو یہ ہے کہ باتین ہون چاہ پیار کے ساتھہ

بجا ہے آنکھہ جو ہے جوش گریہ سے بے نور
نظر بھی بہہ گئی ہے آنسوؤن کے تار کے ساتھہ

عدم کو روح گئی رہ گیا تن خاکی
پہنچ سکے نہ پیادہ کبھی سوار کے ساتھہ

۲۵۴

ذرا ہوئے جو وہ آزردہ اپنی آئی اجل
امیر بھر گئین آنکھین نگاہِ یار کے ساتھہ

۱۹

رکھتے ہو رقص مین جو کمر پہ اُٹھا کے ہاتھہ
موئے کمر سے باندھ ہو گے دزد حنا کے ہاتھہ

چھوٹین جو اپنے ہاتھہ سے اس دلربا کے ہاتھہ
سارے جہان سے بیٹھہ رہے ہم اُٹھا کے ہاتھہ

ڈھکا نہ بار بار مرے پاس لا کے ہاتھہ
دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھہ

اب تک تو تیغ یار سے موڑا نہین ہے منہ
آئندہ آن بان ہے اپنی خدا کے ہاتھہ

کچھہ بھی ہوئی جو دست درازی شب وصال
چلین جبین سے اُس نے چھری لی بڑھا کے ہاتھہ

ڈرتا ہون اور کچھہ نہ سمجھہ کر وہ چھپ جائے
سینے پر اپنے رکھہ نہین سکتا اوٹھا کے ہاتھہ

لین اُس نے ہاتھہ اُٹھا کے جو انگڑائیان کبھی
جوبن نے کتنے چھین لئے دل بڑھا کے ہاتھہ

کب سعی سے اُچھلتے ہین ڈوبے ہو نصیب
دریا کے پار کب ہوئین موجین لگا کے ہاتھہ

دکھلا کے پاؤن کتنو کو پامال کر دیا
کتنون کو تم نے ہاتھہ سے کھویا دکھا کے ہاتھہ

دیکھی جو اُسکی زلف مین افشان ہوا یہ شوق
کیا چاندنی ہے توڑے تارے بڑھا کے ہاتھہ

وہ سخت جان ہون مین نہ چلا کچھہ کسی کا بس
جلاد بیٹھہ بیٹھہ گئے سب تھکا کے ہاتھہ

کہتا ہے قاتل آپ ہی مرتے تھے جان نثار
بدنام ہارے مفت ہوئے ہم لگا کے ہاتھہ

قاضی کو شوق بادہ کشی کا ہے آجکل
بنت العنب پڑی ہے عجب پارسا کے ہاتھہ

بس مین مرے نہ موت ہی میری نہ زیست ہے
یہ ہے قضا کے ہاتھہ تو وہ ہے ادا کے ہاتھہ

بے کار عشق مین نہ گئین میری ہڑیان
بھیجا سگ حبیب کو تحفہ ہما کے ہاتھ

خون اُس نے میرے دل کا کیا ہی یہ کون ہے
مہندی ہی نے باندھے ہین کیون میرے دلربا کے ہاتھ

تارِ شعاعِ مہر سمجھتے ہو تم جسے
سورج یہ لے رہا ہے بلائین ترے مہ لقا کے ہاتھ

یہ دل چرا چرا کے کسے اُس نے دیدیے
خالی ہین دیکھنے مین تو دزدِ حنا کے ہاتھ

۲۵۵

قاصد اُڑا رہا ہے تو کچھ نہین امیر
خط لکھ کے بھیجدو نگہین پیک صبا کے ہاتھ

۷
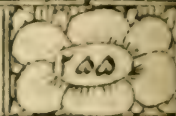
راہ بتلاتے ہین ہم اور اُسے دھیان ہی کچھ
دلکو سمجھائیے کس طرح یہ انسان ہے کچھ

کرکے پامال مرے دلکو کہا ظالم نے
کون تعظیم کرے اسکی یہ قرآن ہے کچھ

نہین کرتا ہے ملاقات تو زاہد نہ کرے
لاأبالی ہین ترے رند انہین ارمان ہے کچھ

سبز عمامہ پہنتی ہے عبا ریش سفید
نو بنو رنگ ہین واعظ کی عجب شان ہے کچھ

کرکے زخمی مجھے مقتل سے چلا ہے قاصد
دوڑکر کوئی یہ کہدے کہ ابھی جان ہے کچھ

غیب سے آئی صدا قصد جو قاصد نے کیا
شیر کے منہ مین چلا ہے ارے نادان ہے کچھ

۲۵۶

ہو بہو آئی ہے اُس کوچۂ گیسو کی ہوا
جوشِ سودا ہے امیر آج پریشان ہے کچھ

۸

چاندسا چہرہ نور کی چتون ماشاءاللہ ماشاءاللہ
طرفہ نکالا آپ نے جوبن ماشاءاللہ ماشاءاللہ

گل رُخِ نازک زلف ہی سنبل آنکھ ہے نرگس سیب زنخدان
حُسن ہے تم ہو غیرت گلشن ماشاءاللہ ماشاءاللہ

ساقی بزم روز ازل نے بادہ حسن بھرا ہے اسمین
آنکھین ہین یا ساغر شیشہ ہے گردن ماشاءاللہ ماشاءاللہ

قہر غضب ظاہر کی رکاوٹ آفت جان در پردہ لگاوٹ
چاہ کے تیور پیار کی چتون ماشاءاللہ ماشاءاللہ

غمزہ اُچکا عشوہ ہے ڈاکو قہر ادائین سحر ہین باتین
یہ چور نگاہین ناز ہے رہزن ماشاءاللہ ماشاءاللہ

نور کا تن ہے نور کے کپڑے اُس پر کیا زیور کی چمک ہے
چھلے کنگن ہار ہے جوشن ماشاءاللہ ماشاءاللہ

جمع کیا ضدین کو تم نے سختی ایسی نرمی ایسی
موم بدن ہے دل ہے آہن ماشاءاللہ ماشاءاللہ

۲۵۷ — ۱۶

واہ امیر ایسا ہو کہنا شعر ہین یا معشوق کا گہنا
صاف ہے بندش مضمون روشن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

ردیف یائے تحتانی

کیون وصل کی چرخ کو خبر کی — آمد ہے جو شام سے سحر کی
کیسی ارنی دلن ترانی — تھی ایک صدا ادھر ادھر کی
اے یاس نہ دل مین پاؤن پھیلا — پھانسین نہ چبھین مرے جگر کی
خط لیتے ہی جلد یا عدم کو — اتنی ہی لکھی تھی نامہ بر کی
نیرنگی چار باغ عالم — گردش ہے ترے گدائے در کی
کچھ میری سنو کچھ کہو اپنی — باتین نہ کرو ادھر ادھر کی
خط یار نے اُس طرف کیا چاک — یان اُڑ گئین دھجیان جگر کی
دن بھر مجھے رکھتی ہین پشیمان — شرمائی وہ چتونین سحر کی
ہر بات مین ہو زبان سے نکلا — جب ہمنے کہی ادھر کی
غفلت مین نہ کھو شباب اے دل — یہ رات ہے جان عمر بھر کی
سینے مین نہین ہے داغ ظالم — اُبھری ہین یہ چٹکیان جگر کی
چھاگل کا یہ شور ہے شب وصل — آواز سنو نہ مین گجر کی
عنقا جسے جانتا ہے عالم — یہ چھائین ہے وہ تری کمر کی
آنکھین کھولین بھی نیند بھی کین — وہ شکل نہ سامنے سے سرکی
ہنگامۂ حشر کو جو دیکھا — ڈیوڑھی سمجھا مین ترے گھر کی

۲۵۸ — ۸

شام شب ہجر دم ہے آخر
امید امیر کیا سحر کی

دوسرا کون ہے جہان تو ہے — کون جانے تجھے کہان تو ہے

لاکھ پردون مین تو ہی بے پردہ — سو نشانون پہ بے نشان تو ہے
تو ہے خلوت مین تو ہے جلوت مین — کہین نہان کہین عیان تو ہے
نہین تیرے سوا یہان کوئی — میزبان تو ہے میہمان تو ہے
جسم کہتا ہے جان ہی تو ہی — جان کہتی ہے جانجان تو ہے
نہ مکان مین نہ لامکان مین کچھہ — جلوہ فرمان یہان وہان تو ہے
رنگ تیرا چمن مین بو تیری — خوب دیکھا تو باغبان تو ہے

۱۹ — ۲۵۹

محرمِ راز تو بہت ہین امیر
جس کو کہتے ہین رازدان تو ہے

جتنی کمی کہ نامہ سیاہی مین رہ گئی
حسرت نہین وطن کی تباہی مین رہ گئی
صد شکر عفو سے گنہ حشر مین ہوئے
آنکھ اُس نے پھیر لی تو کہان پھر ہماری زیست
تھی زار کوے یار مین کیا جاتی اپنی خاک
دی بھی تو قد یار کو طوبیٰ سے دی مثال
دیکھو تعلیان مری قسمت بل آہ کی
ڈوبے ہوے نصیب نہ اُچھلے کسی طرح
بخت سیہ سے آنکھین نہ اُس سے ہوئین دوچار
ساحل پہ آکے تم نے دکھائین وہ شوخیان
ابلیس ادھر ٹھکا تو مرا دل ادھر ٹھکا
منہ زرد چشم موڑ گئی تیغ یار بھی
صد شکر منہ سے نام مخنسہ نکل گیا

اتنی ہی دیر عفو الٰہی مین رہ گئی
کچھہ گرد تھی کہ دامن راہی مین رہ گئی
حرمت گدا کی مجلس شاہی مین رہ گئی
آدھی تو جان نیم نگاہی مین رہ گئی
اتنی تھی کم کہ اُڑ کے ہواہی مین رہ گئی
پستی مری بلند نگاہی مین رہ گئی
کیسی فلک سے عرش الٰہی مین رہ گئی
کشتی اُبھر اُبھر کے تباہی مین رہ گئی
چمک چمک چمک کے سیاہی مین رہ گئی
بجلی تڑپ کے دیدۂ ماہی مین رہ گئی
دو ہاتھ جل کے منزل راہی مین رہ گئی
جلتی ہوئی زبان گواہی مین رہ گئی
بات اپنی بارگاہ الٰہی مین رہ گئی

ابرو پر اُسکے آگئی اُڑکر ہوا سے زلف
کیا رویتِ ہلال سیاہی مین رہ گئی

اللہ رے انقلاب محل ہے نہ قصر ہے
تربت فقط عمارتِ شاہی مین رہ گئی

صد شکر حق نے میری تواضع قبول کی
اچھی تھی شے خزانۂ شاہی مین رہ گئی

امید ناخدا کی کہان بحرِ عشق مین
ہان اک خدا کی آس تباہی مین رہ گئی

اظہارِ جرم عشق مین کی آہ نے کمی
ایسی زبان درازگواہی مین رہ گئی

۲۶۰

پردے سے اسکی ذات کو کیا کام تھا امیر
چھپ کر صفات نامتناہی مین رہ گئی

۱۷

آئینہ ترے حسن کا دل بھی ہے جگر بھی
ہے ایک ہی صورت کہ ادھر بھی ہے ادھر بھی

خورشید بھی اُس نور کا مظہر ہے قمر بھی
اے بے بصر دیکھ نہین آتا ہے نظر بھی

ساقی ہون تری بزم مین تشنہ جگر بھی
صدقے تری آنکھون کے کوئی جام ادھر بھی

تو چشم سخن گو سے مجھے پوچھ دے اتنا
ہین باتین ہی باتین کہ ہے کچھ تہ نظر بھی

کمہلائے چلے جاتے ہین گل کسکی ہے آمد
گھبرائی ہوئی پھرتی ہے کچھ بادِ سحر بھی

کیا پاس نہین میرے جو تم غیر سے مانگو
پہلو مین مرے دل بھی ہے سینے مین جگر بھی

اللہ رے ناطاقتی و ضعف کا عالم
مین کیا کہ پہونچتی نہین وان میری خبر بھی

منہ مہرِ فلک کا جو ادہر کو نہین پھرتا
شاید کوئی معشوق نہین سامنے اُدھر بھی

کیا جانیے کیا حال ہے یارانِ عدم کا
اک عمر ہوئی ہے نہین آئی ہے خبر بھی

وہ چہرہ پہ نور ہے اک برقِ تجلی
کس آنکھ سے دیکھون ٹھہرتی ہے نظر بھی

بتخانے سے دل اپنا نہ کعبے سے پھرا ہے
کچھ سوچ کے انجام ادھر بھی ہے اُدھر بھی

رگ رگ کٹے جو چلتا ہے گلے پر مرے خنجر
کچھ دل مین ہے قاتل کے ترحم کا اثر بھی

دیکھیں کسکا گلہ کیجیے یارب کہ شب وصل
دشمن ہے مؤذن کی طرح مرغ سحر بھی

کیا تنگ سا ہے جلاد مری سختیِ جان سے
ہر وار یہ کہتا ہے کہ ظالم کہین مر بھی

جوبن مری آنکھوں میں پھرا گلبدنوں کا
گدرائے ہوئے باغ میں دیکھے جو ثمر بھی

رفتار تری دیکھ کے کہتے ہیں فرشتے
اللہ و غنی ایک ہی فتنہ ہے بشر بھی

۲۶۱ — ۱۶

مقصود مزہ ہے تو امیر اور کہو شعر
ہونگے انہیں پھولوں انہیں پتوں میں ثمر بھی

غیروں سے ہیں باتیں بھی عنایت کی نظر بھی
پر دیکھتے جاتے ہیں کنکھیوں سے ادھر بھی

پیری میں بھی جائیگی جوانی کی نہ غفلت
اللہ رے جو آنکھ کھلے وقت سحر بھی

سچ کہدو نکل بھاگو ہو قابو سے یہ کس کے
لب خشک ہیں اے جان پسینے میں ہو تر بھی

جاتا ہے مجھے وعظ کی محفل میں نہ کر دیر
ساقی مے گلرنگ سے ساغر کہیں بھر بھی

جب قتل کو آیا ہے مرے غمزۂ قاتل
کیا تیز چھری کھینچ کے نکلی ہے نظر بھی

کیا غم ہے خزاں میں جو نہیں طاقت پرواز
نکلیں گی جو کلیاں تو نکل آئیں گے پر بھی

معلوم نہیں کس کو کیا قتل کہ ڈر کر
غائب ہے دہن یار کا روپوش کمر بھی

جاتا ہے جو ہستی سے عدم کو نہیں پھرتا
بے شبہ کوئی شہر ہے دلچسپ ادھر بھی

ہے شوق جو بالوں کے بڑھانے کا تو اے جان
پیدا کرو اس بوجھ اوٹھانے کو کمر بھی

پہلو میں مرے رہتے ہیں جی دیتے ہیں اُنپر
دل ہو کہ جگر دونوں ادھر بھی ہیں ادھر بھی

بیمار ہوں کس کا ہوں کہ آئے جو مسیحا
تعظیم کو اُٹھا نہ مرا درد جگر بھی

ڈرتا ہوں شب وصل کہ تقدیر بری ہے
آئے نہ کہیں شام کے ہمراہ سحر بھی

ان آنکھوں کی الفت میں ہوا ہوں میں یہ لاغر
کافی ہے مرے دب جانے کو ہے گرد نظر بھی

ڈرتے ہیں سیہ خانے سے میرے جو یہ زن
منہ پھیر کے ہوئے شمس بھی جاتا ہے قمر بھی

رخ عرش کی قندیل ہے قد شمع تجلی
اللہ کی قدرت کا تماشا ہے بشر بھی

۲۶۲ — ۱۲

فرقت میں امیر ایسی بری سہی ہے ادا بھی
روتے ہیں مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو مین در آلے
ٹھنڈا ہو کلیجا بھی اُمید بر آئے

آمد جو شب وصل کی سُن لے مرے گھر مین
اللہ رے ضد شام سے پہلے سحر آئے

رخصت ترے بیکس کو کرے کون دم نزع
ہچکی ہی الٰہی کوئی وقت سحر آئے

اللہ رے ستم بیخودی عشق کے ہم پہ
ہم آپ مین آئے تو کہا تم کدھر آئے

عاشق کی طرف خود نہین جاتے ہو تو کہدو
کچھ ناوک دلدوز ہی تسکین کو آئے

آئے وہ دم بازپسین یون مرے گھر مین
جس طرح کہین چاندنی پچھلے پہر آئے

کوٹھے سے نزاکت تو اترنے نہین دیتی
تم آنکھون سے دل مین مرے کیونکر اُتر آئے

ہمسایہ ہی کیا کوٹھے پہ آئے کبھی وہ ماہ
چاند اورونکے گھر چاندنی ہی میرے گھر آئے

دیکھی جو مری یاس ترس کھا کے یہ بولے
اللہ کرے اب تری امید بر آئے

یاد آئے اگر مجھکو چمن کنج قفس مین
دامن مین لیے پھول نسیم سحر آئے

ہنس ہنس کے بہت زخم جگر چھیڑ رہے ہین
قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اُتر آئے

۲۶۳

کس طرح امیر ان سے نباہے کوئی الفت
دل دینے کو ہر روز کہان سے جگر آئے

۱۶

ہین اشارے یہ تیغ قاتل کے
آؤ ارمان نکال دون دل کے

داغ افسردہ ہو چلے دل کے
جھلملائے چراغ محفل کے

شرم لیلیٰ تو مانع دلدار
مفت بدنام پردے محمل کے

ہم سے سیکھین جو طرز نالہ کشی
پھول منہ چوم لین عنادل کے

دل مین اکثر نہ دل سے باہر نکلے
تم تو ارمان بن گئے دل کے

سوتے کیا ہین پڑے ہین تکیے مین
تھکے ماندے غریب منزل کے

فیصلہ کر رہے ہین مجنون کا
بیچ مین پڑکے پردے محمل کے

غم کونین سے مجھے کیا کام
کسی کونے مین پڑ رہے دل کے

اب تو کپڑے بھی وہ پہنتا ہے
چھاپے دے دیکے خون بسمل کے

ہو بنا جو واقف جزاے احسان سے
ہاتھ جو مینا کرم سائل کے

کیسے مجنون کے بن گئے ہین تیب
پا کے لیلی کو پردۂ محمل کے

حال دل درد دلبر سے پوچھو
یہ بڑے راز دار ہین دل کے

موت سے وہ جھڑک کے کہتا ہے
ہٹ نہ آیا س تیر بسمل کے

پوچھتے ہین وہ مجھ سے غنچہ دہن
کھو گیا مل گیا گلہ مل کے

تیر آتے ہی دل کو سے نکلے
اپنے آتے یہ مری دل کے

۲۶۲

اُس کی رحمت سے لوٹ گئے امیر
آڑے آ گئی وقت مشکل کے

۱۵

وہ بن سنور کے ادھر آئے ہین جفا کے لیے
ہم فرشتہ ہین آن قتل بندہ آشنا کے لیے

خیال ہی ہے تمنا مرے وصال کی دلربا کے لئے
لیے جو بوسے تو مونہوں سے بھی چھپا کے لیے

مجاز مین بھی ہے اپنی نظر حقیقت پر
بتون کی راہ مین پھرتے ہین ہم خدا کے لیے

خدا کی شان جو شوخی سے آشنا ہی نہ تھی
نرگس رہی ہین وہی آنکھین اب حیا کے لیے

وہاں بھی زخم مین خنجر وہ رکھ کے کہتے ہین
کہ اے زبان تجھے دیتے ہین مرحبا کے لیے

دکھاؤں گا شب وصل انکو بھول داغونکے
لگا رہا ہون یہ ڈالی اک آشنا کے لیے

یہ ہچکیاں نہین آتی ہین نزع مین یہ ہم
بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمد قضا کے لیے

وہ آئین نزع مین جلتی نہین زبان نہ چلے
نکال پاس نوبت عرض مدعا کے لیے

دم آخر تو ترساتے اپنے جلوے کو
مسافرون یہ تم کہا خدا خدا کے لیے

نگار لطف بھی خالی نہین زبان نہ چلے
کسی ادا کو نظر رکھ کے تو دیتے حیا کے لیے

یہ کس کے وصل کی ہر آرزو کہ یاس بھی آ
دعائین مانگ رہی ہے مری قضا کے لیے

دل و جگر کو مرے ناوک کردہ کہتے ہین
نشانے خوب ہین یہ ناوک جفا کے لیے

ٹھیک ہی ہو مرے بال بال سے حسرت
درست کرتی ہے کیون بار بار مشاطہ

یہ سب زبانین ہین اظہار مدعا کے لیئے
شکست عیب نہین گیسوے دوتا کے لیئے

۲۶۵

امیر کعبے کو جاتا ہون مین تو دیر سے بت
پکارتے ہین ادہر ہی ذرا خدا کے لئے

۱۶

کہہ رہی ہی حشر مین وہ آنکھہ شرمائی ہوئی
ٹھوکرین کھلوائیگی یہ چال اٹھلائی ہوئی

آئینہ مین ہر ادا کو دیکھہ کہتے ہین وہ

جان بلب حسرت مین باقی ہی جو مجھہ ناشاد کو
کھل گیا جوبن تو عصمت سے حیا نے یہ کہا

کہہ تو اے گلچین اسیران قفس کے واسطے
مین تو راز دل چھپاؤن پر چھپا رہنے بھی دے

کیف مستی مین بھی رہتا ہی یہ جوبن کا لحاظ
موت آتی ہر روح جاتی ہی کرے کون اہتمام

کیون ترے لب پہ تبسم مجلس ماتم مین ہی
آنکھہ اٹھے پردہ ہٹے یہ بھی ہی کوئی دیکھنا

وصل کی شب واہ ری بیتابی شوق وصال
غمزہ و ناز و ادا سب مین حیا کا ہے لگاؤ

جو ادا کی جس حسین نے میری آنکھون نے کہا
وصل مین خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا

اٹھہ گیا پردہ تکلف کا جب اٹھے آنکے ہاتھہ
کیا پہلے ہوئے گی امید عشل پہ دزرو

ہاے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی
کیا جوانی پھرتی ہی جوبن پہ اترائی ہوئی

آج دیکھا چاہیئے کس کس کی ہے آئی ہوئی
کیا ہنسی پھرتی ہی ان ہونٹونپہ اترائی ہوئی

ایک انگڑائی سے ہم دونونکی رسوائی ہوئی
توڑ لون دو چار کلیان مین بھی مرجہائی ہوئی

جان کی دشمن یہ ظالم آنکھہ للچائی ہوئی
انکو انگڑائی بھی آتی ہے تو شرمائی ہوئی

اک نگاہ واپسین پھرتی ہی گھبرائی ہوئی
یہ ہنسی بھی کیا مرے پہلون مین ہی آئی ہوئی

اڑ ہین گھونگھٹ کی آنکھہ اور وہ شرمائی ہوئی
شرم بھی نیچی نگاہون سے تماشائی ہوئی

ہاے ری چتون کہ شوخی بھی ہے شرمائی ہوئی
ہین یہ سب پاے نگہ کی ٹھوکرین کھائی ہوئی

شرم بھی جائے تو مین جانون کہ تنہائی ہوئی
آکے حسن و عشق مین مشاط انگڑائی ہوئی

یاس کے دامن مین ہی یہ پرورش پائی ہوئی

گرد اڑتی عاشق کی تربت سے تو جھنجھلا کر کہا
واہ سر چڑھنے لگی یاد کی ٹھکرائی ہوئی

٢٦٦

شعر گلدستے مین مجھ افسردہ دل کے کیا امیر
دامن گلچین مین کچھ کلیان ہین مرجھائی ہوئی

٢١

کیا رنگ کہون ضبط نفس پاس ادب سے
وہ آکے تصور مین جدا ہوگئے لب سے
غمزے رمضان مین ہین وہی بنت عنب کی
ٹھہرین کہین محشر مین بھی بے جرم نہ مجرم
جس نخل کے سائے کے تلے راہ مین بیٹھے
دیوانو گلستان کو چلو باد بہاری
اٹھین تو وہ محشر مین ذرا چہرے سے پردا
ایک ایک گھڑی روز قیامت سے بڑی ہے
لین ساتھ مجھے ڈرتے ہین کیون حضرت [illegible]
تبلائین گے کیا مجھکو یہ دربار کا آئین
آئینے حسینون تلک آنے بھی نہ پاتے
کس منہ کے ہین سائل یہ حباب لب دریا
معشوق حقیقی مین بھی گرمی کی ہین باتین
واعظ کا کسے ڈر ہے جو ساقی ہے سلامت
گھر بیٹھے ہمین ہاتھ لگی منزل مقصود
جب تیغ تری آکے گلے ملتی ہے قاتل
ہر ماہ مین دیکھا کیئے وہ مصحف رخسار
سنتے ہین کہ آئین گے حسین فاتحہ پڑھنے

پس پس گئی فریاد مری ہونٹون مین دب کے
ہم لے رہے ہین بوسے ابھی تک رخ و لب کے
شعبان کے کام آئے نہ اعمال رجب کے
کشتے تری آزردگی غیر سبب کے
ہم راہبر و زار وہین رہ گئے دب کے
پتے جو اڑا لائی ہے خط مین یہ طلب کے
آگے ابھی ہوجائینگے پیچھے ہین وہ سب کے
کس طرح کٹین چار پہر ہجر کی شب کے
طالب ہین وہ خود دیدۂ دیدار طلب کے
خود ہوش ٹھکانے نہین خدام ادب کے
افسوس یہ ہے ہم ہوئے حاکم نہ حلب کے
خالی ہی جو ایک ایک قدح ہاتھ مین سب کے
قرآن مین بھی آئے ہین آیات غضب کے
ہم مست تو ملتے نہین گردون سے بھی دب کے
جب توڑ کے ہم بیٹھ رہے پاؤن طلب کے
آتے ہین ہمین یاد مزے وصل کی شب کے
اس سال مین سب چاند ہوئے ہمکو رجب کے
دن پھرتے نظر آتے ہین کچھ گور کی شب کے

کوسون کا تفاوت ہے وفا اور جفا مین — مین گو نگا تمہاری ہون نہ تم ہو مرے ڈہب کے

وہ فتنہ ہے تو تن مین مرے چار عناصر — ہین قہر کے آفت کے قیامت کے غضب کے

۲۶۷ — باقی ہے امیر اب تو فقط جان کا جانا — ۲۰

ہوش و خرد و تاب و توان جا چکے کب کے

زاہد جو ملو حضرت قاضی سے تو دب کے — سمجھو کہ بزرگون مین ہین یہ بنت عنب کے

دیوانو پری بنکے بہار آئی ہے اب کے — غمزے ہین قیامت کے تو عشوے ہین غضب کے

کیا رعب جنون وادی وحشت مین ہے اب کے — کانٹے بہی مرے چہالون سے ملتے ہین تو دب کے

بتخانے مین آو کبہی اے حضرت زاہد — دیکہو کہ تماشے ہین عجب قدرت رب کے

سو لینے دے اے قبر ہم اٹہہ نہین تو دبا — آئے ہین بہری نیند مین جاگے ہوئے شب کے

اچہے وہ رہے سامنے اللہ کے او بت — جو بیٹہنے والے تہے تری بزم مین دب کے

ساقی نے مجہے آنکہین دکہاکر یہ کہی بات — دو جام مرے پاس ہین یہ آپکے ڈہب کے

افلاک نے چہپکائے ستارے تو مین سمجہا — نقشے یہ اڑائے ہین تری بزم طرب کے

دل ہی مین رہے جاتے ہین سب حوصلے افسوس — کیا کیجئے معشوق نہین ملتے ہین ڈہب کے

ٹہوکر ہے مرا سر نہ اٹہاؤ نہ بٹہاؤ — دیکہو کہین کہلجائین نہ یان ہاتہہ ادب کے

معلوم نہین خون شہیدانکی تمہین قدر — منہہ ہی بہی ہے یان باندہے ہوے ہاتہہ ادب کے

جی بہر کے تڑپتے انہین چہاتی سے لگاتے — دل اور بہی دو چار جو ملتے اسی ڈہب کے

جی چاہے جہان جائیو حسین کون ہے مانع — ہمراہ نہین سمجہے جو رہون ساتہہ ہین سب کے

ہر مرتبہ کہتے ہو کہ ہم جاتے ہین گہر کو — سب باتین تو اچہی ہین یہ فقرے ہین غضب کے

ہر صبح جو ہوتے ہین عیان خندہ شعاعی — لوگون کو خط آتے ہین ادہر سے یہ طلب کے

زلف سیہ و رخ ہے یا تیسری گور — دو نون یہ نمونے ہین مری ہجر کی شب کے

زاہد انہین لوگونکو وہان چاہینگی حورین — جو چاہنے والے ہین یہان بنت عنب کے

شاخون پہ نہین پھول یہ تکنونپہ ہین پریان | دیوانون بہار آئی نئے رنگ سے اب کے
ماتم مین مرے خاک ہوانے یہ اڑائی | جو گاڑنے آئے تھے وہ خود رہ گئے دب کے

قرآن مین **امیر** آئے ہین حورونکے جو اوصاف
درپردہ وہ اندازہ ہین سب حسن طلب کے

٢٦٨ — ١٧

نازکی کہتی ہے نسمہ تو لگا رہنے دے | ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے
عشق کے راز کو پنہان کوئی کیا رہنے دے | داغ کچھہ درد نہین ہے کہ چھپا رہنے دے
خلش نوک مژہ کا نکر اے دل شکوہ | کیا مزے کی ہے یہ پھانس اسکو چھپا رہنے دے
ایدل اس درد مین ایسی نہین سنتا کوئی | تذکرہ اس قصے کو اب ذکر وفا رہنے دے
بے پر و بال ہون طاقت نہین اڑنیکی صبا | اک ذرا شاخ نشیمن کو جھکا رہنے دے
روسیہ ہون سر محشر نہ بلا داور حشر | مجکو تو خاک کے پردے مین چھپا رہنے دے
اے نمک پاش خدا کے لیے چٹکی نہ رگے | کوئی دم اور تڑپنے کا مزہ رہنے دے
سو بلائین ہین مرے ہوش کی دشمن شب وصل | لے اڑائین اور ادائین جو حیا رہنے دے
درو بیدرد مرے دلکو ستاتا کیون ہے | چپ پڑا ہے یہ غریب اسکو پڑا رہنے دے
جب وہ بت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی | ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے
بیقراری جو اٹھاتی ہے مجھے اس در سے | ضعف کہتا ہے نہ چھیڑ اسکو پڑا رہنے دے
دل لیا صبر لیا ہوش لیا جان ہی چھوڑ | کچھہ تو گھر مین مرے اے درد حنا رہنے دے
کثرت رنج سے رو رو کے نہ کر دل خالی | یہ بھرا گھر نہ اجاڑ اسکو بسا رہنے دے
دل شکستون کی نہ توڑ آس ترس کھا ہی یاس | آسرا آسرے والون کا لگا رہنے دے
اے فلک گور غریبان کو تو برباد نہ کر | اس لٹے قافلے کا کچھہ تو پتا رہنے دے
اک کھٹک سی ہے مزے کو ہمین درکار جنون | کوئی کانٹا کسی چھالے مین چبھا رہنے دے

معاذ اللہ ۱۲

سو چمن صدقے کیے دامن گلچین پہ امیر

٢٦٩ ذکر پھولون کا بیان باد صبا رہنے دے ١٤

لوٹے ہو جس پہ تبسم وہ دہن کس کا ہے
باتین منہ چومین وہ انداز سخن کس کا ہے

فتنے پستے ہین یہ بے ساختہ پن کس کا ہے
حشر کی کچھ نہین چلتی یہ چلن کس کا ہے

پوچھ اے تیغ ادا تیغ قضا سے چلکر
یترے چلتے ہوئے فقرون مین چلن کس کا ہے

تو اُسے لا سے مرے گھر نہین باور آتا
یہ نیا شعبدہ اے چرخ کہن کس کا ہے

پھونک دیتی ہے دو عالم کو ہوا ے دامن
تجھہ مین اے گرمی رفتار چلن کس کا ہے

بات پھنس پھنس کے نکلتی ہے ہنسی پس پس کر
اس قدر تنگ سوا تیرے دہن کس کا ہے

چھپھ رہی ہین دل پر داغ مین پلکین کسکی
تلتے ہین پھولون مین کانٹے یہ چمن کس کا ہے

گھر اُجڑنے بھی ہین بستے بھی ہین لیکن اے روح
جو اُجڑ کر نہ بسے پھر وہ وطن کس کا ہے

دیر سے ہم گئے کعبے کو تو کعبے نے کہا
آئیے رہیے یہ گھر قبلہ من کس کا ہے

تیر چٹکی مین کمان ہاتھہ مین خنجر قریب
انتظار اب تجھے اے تیر فگن کس کا ہے

مین تو ہون غش مین وہ کہتے ہین سنگھا کر مجھہ سے
بو جھہ تو جا دکہ یہ سیب ذقن کس کا ہے

نظر آتی ہے کہین جب نئی چادر کوئی
دل دھڑکتا ہے کہ یارب یہ کفن کس کا ہے

دیکھکر خط ترے گالو نپہ یہ کہتی ہے بہار
کانٹے پھولون سے ہین نازک یہ چمن کس کا ہے

٢٧٠ بولے مجھہ زار کی تربت مین نکیرین امیر ٢١
لاش تو ہے نہین خالی یہ کفن کس کا ہے

نہ سنے درد دل مرا نہ سنے
مین کہون گا سنے وہ یا نہ سنے

دل کی یارب وہ دلربا نہ سنے
ایسی حسرت بھری صدا نہ سنے

یون وہان چل کر پاؤنکی آہٹ
پاسبان کیا ہے نقش پا نہ سنے

کسی نا آشنا کا کیا شکوہ
آشنا کی جب آشنا نہ سنے

لاکھہ دلچسپ ہے مرا قصہ
نگر اُسنے کبھی سنا نہ سنے

جو کسی کو بُرا بھلا نہ کہے | وہ کسی سے بُرا بھلا نہ سُنے
دل وہاں ٹھنڈی سانسیں لیتا ہے | کوئی فقرہ جلا بھنا نہ سُنے
خواہش وصل پر وہ شوخی سے | بولے بس جانے دو حیا نہ سُنے
وائے قسمت جو سب کی سنتا ہے | وہ بھی عاشق کی التجا نہ سُنے
دل جو کہتا ہے بے اثر ہے دوا | درد کہتا ہے چپ دوا نہ سُنے
پھول آہستہ توڑ اے گلچیں | دیکھ ظالم کہیں صبا نہ سُنے
وعدہ وصل چپکے چپکے ہو | غمزہ عشوہ ادا حیا نہ سُنے
حال پھولوں کا جو خزاں نے کہا | کہیں بلبل وہ ماجرا نہ سُنے
میری فریاد رائگاں تو ہو | بُت ہی سُن لیں اگر خدا نہ سُنے
درد پر دل نثار دل پرورد | ایسے دیکھے ہیں آشنا نہ سُنے
نالے میرے سُنے وہ اور تڑپے | میں سناؤں اگر تو کیا نہ سُنے
بہت اے دل وفا وفا نہ پکار | کہیں وہ دشمن وفا نہ سُنے
میں تو سنتا ہوں تو جو کہتا ہے | اے ستمگر مگر خدا نہ سُنے
رات تھوڑی سی حسرتیں بے حد | کیا کرے کیا سُنے وہ کیا نہ سُنے
ناز اُٹھواتی ہے قضا مجھ سے | کہیں اُس شوخ کی ادا نہ سُنے

۲۷۱ | جو کوئی درد آشنا ہو امیر | ادھر آئے مرا فسانہ سُنے | ۱۵

منہ پہ کہہ دیں گے ہم قیامت کے | ہیں یہ فتنے کسی کے قامت کے
پھر وہ چمکے نصیب فرقت کے | نہ ڈھلے دن پھرے قیامت کے
چھپتی پھرتی ہیں شرم سے پریاں | گوشے گوشے میں میری تربت کے
اس ادا سے چلے وہ حشر کے دن | فتنے سب اُٹھ گئے قیامت کے

مچلے جاتے ہین روٹھے بیٹھے ہین
کیا گلے ہین میری شکایت کے

عیش کرلو یہی جوانی ہے
یہی دو چار دن ہین فرصت کے

ہجر کی ایک شب نے دکھلائے
سیکڑون دن مجھے قیامت کے

جلوۂ بزم عیش و سیر چمن
ہین ترارے سمند دولت کے

دیکھکر دخت رز کو پگھلے شیخ
اب تو ٹھنڈے وضو ہین حضرت کے

رتبہ دیکھو ہمارے نالون کا
کنگرے ہین قصور جنت کے

کیا کہا کوہکن سے شیرین نے
بھاگ سیائے سے بے مروت کے

ناز کی طرح اٹھے گا تابوت
ہم ہین کشتے تری نزاکت کے

باغ لوگون کو ہم کو داغ ملے
تھے یہی پھول اپنی قسمت کے

دل کی افسردگی ہے مرکے ہی
جھلملے ہین چراغ تربت کے

٢٧٢

سفت دوزخ کو جانتا ہے امیر
گرم فقرے تری شرارت کے

١٩

دل مین جو داغ ہین محبت کے
پھول ہین سب یہ باغ جنت کے

سوکھے جب پھول میری تربت کے
دوڑے سقے سحاب رحمت کے

وصل کے دن قریب آتے ہی
جوڑ چلنے لگے نزاکت کے

کہتے ہین عاشقون سے اب اٹھئے
مرے جاتے ہین یان رخصت کے

دل مرا اور آرزو تیری
جان صدقے ہو ایسی حسرت کے

تیری صورت بنا کے بیٹھ رہے
کارکن کارگاہ صنعت کے

کیون نہ ہو رنگ آنسوؤن کا سیاہ
ہین عزادار دل کی حسرت کے

ہو گئے سرخ ہونٹھ باتون مین
واہ کیا رنگ ہین نزاکت کے

دونون عالم ہوے تہ و بالا
تم تھے پردے مین کیا قیامت کے

تیرے کشتون کے حق مین آئے قاتل
رگ گلوے خنجر کے گھونٹ شربت کے

کہتے ہین تم کو دیکھ کر یوسف
صدقے اس پیاری پیاری صورت کے

حسن کو دیکھا حسین لوٹ گئے
ہم تو عاشق ہین اس طبیعت کے

وصل کیونکر ہو دونون قیدی ہین
ہم نقاہت کے وہ نزاکت کے

اسکا نقشہ کھینچے تو اے نقاش
رنگ بھرنا مری طبیعت کے

اپنے تلوون سے جبر دل کو ملا
آج ارمان نکلے حسرت کے

قتل کو توڑ کر چلے آئے
وصل مین عذر تھے نزاکت کے

دیکھ کے غنچے گلے یہ کہتے ہین
کیون نہ چکھا دون مزے محبت کے

۲۷۳

جتنے تکیے مین سو رہے ہین امیر
یار ہین سب ہماری صحبت کے

۱۰

یہ گالی جو اے دلربا مل رہی ہے
دعا دی تھی اسکی عوض مل رہی ہے

لگا چاہتی ہے کوئی آگ تازہ
شرارت سے انکی حیا مل رہی ہے

بھری زہر سے ہین عیادت کی باتین
مریضون کو اچھی دوا مل رہی ہے

گلے پر جو رک رک کے چلتا ہے خنجر
یہ گویا قضا سے ادا مل رہی ہے

ابھی انہین راس آئے یہ زینت
لہو مین ہمارے حنا مل رہی ہے

مرے قتل کا دن ہی کیا عید کا دن
گلے تیغ سے کیون قضا مل رہی ہے

بہار آئی ہے چہچہاتے ہین بلبل
قیامت صدا سے صدا مل رہی ہے

مرا دل وہ تلوون سے ملتے نہین ہین
یہ مٹی مین میری وفا مل رہی ہے

امیر التجا کیون کرون چارہ گر سے
اذیت مین لذت سوا مل رہی ہے

۲۷۴

امیر اب کہان شعر مین کوئی کامل
رہی ہے تو اک بحر کامل رہی ہے

۱۳

قد نے گیسو کو سر چڑھایا ہے
سرو سے بھی بلند سایا ہے

خود نہین ابر گھر کے آیا ہے
شوق مستون کا گھیر لایا ہے

روح پھر آگئی بدن مین مرے
دیکھو تربت پہ کون آیا ہے

سجدے کرتے ہین طاق ابرو مین
ہمنے کعبہ نیا بنایا ہے

مشرب صلح کل مین اے زاہد
دیر بھی اک حرم کا سایا ہے

طرفہ آفت ہے روز فرقت بھی
حشر نے راس اسے بٹھایا ہے

دیدۂ تر سے کر کے ہم چشمی
کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے

گیسوؤن سے ضیائے رخ ہی عیان
نور مہتاب چھن کے آیا ہے

کھیلتے ہین وہ غیر سے ہولی
دل لہو ہوکے رنگ لایا ہے

ہو بہو چین زلف مین ہوگا
ہم نے دل کا پتہ لگایا ہے

نقد طاعت جو نذر کرتے ہین
خلد کا بیسگی کرایا ہے

انس پیکان سے کیون نہو دلکو
اپنا ہمشکل یار پایا ہے

۲۷۵

گھڑیون روئے ہین ہم امیر لہو
زخم کوئی جو مسکرایا ہے

۱۱

کیون وہ شرمائین اپنے دربان سے
حورین چھپتی نہین ہین رضوان سے

نشتر انکی کٹیلی پلکون کے
مانگتے ہین لہو رگ جان سے

آبلے دل کے جب دکھاتا ہون
چھیڑ دیتے ہین نوک مژگان سے

پھنس کے بلبل نے دام مین یہ کہا
آب و دانہ اٹھا گلستان سے

نخل امید یون ہی ہین سرسبز
سینچیے اسکو آب پیکان سے

چاک کرنے کی دھن جو چھپتی ہے
صبح محشر مرے گریبان سے

چاندنی کو اگر چھٹکنا ہے
مانگ لے ذرے اسکی افشان سے

دشت وحشت سے بیشتر اُٹھے | آگے چل نکلے ہم گریبان سے
یاد مژگان ہوئی پیاے اجل | خون آنے لگا رگِ جان سے
برگِ گل لکھا ہاے ابر نہین | ترے دامن مرے گریبان سے

۲۷۶
پھول جھڑتے نہین خزان مین امیر
روٹھے جاتے ہین گل گلستان سے
۱۶

شکل آئینہ جو حیرت ہو گی | دیکھ لینے کی تو صورت ہو گی
کچھ تو کچھ جائینگے آنسو میرے | لاش پر تم کو جو رقت ہو گی
کہتے ہین آئینگے ہم بھی پے دفن | کنگھی چوٹی سے جو فرصت ہو گی
وصل مین شام سے یہ خوف رہا | صبح کو کیا مری حالت ہو گی
لوگ کہتے ہین کہ بجلی جھپکی | میری آہون کی شرارت ہو گی
دوڑ ساقی کہ ترے مستون کو | ہوش آیا تو قیامت ہو گی
نزع مین ہون نہ چراؤ آنکھین | دیکھو پھر تمکو بھی حسرت ہو گی
کب تک اے شیخ حسینون سے گریز | یہی حور دن کی بھی صورت ہو گی
گرد اے حور ترے کوچے کی | اُڑکے بوے گلِ جنت ہو گی
ہے یہی چال تو وہی دن مین | آگے تم پیچھے قیامت ہو گی
یاد خوبان ہے تو کیا رنج فراق | شب غم حور کی صورت ہو گی
دم لبون پر ہے بہت دیر نہین | آئیے جلد فراغت ہو گی
آئینہ دیکھیے ہنسیے نہ مجھے | آپ کی بھی یہی صورت ہو گی
بیخودی شیشہ نہ ٹوٹے کوئی | مجھ کو ساقی سے خجالت ہو گی
لاش اُس حور کے کوچے مین گڑی | روح اب داخل جنت ہو گی

۲۷۷
ہم بھی محشر مین طلب ہونگے امیر
کیا قیامت مین قیامت ہو گی
۱۳

نہ اٹھو نزع مین حسرت ہوگی
یار پہر کاہے کو صحبت ہوگی

آپ گہر غیر کے جائین ہم بہی
مر ہی جائین گے جو غیرت ہوگی

یہی بیتابی دل ہے تو مجہے
مر کے بہی خاک نہ راحت ہوگی

وہ تو ہونے کے نہین گرم خرام
کون کہتا ہے قیامت ہوگی

روئیے گا نہ مرے ماتم مین
قبر مین مجہکو اذیت ہوگی

گرمی پہر قیامت کیسی
طپش دل کی شرارت ہوگی

ہم سے دیوانے اگر جمع ہوئے
کیا پریشان قیامت ہوگی

کشتہ اک چاند سے رخسار کا ہون
چاندنی چادر تربت ہوگی

آنکہ اُس حور کو تکتے تکتے
نرگس گلشن جنت ہوگی

یہ اُٹھا دینے کی حکمت ہوگی
کہتے ہین پہر بہی زیارت ہوگی

دل اٹہاؤن گا مین اُس سے صبح
ناز اُٹھانے سے جو فرصت ہوگی

مین نے شکوہ ان کا کیا غیرون سے
اُن کو اس کی بہی شکایت ہوگی

آئنہ دیکہنے دو اُن کو امیر
دیکہنا اور ہی صورت ہوگی

٢٧٩ — ٢١

وہ اٹہا پردہ تو شرم حائل ہوئی
نہ پتلی سے پتلی مقابل ہوئی

طبیعت کہین اُنکی مائل ہوئی
جو پا زیب تہی وہ سلاسل ہوئی

جب اُس شمع رو سے مقابل ہوئی
چراغ سحر شمع محفل ہوئی

پڑا ہجر مین اس قدر ضعف دل
مجہے سانس لینی بہی مشکل ہوئی

چہپا دختر رز کو پیر مغان
جوان ہوگئی پردے قابل ہوئی

اجل آگئی اپنی پہری مین یاد
سحر کو جو گل شمع محفل ہوئی

چہری کہینچکے اُس ترک کے میان سے
کلیجے مین رکہنے کے قابل ہوئی

شب غم جو اُس زلف کا تھا خیال — بلا بھی بری نکلے نازل ہوئی
ہوا وصل اُس سے تو اک دم کے دم — یہ سمجھی کہ شب آنکھ کا تل ہوئی
ہوا گرم رحمت کا جب محکمہ — مرے جرم کی فریاد باطل ہوئی
شب غم کی صورت نہ نکلی کبھی — بلا جو مرے گھر مین نازل ہوئی
کبھی قتل گہ مین جو تیغ ادا — قضا شوخ سے بڑھ کے بسمل ہوئی
وہ لاغر ہون باہر جو ہون آپ سے — تو سمجھون کہ طے کوئی منزل ہوئی
جوانی کے دن آئے نام خدا — وہ گات اب چھپانے کے قابل ہوئی
ہوا دونون آنکھون سے یہ جوش اشک — کہ گنگا سے جمنا مقابل ہوئی
نظر بھر کے دیکھا یہ کس مست نے — کہ سرشار محفل کی محفل ہوئی
بڑھی قید غم دیکھ کر زلف یار — مرے دل کی الجھن سلاسل ہوئی
چھری تیری مژگان کی ایسی ہی تیز — کہ ساقی بط مے بھی بسمل ہوئی
وہان باغ مین کی قبا گل نے چاک — یہان ٹکڑے ٹکڑے سلاسل ہوئی
مین دیوانہ کیون ہوش مین آگیا — یہ کیسی مری عقل زائل ہوئی

٢٠٩ — پڑھا ما عرفناک برسون امیر
تو کچھ معرفت اس کی حاصل ہوئی — ١٥

حجاب نور ایسا درمیان ہے — عیان ہو کر وہ آنکھون سے نہان ہے
رقیبون پر جو وہ بت مہربان ہے — ہمارا حق نصیب دشمنان ہے
نزار ایسا مرگ و ہستی اب کہان ہے — قدم خنجر کا تیرے درمیان ہے
ہمین وہ ایک بوسے پر جو دین دل — کہا اچھا مگر قیمت گران ہے
ہوا تو ہے ترے عشاق موجین — جدھر ہے تو اُس طرف عالم روان ہے
لو پیلے سے اب پردہ الٹ دے — ترے ناقے کا مجنون ساربان ہے

اُٹھا جب ابرو دوڑے مست بیخود
زلیخا کیا جو تم کو دیکھہ پائین
ہزاروں خوبرو رہتے ہین ایسین
تڑپ کر کہتے ہین مژگان کے کشتے

یہ وقت مرگ لیلیٰ کی دعا تھی
تم اپنے پاؤن سے کانٹے نکالو
نہین پوچھہ ہیرتی بیقرار ری
صدا یہ تیشۂ فرہاد کی تھی

فلک کیا میفروشی کی دکان ہے
کہین یوسف بھی کیا اچھا جوان ہے
یہ دل بھی کیا تماشے کا مکان ہے
یہ لذت زخم خنجر بھی کہان ہے

الٰہی خوش رہے مجنون جہان ہے
مجھے اب ہمر ہو فرصت کہان ہے
کوئی شاید کسی کا میہمان ہے
ارے تیری مشقت رائگان ہے

۲۸۰

کرے دو حصے مجھکو تیغ اُس کی
امیر ایسی مری قسمت کہان ہے

۶

مہر الفت مین تیری جلتا ہے
ہے زمانہ بھی کیا ترا بیتاب
شمع کہتی ہے یہ پتنگون سے
حورین کیونکر تہہ ہی زبان سیکھین
سوز غم بعد مرگ بھی ہے وہی

صبح کا تجھپہ دم نکلتا ہے
رات دن کروٹین بدلتا ہے
کہو پہلے سے کون جلتا ہے
لب و لہجہ کہین بدلتا ہے
ہڈیون سے دھوان نکلتا ہے

۲۸۱

ہے کلرنگ یہ نہین ہے امیر
دہن شیشہ لعل اُگلتا ہے

۶

بدن اپنا جہان شب وصل دلستان آئی
ہزار طوطی و بلبل نے مشق پیدا کی
بہار جوش پہ ہے ہشو رہے ہین پھولون خین
کہا جگر نے کہ اب چھیڑیے مرا قصہ

اجل ہوا بھی ہو اسوقت تو کہان آئی
نہ اسکو آئی نہ اُسکو مری زبان آئی
ذلیل ہو گی جو اب باغ مین خزان آئی
جو خاتمے پہ کبھی دل کی داستان آئی

پھری نہ مرضی جلاد سے کبھی گردن — ہزار بار تہ تیغ امتحان آئی

۲۸۲

وہ بادہ کش ہیں قدم جھک گئے امیر وہیں
جو میفروش کی ہم کو نظر دکان آئی

۲۱

کوئے جاناں میں ہوئی ہے جو شہادت میری — دامن حور کے سائے میں ہے تربت میری

آج کل آئینہ یار ہے حیرت میری — چڑھتی ہے منہ پہ سکندر کے بھی قسمت میری

پیچ میں عشق کے ہوں پڑ رہے ہے یہ ہمت میری — تیرے گیسو سے بھی بل کرتی ہے قسمت میری

ہنس کے فرماتے ہیں وہ دیکھ کے حالت میری — کیوں تم آسان سمجھتے تھے محبت میری

پھیر لیتا ہے مجھے دیکھ کے منہ آئینہ — میرے آگے سے سرک جاتی ہے تصویر میری

سو پر نکالے مرے دشت جنوں کے صدقے — تخت پریوں کے اڑا لائی ہے وحشت میری

یاد آتی ہے دم فکر جو وہ طرز خرام — ناز کرتی ہوئی چلتی ہے طبیعت میری

کیا وفادار ہے تا گور مرا ساتھ دیا — میرے گھر تک مجھے پہنچا گئی غربت میری

چارہ گر مجھ سے مکدر ہے الٰہی کیا ہے — آج مٹی ہوئی جاتی ہے طبیعت میری

کس سے شرماتے ہو تم وصل میں یاں غیر نہیں — میں ہوں یا ایک مرے پاس ہے حسرت میری

ہو چکے قتل دو عالم تو کہا ظالم نے — آج کچھ یہ تماشا پہ آئی ہے طبیعت میری

چاہ سے قتل کرو پیار سے مٹی دیدو — ہائے اتنی بھی نہیں تم کو مروت میری

میں نے آغوش تصور میں بھی کھینچا تو کہا — پس گئی پس گئی بے درد نزاکت میری

ہاتھ جوبن تلک انکے تو پہنچا ہی نہیں — چٹکیاں دل میں مرے لیتی ہے حسرت میری

لامکاں میں نہ پتا ہے نہ مکاں میں میرا — مجھکو کیا جانے کدھر لے گئی وحشت میری

بیدھڑک وصل میں جلاد نہ اتنا دیکھو — کہیں گھبرا کے نکل آئے نہ حسرت میری

جرم الفت سے میں انکار اگر کرتا ہوں — آئینہ سامنے رکھ دیتی ہے حیرت میری

یار پہلو میں ہے تنہائی ہے کہہ دو نکلے — آج کیوں دل میں چھپی بیٹھی ہے حسرت میری

حور آئی مری تربت پہ تو مین یہ سمجھا — ازماتے ہین ابھی تک وہ محبت میری

تجھ سے اے باد صبا مجھکو یہ امید نہ تھی — چار پھولون کو ترس جائیگی تربت میری

۲۸۳

کس دلربائی سے وہ دل چھین کے کہتے ہین امیر
وہ مرا گھر ہے رہے جس مین محبت میری

۴۲

بعد مرنے کے بھی چھوڑی نہ رفاقت میری — میری تربت سے لگی بیٹھی ہے حسرت میری

ایسی نازک ہے ترے ہجر مین حالت میری — تو بھی چاہے تو نہ نکلے کوئی صورت میری

دھوم ہے روز قیامت کی قیامت کیسی — آئی ہے بھیس بدلکر شب فرقت میری

پھول داغون کے مرے دل مین جو دیکھے تو کہا — کیاریان خوب بناتی ہے محبت میری

چین سے حور کے آغوش مین مین سوتا ہون — سیج فردوس کے پھولونکی ہے تربت میری

آئنہ دیکھکے شرمائے تو ہنسکر بولے — اب تو مجھ سے بھی لجانے لگی صورت میری

توبہ کی جان کو کھلبلی ہے جھمک بجلی کی — بدلی آتے ہی بدل جاتی ہے نیت میری

مسی سرمہ کے لیے قاف مین پریان لیجائین — کہین نکلے تو ترے دل سے کدورت میری

در قاتل کا پتہ دیتی ہے مشتاقون کو — خضر بن بیٹھی ہے اس کوچے مین تربت میری

وصل مین چھیڑ کا شکوہ نہ زبان پہ لاتا — چوم لیتی ترے ہونٹونکو شکایت میری

کہتے ہین مال ہے میرا تو مجھی کو دیدو — کیون بغل مین لیے بیٹھے ہو محبت میری

آئینہ صبح شب وصل جو دیکھا تو کہا — دیکھ ظالم یہی تھی شام کو صورت میری

تو یہ بھی کہ کے غم ہی کا نہ پیچھا چھوڑا — مہر کی طرح لگی رہتی ہے نیت میری

مجھکو کیا غم نہین دیتے ہین وہ مٹی تو نہ دین — خاک مین مجھکو ملادیگی کدورت میری

کہتے ہین اپنی نزاکت کے [illegible] — رکھ لیتی ہے یہ وصل مین غیرت میری

جسطرف دیکھ لیا اوسنے وہ جلا اوٹھا — دیکھئے دیکھئے وہ آئی طبیعت میری

بیخودی نے کیا پامال رہ عشق تھا پیچیدہ — میرے گم ہونے سے عالم مین ہے شہرت میری

کہتے ہیں آئینے کی آنکھ سے شرم آتی ہے
میری صورت سے بھی ملتی ہے جو صورت میری

کھولے دیتی ہیں مرے دل کو لٹیں زلفوں کی
انہیں گیسوؤں میں بھٹک جاتی ہے الفت میری

ہاتھ سینے سے جھٹک دیتے ہیں وہ سوتے میں
رات کو روز سرک جاتی ہے دولت میری

حسن اور عشق ہم آغوش نظر آجاتے ہیں
تیری تصویر میں کھنچ جاتی جو حیرت میری

آس اتنی روز قیامت کی نہ آیا وہ کبھی
چکھ گئی اسکو بھی شاید غضب فرقت میری

بھیجدے شاید رحمت کو اب اے رب کریم
ہمنشیں کوئی نہیں سونی ہے تربت میری

الفت موئے کمر نے یہ گھلایا ہے امیر
آئینے میں نظر آتی نہیں صورت میری

بے ترے حالت ہی یہ گلزار کی
نکہت گل سانس ہے بیمار کی

حکم ہے باتیں کرو اغیار کی
واہ کیا فرمائشیں ہیں یار کی

مل گئیں ہم سے نگاہیں یار کی
ہو گئیں آپس میں باتیں پیار کی

ہوں وہ لاغر در پہ اسکے گر پڑا
کھا کے ٹھوکر سایۂ دیوار کی

اٹھ چلے جب وہ خبر دی موت نے
نبض ابھی چلتی ہے اس بیمار کی

حالی مجھ سے سر پٹکنے کا نہ پوچھ
دیکھ لے حالت در و دیوار کی

خشمگیں ہے یار ظاہر میں تو ہو
ہم نظر پہچانتے ہیں پیار کی

دل میں ہے خواہاں نگہ میں [illegible]
جلوہ گاہیں دونوں ہیں سرکار کی

جرم میرے حد سے باہر ہیں تو ہوں
رحمت ان سے بڑی ہے غفار کی

شمع کی آتش زبانی پر نہ جا
اور ہوتی ہے زباں گفتار کی

ہجر میں باقی نہیں کچھ تیرے پاس
اک شکایت ہی تو وہ بھی یار کی

فرط بیماری سے میں گھٹتا نہیں
کلفت کھائے جاتی ہے غمخوار کی

آکے بالیں پر مرے بولی اجل
میں دوا ہوں عشق کے آزار کی

عشق نے سپہر کے منہ پر ملی زردی یہ کہا
ہم ہیں رنگ آپکی تصویر میں بھرنے والے

کہو بلبل سے کہ منقار کی لائے مقراض
بیٹھے پاؤں کے نیچے ہیں وہ کترنے والے

خم کے خم ہو گئے میخانۂ غم میں خالی
دل نہ اشکوں کے بھرے تھک گئے بھرنے والے

جیتے نہیں کہتے ہیں کرتا ہے جو وہ وعدۂ وصل
کیا کہا پھر تو کہو اور کہ کے مرنے والے

قابل رحم قیامت میں نہ ٹھہرینگے اسیر
رحم دنیا میں غریبوں پہ نہ کرنے والے

١٥ — ٢٨٩

خاکی نژاد خاک کے اندر چلے گئے
جس گھر سے آئے تھے پھر اسی گھر چلے گئے

شب اُٹھ کے انجمن سے جو تم گھر چلے گئے
ہم اُٹھ سکے نہ آپ سے باہر چلے گئے

کیوں چلتے چلتے مڑکے نگاہیں یہ تیز تیز
دل پار ہو کے چھید کے نشتر چلے گئے

غیروں کے بند بند کئے یار نے جدا
ہر آن کے جوڑ توڑ برابر چلے گئے

تربت پہ میری ہاتھ اُٹھانیکا ذکر کیا
وہ فاتحے سے ہاتھ اُٹھا کر چلے گئے

ملک عدم کی آمد و شد کا ہے کیا شمار
ستر جہان میں آئے بہتر چلے گئے

مجھ سخت جان سے چل نہ سکا قاتلوں کا زور
مقتل میں توڑ توڑ کے خنجر چلے گئے

دل پر ہے اختیار نہ قابو ہے جان پر
کیا جانئے کیا وہ پھونک کے منتر چلے گئے

اے ہم صفیر اُڑ نہ سکا جب میں ضعف سے
اُڑ اُڑ کے سوئے باغ ترے پر چلے گئے

آئے وہ کیوں اس آنے سے حاصل ہی کیا ہوا
جب تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھے گھر چلے گئے

بجلی ابھی چمک کے چھپی یا وہ ناز سے
جھلکی دکھا کے پردے کے اندر چلے گئے

شیشے پکارتے ہیں کہ رندان بادہ نوش
آئے تباہ کرکے مرا گھر چلے گئے

ہنستے ہوئے وہ سامنے آئے مثل برق
مانند ابر ہم کو رلا کر چلے گئے

آنکھیں لڑا کے غیر سے نکلے تھے وہ مگر
دیکھا جو مجھ کو آنکھ چرا کر چلے گئے

کیا ہستی و عدم کا کہیں حال اے امیر

١٦٠

اس گھر سے تنگ جب ہوئے اُس گھر چلے گئے

جو گھر میں پھر کے ہم انکے حضور سے آئے
کلیم پھر ملاقات طور سے آئے

خطا معاف کریں آئیں شب کو وہ چھپکر
وہ دن بھی فضل خدائے غفور سے آئے

سمندِ ناز سے اُترے نہ بیٹھنا کیسا
وہ آئے گھر مرے پر کس غرور سے آئے

خدا تو عفو کرے بار بار دیکھ کے جرم
غضب ہے باز نہ بندہ قصور سے آئے

وہاں یہ حکم کہ گھر سے بھی ہیں نہیں لو اسکے
ہیں منتظر کوئی خلعت حضور سے آئے

دکھاؤں دخترِ رز کا جمال واعظ کو
کہ شرم کچھ اُسے تعریفِ حور سے آئے

لحد میں آئے نکیرین تو میں یہ سمجھا
نقیب مجھکو بلانے حضور سے آئے

وہ بادہ کش ہوں کہ ہو جاؤں مست خمر کے دن
صدائے قلقلِ مینا جو دور سے آئے

ہمیں نہ تمسے ملا کچھ رہے وہی اچھے
کہ خالی ہاتھ تو موسیٰ نہ طور سے آئے

گناہگار ترے گیسوؤں کے محشر میں
بندھے ہوئے رسنِ زلفِ حور سے آئے

بخیر کیجیے گا یاد حضرت موسے
کبھی جو ذکر ہمارا حضور سے آئے

٢١ — امیر آئی جو آنکھیں ہوں طالبِ دیدار
بنا کے برق ابھی کوہ طور سے آئے — ٩

آئے غربت میں تو ہم یار ہیں وطن بھول گئے
لطف اٹھایا یہ قفس میں کہ چمن بھول گئے

محو ہم ایسے ہوئے ہیں کہ ہیں چار طرف سرگرداں
کیا نشان مرقدِ مجنوں کا ہرن بھول گئے

اب تو بھولے سے بھی کرتا نہیں تو یاد ہمیں
جتنے وعدے تھے سب اے عہد شکن بھول گئے

ہیں ترے دیوانۂ عریاں تھا کہ ہر قدم میں عزیز
دفن کرنے لگے مجھکو تو کفن بھول گئے

قید میں طول کھنچا یہ کہ اسیرانِ قفس
شکلِ گل بھول گئے رنگِ چمن بھول گئے

بخت بیدار ہوئے کہ ترے کوچے میں
صورتِ خواب فراموش وطن بھول گئے

دل کو ہر پیچ میں گیسو کے بسا کے ڈھونڈا
پھر یہ سمجھے کہ ترا چاہِ ذقن بھول گئے

بیقراری کا گھر ہے دل میرا — تو کہاں اسے قرار آتا ہے
فتنے کہتے ہیں دیکھکر اُس کو — فتنۂ روزگار آتا ہے

۲۹۳ — ۱۷

جائے شکوہ مری زبان پر امیر
شکر بے اختیار آتا ہے

جب سے بلبل تُو نے دو تنکے لیے — ٹوٹتی ہیں بجلیاں اُن کے لیے
مے نہ دی قرض اُسنے دو دن کیلئے — جسنے توڑے ہیں سبو گن گن کے لیے
دن مرا روتا ہے میری رات کو — رات روتی ہے مری اُس دن کے لیے
ہے جوانی خود جوانی کا سنگار — سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے
پاک رکھا پاک دامن سے حساب — بوسے بھی گن گن کے دئے گن کے لیے
کون ویرانے میں دیکھیگا بہار — پھول جنگل میں کھلے کن کے لیے
ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا — میں نے دنیا چھوڑ دی جنکے لیے
ذرّہ ذرّہ ذرۂ مے کا زاہدو — دوربیں ہے چشم باطن کے لیے
وصل میں جھنجھلا گئے وہ بولے کہ ہائے — کن کا جوبن اور ہے کن کے لیے
کیمیا گر آگ سا دیکھا نہیں — تار سونے کے دئے تنکے لیے
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی — بھیجنا ہے ایک کمسن کے لیے
سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند — اب کوئی حور آئیگی اِن کے لیے
چاہیے سونا خدا کو چاہیے — تھا یہ سارا حسن ضامن کے لیے
خرچ کرنے میں بڑا اشتاق ہے — گھر ہو مسلخ میں مؤذن کے لیے
وصل کا دن اور اتنا مختصر — دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے
کھا گیا ہم ناتوانوں کو فراق — لو لگا بیٹھا دیوانے تنکے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر

٢٩ بھیجتے تحفہ موذن کے لیے ١٦

تھنے اور ایسے کمسن کے لیے — ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے

حور یارب ہے جو مومن کے لیے — بھیجدے دنیا میں دو دن کے لیے

واے قسمت وہ بھی کہتے ہیں برا — ہم برے سب ہو گئے جنکے لیے

پی بھی نے زاہد جوانی میں شراب — عمر بھر ترسے گا اس دن کے لیے

گالیوں میں بھی بتو نکلی ہے مزہ — اک ہنر بھی عیب ہے ان کے لیے

دخترِ رز سی پاک دامن چاہیے — شیخ جی سے پاک باطن کے لیے

کہتے ہیں چپکے کی بھی اچھی نہی — پردے میں بیٹھینگے ہم انکے لیے

دل کا ضامن تو ترا کیا اعتبار — پہلے اک ضامن ہو ضامن کے لیے

چھاونی چھائیگی کیا فوجِ خزان — صرصر آئی باغ میں تنکے لیے

وصل میں بولے جھٹک کر ہاتھ وہ — پھول پھل سب آج ہیں انکے لیے

بن سنور کر آرسی دیکھا کیے — سب تکلف تھے یہ ہمسن کے لیے

مجھ سے رخصت ہو مرا عہدِ شباب — یا خدا رکھنا نہ اس دن کے لیے

جھاڑتی ہے کون گل کی نظر — بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے

کھا گئی پیری جوانی کو مری — ہاے تھی یہ رات اس دن کے لیے

بوسہ بازی میں انھیں دھوکے دیے — لے گئے دس بیس دس دن کے لیے

٩٥ لاش پہ غیرت یہ کہتی ہے امیر

آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے ١٦

عجب عالم ہے اسکا وضع سادی شکل بھولی

ادائیں نکسیلی ہیں نگہ تلوار کھنچی تو نہیں ہے

سیاہی داغ کی سرخی ہے یا جوش مسی آن

کبھی جاتی ہو دلمیں کیا رسیلی انکھ ہم پر

لہو کی جلتی ہیں پچکاریاں مقتل میں ہولی ہے

یہ لالے نے کھلا کر رنگ میں افیون گھولی ہے

غم کہاں جاکے رہیگا نہ رہینگے جب ہم
ہم تو جب تک رہے عالم میں اسی غم میں رہے

غنچۂ گل کو چمن میں یہ ہوا ہے اے گل
عطر دان جن کے ترے گیسوے پرخم میں رہے

شوخیوں نے کسی قاتل کی کیا ہے بسمل
مر ہی جائیں تو یقین ہے کہ تڑپ ہم میں رہے

پاس عصمت سے یہ ہے حکم مرے ساقی کا
دامن دختر رز پنجۂ مریم میں رہے

خم ہی دیا مجھے پیمانہ ہی ردیا مجھ کو
جتنے تھے چھوٹے بڑے سب اسی ماتم میں رہے

مر کے بگڑی ہی رہی اس باغ کی دیکھی جو ہوا
مشورے کوچ کے شب بھر گل و شبنم میں رہے

جمع ہیں سائل دشنام ذرا منہ کھولو
ہے غضب قفل جو دروازۂ خاتم میں رہے

چارہ گر شاک نہیں سودۂ الماس سہی
چند کوئی مزہ زخم کا مرہم میں رہے

لب جان بخش کی ہے یاد تو مرنا کیسا
موت کیونکر عمل عیسی مریم میں رہے

بیخودی سے ہمیں یہ حال نہ تا زیست کھلا
ایک عالم میں رہے ہم کہ دو عالم میں رہے

اور کوئی تو عزادار نہ تھا غربت میں
میرے کاندھے کے فرشتے مرے ماتم میں رہے

اپنے بیگانے کو رونے ہی کٹی عمر امیر
کبہی دشمن کبہی دوست کے ماتم میں رہے

۲۰۳ — ۱۲

دو جہاں چھوڑ کے عشاق ترے غم میں رہے
دونوں عالم سے جدا اپنے ہی عالم میں رہے

عاقبت میں ہو تو خود عیش یہاں غم میں رہے
ڈوب کر خندۂ گل گریۂ شبنم میں رہے

محو تصویر کی صورت یہ ترے غم میں رہے
نہ رہے اتنی ہی باقی کہ خودی ہم میں رہے

حیف ہے تم مرے مرنیکا ذرا غم نہ کرو
آنکھ تر شمع کے پروانے کے ماتم میں رہے

غنچے کے رنگ میں ملتے ہیں کہیں اہل صفا
سبزۂ گل پہ سپیدی ہی کہیں شبنم میں رہے

صرصر مرگ اڑا لیگی سب پھولوں کو
خار ہی خار فقط گلشن عالم میں رہے

کہیں چھوٹی نہیں مری جان نہ کھاؤ کہ ادا
ہنس کے شانہ کہ اداے گیسوے پرخم میں رہے

شعر ہم کے سنا تھے جو شوخی بھی تہیں میں کیا خوب
لطف تو جب ہے کہ ہر نظم میں تو وہ عالم میں رہے

گرمی ہجر مین یاد آئی جو اُن آنکھون کی — لپٹے آغوش مین حورون کو جہنم مین رہے

دیکھے ہجر مین عالم جو مرے جینے کا — مر نہ جائے تو اجل نزع کے عالم مین رہے

جذب الفت جو ہوا اپنی جبین مین باندھی — مہر پتلی کی طرح دیدۂ شبنم مین رہے

۳۰۵ — ۱۲
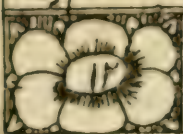
جان اس کشمکش نزع پہ صدقے ہے امیر

رنگ اگر اُسکی کچھاوٹ کا بھی کچھ زم مین ہے

وصل ہو جائے یہین حشر مین کیا رکھا ہے — آج کی بات کو کیون کل پہ اُٹھا رکھا ہے

محتسب پوچھ نہ تو شیشے مین کیا رکھا ہے — پارسائی کا لحاظ اس مین بھرا رکھا ہے

کہتے ہین آکے جوانی تو یہ چوری نکلے — میرے جوبن کو لڑکپن نے چھپا رکھا ہے

دل سی شے گرد کدورت مین ستم ہی کہ نہین — ہائے کیا خاک مین ظالم نے ملا رکھا ہے

پاس گھیرے ہوئے ہی مجھکو مگر ہان کچھ کچھ — آسرا تیری لگاوٹ نے لگا رکھا ہے

کہتے ہین میری بلا جانے ترا دل ہی کہان — چور مین کیا مرے دشمن کہ چرا رکھا ہے

خون عاشق کو ہے اب دستر مین اُس نکل — مہندی نے پہلے ہی سے رنگ جما رکھا ہے

کہتے ہین ناز کی لذت کا تو کچھ شکر نہین — اور غمزہ یہ ہے کہ نام اُس کا جفا رکھا ہے

ہین تمھارے ہی تو جلوے کے کہ شمع سا ہے — اُسکو کیا تکتے ہو آئینے مین کیا رکھا ہے

یاد آتا ہون کبھی مین تو بہن لیتے ہین — ایک جوڑا مرے لہو مین لسا رکھا ہے

ناز سے کشتۂ انداز کو پامال بھی کر — یہ ستم کس کے لئے تو نے اُٹھا رکھا ہے

۳۰۶ — ۱۱

آدمی زاد ہین دنیا کے حسین لیکن امیر

یار لوگون نے پری زاد بنا رکھا ہے

آپ نے غیر کا خط ہم سے چھپا رکھا ہی — دیکھئے دیکھئے تکیے مین وہ کیا رکھا ہے

ہین تغافل مین بھی سرگرم ستم وہ آنکھین — آپ تو سوتے ہین فتنون کو جگا رکھا ہے

دیکھنا صبح کو انجام جو ہوگا اے شمع — تو نے سر پر تو پتنگون کو جلا مار رکھا ہے

نازسے وار کیا اُس نے یہ کہکر مجھ سے ۔ لے یہ خنجر بھی ترے دم کو لگا رکھا ہے

ہم چلے دیر سے کعبے تو وہ بُت بول اٹھا ۔ جا کے لے لیجیے کعبے میں خدا رکھا ہے

کہتے ہیں دل تو ہوا خون میری حسرت میں ۔ اور یہ کیا ہے جو پہلو میں دبا رکھا ہے

بیخودی نقش خودی ہم سے نہیں مٹ سکتا ۔ تو مٹانے پہ جو آئے تو مٹا رکھا ہے

حشر پر قیامت جانان کا ہے جلوہ موقوف ۔ اِس قیامت کو قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے

دخت رز ہوش میں آنے نہیں دیتی مجھ کو ۔ اس پری نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

سر مرا اے گردگنہ تو ہی کھلا دے اسکو ۔ ہوئے شور قیامت کا بپا رکھا ہے

جان بھی حشر میں دیدیتے مگر ہم نے امیر
کسی موقع کے لئے اس کو لگا رکھا ہے

اک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر میں ہے ۔ نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے

جو خون ابل چلے وہ مری چشم تر میں ہے ۔ جو داغ رنگ لائے وہ میرے جگر میں ہے

دل رات یاد ہے دُر دندان یار کی ۔ کشتی ہماری عمر کی آب گہر میں ہے

ہم ہیں برنگ لالہ ازل سے الم نصیب ۔ جز وہ بدن میں داغ جو اپنے جگر میں ہے

اے ابر جوش دیکھ تڑپ انتظار کی ۔ بجلی ہے ہر پلک جو مری چشم تر میں ہے

نیرنگیان تصور کامل کی دیکھئے ۔ تصویر یار دل میں ہے نقشہ نظر میں ہے

مرتا ہے اُس پہ غیر بھی تو میں ہوں بیقرار ۔ دشمن کے دل کا داغ بھی میرے جگر میں ہے

دنیا ہے بے ثبات میں کیا ہو ہمیں ثبات ۔ جس گھر میں ہم مقیم وہ گھر بھی سفر میں ہے

قاتل ابھی سوار بھی گھر سے نہیں ہوا ۔ کشتوں کا ڈھیر چار طرف رہگذر میں ہے

رکھتا نہیں زمین پہ مارے خوشی کے پاؤں ۔ شاید جواب خط کا مرے نامہ بر میں ہے

یارب امیر کے بھی گناہوں سے در گذر
یہ بھی تو آخر امت خیر البشر میں ہے

یہ سب ظہور شان حقیقت بشر میں ہے — جو کچھ نہاں تھا تخم میں پیدا شجر میں ہے

ہر دم جو خون تازہ مری چشم تر میں ہے — ناسور دل میں ہے کہ الٰہی جگر میں ہے

کھٹکا رقیب کا نہیں آغوش میں ہے یار — اسپر بھی اک کھٹک سی ہمارے جگر میں ہے

واصل سمجھئے اسکو جو سالک ہے عشق میں — منزل پہ جانئے اسے جو رہگذر میں ہے

آنکھوں کے نیچے پھرتی ہے تصویر یار کی — پتلی سی اک بندھی ہوئی تار نظر میں ہے

رکھتے ہیں اس طریق سے طے ہم رہ سلوک — سر اسکے آستان پہ قدم رہگذر میں ہے

پہلو میں میرے دلکو نہ اے درد کر تلاش — مدت ہوئی تباہی کا مارا سفر میں ہے

مسی کی کیا بہار ہے دندان یار پر — سوسن کا پھول چشمۂ آب گہر میں ہے

ہے درد عشق ایک جگہ تو دوا کرون — دل میں جگر میں سینے میں پہلو میں سر میں ہے

صیاد سے سوال رہائی کا کیا کرون — اڑنے کا حوصلہ ہی نہیں بال و پر میں ہے

قاصد کو ہاتھ داغ کے بھیجا ہے یار نے — خط کی نئی رسید کف نامہ بر میں ہے

تیر قضا کو ناز ہے کیا اپنے توڑ پر — اتنا اثر تو یار کی سیدھی نظر میں ہے

جاؤ تیغ باندھ کے پھر سے ادھر دیکھ لو — پھر سے گلے پہ ہے کہ تمہاری کمر میں ہے

ساقی سے ظہورہ میں کیفیتیں سبھی — پھر وہ مزہ کہاں ہے جو تیری نظر میں ہے

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر — سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

ملتے تو ہیں وہ مروت نہیں اگر نہ سہی — غضب کی آنکھ ہے لطف کی نظر نہ سہی

نفع ہی جائیگا لکھیں تو اسکو نامۂ شوق — چلیں نہ آپ ہی ہم لیکے نامہ بر نہ سہی

مری ہی الجھن سے مرے دل کی بیقراری ہے — تمام خلق ہے واقف تمہیں خبر نہ سہی

ہماری ایک نظر میں تو کام ہوتا ہے — گھڑی گھڑی پھر کے چلے آؤ عمر بھر نہ سہی

کبھی تو ہوگا یہ تو کوئی دم میں ہے صبح — شب فراق کی اے دل نہیں سحر نہ سہی

شگفتہ صورتِ گل داغ دل تو ہیں پس مرگ | چڑھائے پھول نہ اُس گل نے قبر پر نہ سہی
بھلا نہ کہہ تو برا بھی نہ کہہ انہیں زاہد | خدا کا خوف تو کچھ کر بتوں کا ڈر نہ سہی

امیر نالہ کشی ہجر میں نہیں ہے عبث
بخار دل کا نکلجائیگا اثر نہ سہی

۳۱۰ — ۱۹

شور برپا ہے طپش دل میں وہ آئینوالے | آج ہم تجھکو ہیں بجلی سے لڑانے والے
آئینہ سامنے آتا ہے عوض لینے کو | ہوشیار او مرے دیوانہ بنانے والے
شام ہوتے ہی شب وصل بجاتا ہے گجر | ہاتھ ٹوٹیں ترے گھڑیال بجانے والے
دیکھ کر چار طرف عکس وہ اپنا بولے | کیوں مجھے گھیرے ہیں یہ آئینہ خانے والے
ہم جو پہنچے تو قیامت میں ہوا غل آئے | دھجیاں دامن محشر کی اُڑانے والے
جام مے کاتب اعمال کو بھی دے ساقی | وہ بزرگ آئے ہیں ساتھ اگلے زمانے والے
بولے حسرت سے وہ تابوت کو کاندھا دیکر | بوجھ اٹھواتے ہیں اب ناز اُٹھانے والے
اشک خجلت عرق شرم نہیں دونوں ہیں | دم آخر مری بگڑی کے بنانے والے
آگ کعبے میں لگاتا ہے یہ کیا کرتا ہے | توبہ کر توبہ کر او دل کے جلانے والے
کشتۂ چشم سیہ ہی ہوں مجھے انسان چھوئیں | ہوں یہ بیزار جنازے کے اُٹھانے والے
سو عزیز آئے مگر وہ بھی نہ نکلے افسوس | چار آنسو مرے تربت پہ بہانے والے
لاش پہ میری وہ آئے تو نزاکت نے کہا | کہ یہ کاندھے نہیں تابوت اُٹھانے والے
جب کہا میں نے کہ قاتل مجھے ٹھنڈا کردے | بولے ٹھنڈا انہیں کرتے ہیں جلانے والے
عصمت و شرم سے کہتی ہے جوڑی ان کی | اب ہٹائیں انہیں پردہ میں بٹھانے والے
تیغ قاتل سے میں لپٹا تو وہ جھکڑ بولی | یہ بڑھے آئے گلے مجھکو لگانے والے
خاک رنج و غم اندوہ سے آباد ہے دل | ہیں یہ سب خانہ خرابی کے گرانے والے
اپنے آئینے سے وہ پوچھتے ہیں کون ہو تم | میری تصویر کو سینے سے لگانے والے

دل سے جھنجھلا کے یہ کہتا ہے خیالِ جانان | کون ہو تم مجھے ہر وقت بلانے والے

۳۱۱
کیسی راہِ عدم آباد ہے ہموار امیر
چین سے سوتے چلے جاتے ہین جانیوالے
۱۷

دمِ اخیر تو ظالم ذرا نگاہ ملے | کچھ اس غریب مسافر کو زادِ راہ ملے
ہمین بھی طور پہ موسیٰ کی طرح راہ ملے | کبھی تو دیکھنے والون سے بھی نگاہ ملے
وہ بغلین جھانکین جو سایہ میانِ راہ ملے | چُرائین آنکھین اگر عکس سے نگاہ ملے
مین ہون وہ کعبہ نشین جا کے دیر کے در پر | پکارتا ہون کوئی بُت خدا کی راہ ملے
دل و جگر کی تڑپ دیکھکر وہ کہتے ہین | کہ مدعی سے بھی چالاک یہ گواہ ملے
وہ تیغ کھینچے ہوئے کہہ رہے ہین محشر مین | زبان کاٹ کے رکھدون جو دادخواہ ملے
ہم ایسے ہیچ ہین اغماض سے ترے بیدم | ہماری نبض ملے گر تری نگاہ ملے
مین اپنے نامۂ اعمال کی بلائین لون | جو تجھ سے رنگ کچھ اے گیسو سیاہ ملے
ہزارون وعدے کیے پر نہ کی دعا کہ دن | فقیر بھی ہین جھوٹون کے بادشاہ ملے
گذرتے جاتے ہین کیا علیہ وصل کے دن رات | مرے رقیب سے شاید ہین مہر و ماہ ملے
دل و جگر بھی طرفدار ہو گئے اُن کے | مرے حریف سے جا کر مرے گواہ ملے
کرون مین دعوتِ پیرِ مغان تکلف سے | جو ایک رات کو زاہد کی خانقاہ ملے
کرم کرے جو وہ بندہ نواز بندون پہ | بتون کو ڈھونڈھنے نکلین خدا کی راہ ملے
کھلے جو لب ترے اقرارِ وصل کرنے مین | ہوا مین خوش کہ برابر کے دو گواہ ملے
لباس فقر کا ایسا پسند ہے مجھ کو | بناؤن پھاڑ کے گدڑی جو رختِ شاہ ملے
لنڈھا دو چار طرف خم کے خم یہ میخوارو | کہ محتسب کو خرابات کی نہ راہ ملے

۳۱۲
امیر میکدۂ معرفت کو یون جاؤن
کہ راہ مین کوئی مسجد نہ خانقاہ ملے
۱۲

جدا ہم اور دست غیر و زلف دلبر و شانہ
خدا کی شان جو بس پاتے ان کو پیش دستی ہے

خدا جانے تراجی لگ گیا دنیا میں کیوں اے دل
اجاڑا اک چند گھر ہیں بے حقیقت سی یہ بستی ہے

قدم حسن خاک پر پڑتا ہے تیرے خاکساروں کا
اگر اکسیر کے مولوں وہ ہاتھ آئے تو سستی ہے

بلائیں لیتے لیتے مست ہو جاتی ہے مشاطہ
وہ چوٹی ار گچھے کے عطر میں جس بو قیامت بستی ہے

رہیں کیونکر نہ گرد اس پہ وے آتش رنگ کے گیسو
عبادت ہندوؤں کے دین میں آتش پرستی ہے

بٹھا اے آہ رسا اب کنگرے پہ عرش کے کھینچا
بلندی کو بلندی جانتا ہمت کی پستی ہے

نہیں بچتا دل پر داغ تیری زلف پیچاں سے
یہ وہ ناگن ہے جو طاؤس کو اڑ اڑ کے ڈستی ہے

۱۵ امیر آتی ہے یہ آواز ناقوس برہمن سے
بت پندار کو توڑو جو شوق بت پرستی ہے ۱۷

خبردار اے مسافر خوف کی جا راہ ہستی ہے
ٹھگوں کا ٹھیکا ہے جا بجا چوروں کی بستی ہے

بہار آئی ہے ساقی عام فیض مے پرستی ہے
در و دیوار سے اس دور میں مستی برستی ہے

تری تلوار میں جو ہر ہیں قاتل ابر رحمت کے
گنہگاروں پہ آکر جوش میں کیا کیا برستی ہے

حقیقت آج تک بت کی نہیں معلوم زاہد کو
خدا کی شان اسپر دعوئ ایزد پرستی ہے

اجل آنے نہیں پاتی کہ ہو جاتا ہے کام آخر
ترے خنجر کو قاتل کیا قضا کی پیش دستی ہے

ہماری آہ کی گرمی جو دیکھی رعد چلایا
معاذ اللہ یہ تو برق کا بھی منہ جھلستی ہے

جلو میں حضرت موسیٰ سے ہیں دل سوختہ لاکھوں
سواری میں تری برق نہال طور دستی ہے

جو آتا ہے وہاں سے چیتھڑا تن پر نہیں ہوتا
عدم میں بھی الٰہی کیا کوئی ننگوں کی بستی ہے

خمیدہ قد ہے جب کا نیک و بد سے جھک کے ملتے ہیں
برابر دونوں باگوں یہ پڑالی تیغ کستی ہے

بتوں کو دیکھ کر ہم کلمۂ توحید پڑھتے ہیں
خدا راضی ہے جس میں وہ ہماری بت پرستی ہے

تری آنکھوں کو کیا تشبیہ دیں ہم چشم آہو سے
وہاں شوخی ہی شوخی ہے یہاں شوخی و مستی ہے

نہ کوئی شمع لاتا ہے نہ کوئی گل چڑھاتا ہے
مزاروں پر غریبوں کے عجب غربت برستی ہے

مرے دامن میں سلی نوک ہر خار مغیلاں کی
جنون میرے گریبان تک یہ تیری تیز دستی ہے

مکدر کر دیا اشکوں کو یہ دل کی کدورت نے
کہ خاک آنکھوں میں مثل شیشۂ ساعت برستی ہے

نفس کی آمد و شد پر نہ دم بھر زندگانی کا
ارے غافل یہی مقراض بہر رختِ ہستی ہے

ملی ترکیب پائی چشم بد دور آنکی آنکھوں نے
غزالوں کی ہے شوخی نرگس شہلا کی مستی ہے

۳۱۶

امیر اس راستے سے جو گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں
محلہ ہے حسینوں کا کہ قزاقوں کی بستی ہے

۱۹

ہم کڑی ایک بتوں کی نہیں سہنے والے
جو گھنی منہ پہ برہمن کے ہیں کہنے والے

چھیڑ کی ٹھہرے تو ہم چپ نہیں رہنے والے
کبھی آئی پہ نہیں چوکتے کہنے والے

بند باتوں میں کسی سے نہیں رہنے والے
ہم تو اے غنچہ دہن منہ پہ ہیں کہنے والے

بلبلو پھولوں سے کیا پوچھتے ہو حال چمن
باغ میں سیر تو ہیں دو روز کے رہنے والے

گلفروشوں کا ملے رتبہ لگی اتنی کہاں
وہ پکاریں مجھے او پھولوں کے گہنے والے

منزل گور سے دم لیکے پڑے ہیں آگے
ہم مسافر ہیں بڑی دور کے رہنے والے

دل نے کڑیاں وہ اٹھائی ہیں کہ کہتا ہے وہ ترک
آفریں او مرے بیداد کے سہنے والے

ہو چکے صبر سے اب آتے ہیں سینے چھپے
رند کچھ تفرقہ و اغلاط سے ہیں کہنے والے

آنکھ میں آمادہ ہیں رونے پہ خدا خیر کرے
اب کوئی دم میں یہ ناسور ہیں بہنے والے

نہ سنی گور غریباں میں کسی نے فریاد
کتنے بیداد ہیں اس شہر کے رہنے والے

منہ پہ تلوار کے کہہ بیٹھے کہ پوری نہ پڑی
تم نے دیکھے ہیں کہیں ایسے بھی کہنے والے

مثل آواز نکل جائیں گے صاف اے زنجیر
ہم یہ ہر روز کی کڑیاں نہیں سہنے والے

قدرت اللہ کی دکھلاتی ہیں آنکھیں مجھ کو
وہ حسیں ہیں جو مری آنکھوں میں رہنے والے

بد نہیں ان پھولوں کی لائے سے خوشبو نہیں آتی
یہ وہ لیٹے ہوئے ہیں پھولوں کے گہنے والے

کیا ہے امیر ابھی ہوں اور عنبر کی اس محفل میں
خلد کے آدم و ابلیس ہیں رہنے والے

۳۲۰ تیرا تو کہین وہ دل رنجور نہین ہے ۱۹

جلوہ گر یار نگر قتلگہ عام مین ہے
جب بلاتا ہون مین سنتا ہون پھنسا کام مین ہے

نشۂ عیش مجھے گردش ایام مین ہے
بے مے درد اگر ہے تو مرے جام مین ہے

دور جاری رہے ہر وقت مے گلگون کا
پڑھ لیے ساقی یہی تحریر خط جام مین ہے

دفعتہ رنگ بدل دیتی ہے یہ عالم کا
چال اے مہر تری گردش ایام مین ہے

نہ ہوا نالۂ مظلوم سے ظالم بیدار
پھنک چکا صور یہ مردہ ابھی آرام مین ہے

اسم اعظم پہ سلیمان کو تفاخر ہے عبث
سو طرح کا اثر اللہ کے سرنام مین ہے

دل سے بہتر کہ زبان سے ترے پوچھے کوئی
غیر کیا جانے منہ کیا ترے دشنام مین ہے

آنکھ خالی نہ دکھا لطف بھی کر ای ساقی
جام ہی جام ہے پاس بھی کہین جام مین ہے

جس طرف دیکھیے کھولے ہوئے آغوش ہے حور
سر فروشی کا مزہ لشکر اسلام مین ہے

الفت زلف حسینان سے طائر دل اشک فشان
آب و دانہ مری قسمت کا اسی دام مین ہے

سرمہ اے یار لگایا کہ جگایا جادو
کیا بلا سحر تری چشم سیہ فام مین ہے

پڑ گیا گرمی فرقت سے پھپھولا دل مین
جا ہے مے دانۂ انگور مرے جام مین ہے

لب پہ تو نے مسی ملکے جمایا لاکھا
کھل گیا شاہ بدخشان کا عمل شام مین ہے

یاد گیسو سے کہان جوش جنون مین آرام
مین تو ہون آزاد تو کیا روح مری دام مین ہے

ڈالدے مجھ سے بلا نوش کو خم کے منہ مین
یہ تو اک گھونٹ ہی ساقی جو ترے جام مین ہے

مرغ دل خاک پھنسے زلف پہ افشان چھڑکو
دام ہی دام ہے دانہ بھی کہین دام مین ہے

آگیا روز قیامت نہ پھرے میرے نصیب
جاگ اٹھے مردے یہ غافل ابھی آرام مین ہے

ہے لڑکپن مین بچا خاک سے انسان کو انس
غافل آغاز سے اندیشۂ انجام مین ہے

۳۲۱ نام کا نام تخلص کا تخلص ہے اسیر
یہ بڑا حسن خداداد مرے نام مین ہے ۱۲

شان حق صاف بتون کے رخ گلفام مین ہے
خلوت خاص کی جلوہ گہ عام مین ہے

راستی اور تواضع مین ہے ربط قلبی
جسطرح لام الف مین ہے الف لام مین ہے

جوش الفت مین کمر دل کا خدا ہی حافظ
خیر ہو بادہ بہت تند مرے جام مین ہے

ہے وہی ولولہ پیری مین جوانی مین جو تھا
ایک ہی رنگ ہماری سحر و شام مین ہے

دل کہتا ہے وہ عالم جو نہین عالم مین
دیکھ جمشید یہ عالم بھی ترے جام مین ہے

روح قالب مین ہے جکڑا ہے رگو نمین قالب
مین گرفتار قفس مین ہون قفس دام مین ہے

کبھی خلوت مین نہان ہے کبھی جلوت مین عیان
دختر رز کبھی بوتل مین کبھی جام مین ہے

ہون وہ میکش کہ دم طوف بھی ہے شغل شراب
جام پوشیدہ مرے جامۂ احرام مین ہے

ہوس نام مین بھی اے دل آزاد نہین
پاؤن الجھا ہوا عنقا کا ابھی دام مین ہے

الفت پنجتن پاک سے دل ہے معمور
پانچ میخانون کی مے ایک مرے جام مین ہے

روز کی وعدہ خلافی سے ترا وعدہ بھی
راتدن ایکطرح گردش ایام مین ہے

۳۲۲ منزل رحمت حق ظلمت عصیان ہے امیر
روشنی صبح کی یان قبر کی شام مین ہے ۱۲

غضب کی عشوہ گری ابروے خشمگین مین رہی
کرشمے بن کے شکن یار کی جبین مین رہی

کہان لذیذ خط پشت لب سے بوسۂ لب
شمول زہر سے لذت نہ انگبین مین رہی

تری شبیہ مین کی صرف اسقدر طاقت
سکت نہ کچھ قلم صورت آفرین مین رہی

بری تھا لوث سے دھبا کفن کو کیا لگتا
بجا ہے لاش امانت اگر زمین مین رہی

نہین ہے نام کو بھی دل مین لہرے یکرنگی
دو رنگ ٹھاک ہمیشہ ترے نگین مین رہی

گھٹا نقاب تو پہنا لباس آرائش
جبین سے چین جو اتری تو آستین مین رہی

عجب بھلائی قسمت ہے اے حنا تیری
پھنسا جو چھوٹ گیا دست نازنین مین رہی

دکھایا مرکے بھی عشق رخ صبیح نے رنگ
کہ میری روح بھی اُڑ اڑکے یاسمین مین رہی

سخت حیرت ہے کہ یارب مجھسے خلوت

دل کو بل شوق سے قدمون کے تلے پڑا ہے جان

تیغ قاتل کی خجالت کا رہا ہے یہ خیال

بند ور دا ز ے ہین کس راہ سے شرم آئی ہے

سوچ لے دلمین کہ کسکا یہ تمنائی ہے

پھیر دن کردیا ہے زخمون کو ہنسی آئی ہے

۳۲۹

عزت افتادگی و عجز سے ہاتھ آئی ہے

خوش ہون مین نے یہ بڑی چیز بڑی پائی ہے

۳۳۰

اے بندہ بت دیکھہ خدا اور ہی کچھہ ہے

اے چرخ حسینون کی جفا اور ہی کچھہ ہے

رنگ آج تو پھولون کا صبا اور ہی کچھہ ہے

آغاز جوانی مین ادا اور ہی کچھہ ہے

قاصد یہ زبان اُسکی بیان اُس کا نہین ہے

آفت تو ہے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن

پھرے کو بھی چھپائین وہ بدن کو بھی چرائین

عارف ہے یہ کہدو جو ترے فہم مین آئے

آیا مرے بالین پہ تو بولا یہ بھی خواہان

کی اوسکی جفا پہ جو وفا تو نے تو ایدل

کھینچے ہو کہ ہم درد کسی کا نہین سنتے

بیدرد کی فریاد کو کوئی نہین سنتا

معشوق سے کرتا ہے جفا کا کوئی شکوہ

کیا خاک ہو بیمار محبت کو افاقہ

کی مین نے بجائی ہوئی جنون کی جو تعریف

کیا جانے کسے دیکھہ رہا ہون مین تو ہر دم

بت پہ وہ ٹھیرا پردے مین چھپا اور ہی کچھہ ہے

معشوق کی چھیڑ دن مین مزا اور ہی کچھہ ہے

آمد ہے جو اُس گل کی ہوا اور ہی کچھہ ہے

اُٹھتی ہوئی کوپل مین مزا اور ہی کچھہ ہے

وہ ہوکا ہے تجھے اُسنے کہا اور ہی کچھہ ہے

مرتا ہون مین جسپر وہ ادا اور ہی کچھہ ہے

آنکھین بھی کہتی ہین حیا اور ہی کچھہ ہے

وہ سب ہے ترا وہم خدا اور ہی کچھہ ہے

آسیب نہین ہے یہ بلا اور ہی کچھہ ہے

نازان نہو اسپر کہ وفا اور ہی کچھہ ہے

مین نے تو رقیبون سے سنا اور ہی کچھہ ہے

جسپر ہے اثر غش وہ دعا اور ہی کچھہ ہے

مجھکو تو سر چاہ گلا اور ہی کچھہ ہے

درد اور ہی کچھہ اور دوا اور ہی کچھہ ہے

آنکھون نے کہا جھک کے حیا اور ہی کچھہ ہے

آنکھون مین ہے کچھہ دل مین بسا اور ہی کچھہ ہے

واعظ اک وقت مین دو کام نہین ہو سکتے
بیگناہون کا کیا خون اسی ظالم نے
طپش برق کے ہین جلوہ چراب تک دیکھے
دیکھ اے دل کبھی دھوکا نہ حیا کا کھانا
جب کہا ضعف سے مرتا ہون تو ہنسکر بولے
عرصۂ حشر کہان رند خرابات کہان
کہتے ہین سب کچھ الہی ہے جو شب وصل آئے
ذکر حشر آتا ہے لیکن قاتل یہ سوچ آتا ہے
نزع مین آپ کہان آئے ہین اٹھئے اٹھئے
حشر مین بھیڑ گناہون کی تو ہو گی ہو گی
وہ در بھی اٹھ کے شب ہجر مین کہہ اٹھتا ہے

توبہ کر لین گے جو پینے سے فرصت ہو گی
ناامیدی ہے امیدونکو شکایت ہو گی
کبھی ٹوٹی ترے دیدار کی حسرت ہو گی
شرم کی آڑ مین پوشیدہ شرارت ہو گی
اُس سے کیا ٹوٹیگا دم جس مین نزاکت ہو گی
جائینگے پینے پلانے سے جو فرصت ہو گا
پھر نہ آنکھون مین مروت نہ اطاعت ہو گی
ہائے اُس روز تجھے کیسی ندامت ہو گی
جائیے جائیے ہوتی ہے جو حالت ہو گی
اور گنہگارونکے آگے تری رحمت ہو گی
بھائی مجھے نہ ترے دلکی رقابت ہو گی

۲۲۹ یار آیا ہے عیادت کو تڑپ اور امیر
اُٹھ کھڑا ہو گا وہ ٹھہری جو طبیعت ہو گی ۱۵۰

کیا کہا دم بھی نہ نکلیگا جو الفت ہو گی
شیخ جی یوہین جو ہے پینے کی عادت ہو گی
آرزو وصل کی اس ڈر سے نہین کہہ سکتا
ٹھہر نہ پائیگا نہ محشر مین گنہگارون تک
بے سبب دل نہین بے چین ہوا جاتا ہے
کچھ بھی نکلی نہ ترے فتنۂ قد سے آگے
دل کو دیجائیگی تسکین کسی کی تصویر
ابھی بیٹھے ہو تو آفت یہ ہے آفت برپا

جان بھی کیا کوئی ظالم تری حسرت ہو
ایک دن رہنا ہے دستار فضیلت ہو
دل شکستہ مرے ہمدم تری فرقت
راہ روکے ہوئے گھیرے ہو جو رحمت
چٹکیان لیتی کسیکی کوئی حسرت
سمجھے تھے کوئی بڑی چیز قیامت
جان بچنے کی یہی ہجر مین صورت
اُٹھ کھڑے ہو گے تو اک جان قیامت

شان اللہ کی اُس بزم میں ناصح بھی ہیں جیسا یہ
بُت بنے بیٹھے ہیں خرابات کے رٹنے والے

عشق کیجیے یہ نظر گر ہے اگر عاشق قد
کہ درختوں سے لپٹتے ہیں لپٹنے والے

قیمت جام میں کرتے ہیں طلب دولت جم
دام کب بادہ فروشوں سے ہیں پٹنے والے

خون ہو طالب دیدار کا یا دم اُلٹے
وہ تو پردہ نہیں چہرے سے اُلٹنے والے

تھا ابھی وصل کا اقرار ابھی ہے انکار
بارک اللہ زبان دیکے پلٹنے والے

٢٣٥

رہنے دو تم ابھی دیوان کو چھانٹو نہ امیر
اب چھٹ جائینگے جو شعر ہیں چھٹنے والے

۵

میرے گھر رات دن اشکوں کی جھڑی رہتی ہے
ہاتھ باندھے ہوئے برسات کھڑی رہتی ہے

بیخودی میں بھی ہیں دیدار سے محروم نہیں
دل کہیں ہو مگر آنکھ اُس سے لڑی رہتی ہے

اور پردے نہیں ہوتے جو شب وصل تو کیا
بیچ میں شرم کی چلمن تو پڑی رہتی ہے

کس طرح کرتے ہو اور ونکے جگر میں سوراخ
نوک مژگان تو مرے دل میں گڑی رہتی ہے

٢٣٦

وادی عشق وہ وادی ہے جہاں مرکے امیر
برسوں بے گور و کفن لاش پڑی رہتی ہے

١٦

جو نازک طبع ہیں محفوظ ہیں قہر الٰہی سے
کبھی چھائے حباب و نکے نہ پھوٹے خار ماہی سے

یہ آب و تاب ہے دو چار دن دولت پناہی سے
ٹپک جائینگے آنسو بنکے موتی تاج شاہی سے

ملا کیا من و سلویٰ ہم کو بھی فضل الٰہی سے
مزے اُٹھے مے صاف و کباب مرغ و ماہی سے

وہ آنکھیں دیکھکر عاشق کو اپنے پھیر لیتے ہیں
خدا کی شان رہزن بھاگتے ہیں در راہی سے

بنائی ظالم و مظلوم کی شکل ایک گردوں نے
مشابہ دام ماہی گیر بھی ہے پشت ماہی سے

بہت مشتاق ہوں دو بول قاضی آکے پڑھ جائے
ہوئی ہے رخصت رندیہا اب فضل الٰہی سے

کھلی جنت میں زلف حور تو جنت سے میں بھاگا
ڈرا ہوں اسقدر شبہائے فرقت کی سیاہی سے

کیا دریا کو یہ صحرا ہماری گرم آہوں نے
کہ رہ میں مچھلیاں پانی کی ملکر ریگ ماہی سے

وہ مجرم ہون گنہ کا عذر بھی مین کر نہین سکتا
کہ رحمت اُسکی شرماتی ہے تیری عذر خواہی سے

سلامت اشک تہمت سے رقیبون کی نہ ڈر اے دل
ہوا دامان یوسف پاک لڑکے کی گواہی سے

زوال حسن مین یون چہرۂ جانان پہ خط نکلا
نکل پڑتے ہین لڑکے جسطرح گھر کی تباہی سے

جو پلے پر ہے رحمت دیکھ لینا حشر آنے دو
گنہگاری مری جیتے گی میدان بیگناہی سے

مین وہ غربت زدہ ہون میری غربت جسنے دیکھی ہے
گلے مل ملکے رہزن روتے ہین ایک ایک راہی سے

زبان کاٹین جو کم رزقی کا آئے گلہ لب تک
تبرک ملگیا ہم کو بھی درگاہ الٰہی سے

خدا سے ڈر نہ کر اے روح عزرائیل کا شکوہ
کہ ہر جلاد گردن مارتا ہے حکم شاہی سے

۳۴۷

بیابان مرگ ہین اہل وطن کا شک گذرتا ہے
لپٹتی ہے ہماری خاک امیر ایک ایک راہی سے

۱۴

وہ خوش ہنگام آرائش ہین اپنی کجکلاہی سے
لرزتا ہے مرا دل آئینے کی بدنگاہی سے

لڑی یون آنکھ اپنی چشم قاتل سے تہ خنجر
سپاہی روز میدان جیسے لڑتا ہے سپاہی سے

فراموشی جو انکی ہے تو ہم بھی ٹال جائینگے
خطا ثابت کرے کون اپنے ذمہ عذر خواہی سے

خدا سے ڈر نہ کر اندھیر اے بخت سیاہ اتنا
دبے جاتے ہین گیسوے بتان تیری سیاہی سے

سنا ہے غیر سے تمنے کہ تم ہو حسن مین یکتا
یہ دعوی سچ مگر ثابت ہوا جھوٹی گواہی سے

مرا دل اے ستمگر چلتے چلتے کر دیا چھلنی
لگائین برچھیان مڑ مڑ کے کیا کیا کج نگاہی سے

نہ حال حسن ہے اب کیون تمہارے گرد ہین عاشق
کہو رخصت ہون پروانے چراغ صبحگاہی سے

شب فرقت کا خاکہ کھینچکر نقاش قدرت نے
بھرا ہے رنگ شاید گور کافر کی سیاہی سے

سوال مے کہین ساقی سے تیری مست کرتے ہین
کھلا ہوگا کبھی منہ تو کھلا ہوگا جماہی سے

کہان ہین مضطرب جیسے جہان مین بار ہا ہمنے
تڑپنا لوٹنا چھڑوا دیا ہے برق و ماہی سے

ہمارے دل کا آئینہ سر محفل تو پہنچا ہے
زیادہ اب ہے بیتابی تو انکی کم نگاہی سے

سیہ طالع تو ہون پر ہین مرے عالم مجھ سے روشن
کہ نور آنکھون مین ہے جس طرح پتلی کی سیاہی سے

الٰہی وہ بھی دن آئے کہ وہ بت مجھکو بلوا لے
کہوں میں ایک دم فرصت نہیں یاد الٰہی سے

۲۳۸

اسیر اب جلد ہستی سے چلو سوئے عدم اٹھو
نہ مانے گی اجل کچھ فائدہ کیا عذر خواہی سے

۱۵

رتبہ شہید عشق کا گر جان جائیے
قربان ہو نہ کیونکے پہ قربان جائیے

اچھی نہیں اطاعت عاشق کی عادتیں
کہنا رقیب سا نہ کہیں مان جائیے

خنجر کو ہت کھینچ کے گردن پہ رکھ دیا
اور بولے اب تو کہہ ترے قربان جائیے

کہتے ہیں گھر مرا کوئی حسرت کدہ نہیں
صاحب یہاں نہ چھوڑ کے ارمان جائیے

عاشق کی لاش پر ہے کچھ اظہار غم ضرور
صورت ذرا بنا کے پریشان جائیے

ہمکو تو ہائے کوئی کہیں پوچھتا نہیں
پوچھے تو لاکھ مرتبہ مہمان جائیے

قاضی سے جا کے دار قضا میں کوئی کہے
سیری قلندرون کی ذرا چھان جائیے

اچھا ہوا کہ حضرت دل وان دہرے گئے
کس نے کہا تھا بنکے نگہبان جائیے

جیسا ہو دیس بھیس بھی ویسا ہی چاہیے
جنگل کو جا کے کرکے گریبان جائیے

کہتے ہیں بوسہ دیکے میں آفت میں پڑ گیا
رٹ ہے اک اور بھی ترے قربان جائیے

مٹی نہ دیجیے مجھے اچھا نہ کیجیے
اچھا ملا کے خاک میں ارمان جائیے

جوڑا نہ آپ آئنہ خانے میں کھولیے
ایسا نہ ہو کہ ہوکے پریشان جائیے

آخر ہوئے نہ حضرت دل آپ وان ذلیل
ہان اور دوڑ دوڑ کے مہمان جائیے

آخر ہے رات وصل کی کب تک یقین نہیں
بس بس خدا کی مان کہ اب مان جائیے

۲۳۹

غربت میں اُس کی دلکو لیجائیے اے اسیر
یہ دل نہیں کوئی لیکے نہ ارمان جائیے

۱۴

بیچا دم ہے [illegible] چھان جائیے
کیا چپے [illegible] سے دل میں بھلا [illegible]

اگر غیر کے [illegible] سے مر جان جائیے
شوخی و شرم [illegible] نگہبان جائیے

اس بانکپن سے قتل ہوا ہین کہ کہہ اُٹھے
ایسا ہو جان نثار تو قربان جائیے

مانی ہین مین نے سیکڑون باتین تمام عمر
آج آپ ایک بات مری مان جائیے

کہتے ہین آ کے در پہ مرے پائیے گا کیا
ہان خاک چھاننی ہو اگر چھان جائیے

یہ رشک بد بلا ہی دم رخصت حبیب
کیونکر کہون خدا ہے نگہبان جائیے

محشر مین بھی شہید محبت کو ہی یہ رٹ
اک ہاتھ اور بھی ترے قربان جائیے

آئے ہین بال کھولے دم نزع اس لئے
دنیا سے جائیے تو پریشان جائیے

جانے کو منع مین نہین کرتا مگر حضور
دل سے مرے نکال کے ارمان جائیے

ان چتونون سے کہتی ہین یہ حسرتین مری
ان ناوکون سے سینہ و دل چھان جائیے

ہون آشنا خدا سے تو کعبے کو جائین ہم
ہو میزبان سے رسم تو مہمان جائیے

بالین پر آپ ہین تو نکلتا نہین ہے دم
مشکل کو میری کیجیے آسان جائیے

٢٤٠ — کیا ہند مین کمی ہے معشوق کی امیر
کشمیر جائیے نہ خراسان جائیے — ط

چاندنی مین جو وہ آ جاتا ہے
چاند کو داغ لگا جاتا ہے

کس قدر زار ہے عاشق تیرا
رنگ کے ساتھ اڑا جاتا ہے

سر بکف مین ہون وہ شمشیر بکف
فیصلہ آج ہوا جاتا ہے

آئنہ دیکھ کے شرماتے ہین آپ
دیکھئے کوئی کھبا جاتا ہے

دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا
جان جاتی ہے جب آ جاتا ہے

اتنی تیزی نہ کرائے نشۂ حسن
کوئی بیہوش ہوا جاتا ہے
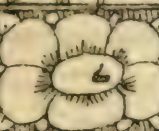
٢٤١ — کہئے مطلب کی جو اس سے تو امیر
سن کے وہ صاف اڑا جاتا ہے — ط
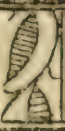
عکس آئینہ سے یہ ظاہر ہے
تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے

وصل اُس بُت سے جو ہو ہمکو نصیب | کچھ تعجب نہیں وہ نادر ہے
جان سی چیز دی نہیں جاتی | پر کہوں کیا تمہاری خاطر ہے
قتل میں کس لیے اب تاخیر | آپ موجود بندہ حاضر ہے
کب سرِ معرکہ یہ بڑھ کے ٹلا | قدم اپنا بھی حکم نادر ہے
کوئی مہمان سرا ہے یہ دنیا | جو ہے اس گھر میں وہ مسافر ہے

۴۲ — ۵
چشم پرخون کے دیکھنے سے امیر
دل کا خون ہونا کسی وہ ظاہر ہے

غیر کے پہلو میں یار دیکھئے کب تک رہے | جان حزیں بیقرار دیکھئے کب تک رہے
پھول تو سب باغ میں سوکھ کے کانٹا ہوئے | گلبدنوں کی بہار دیکھئے کب تک رہے
نرگس شہلا ہے مست جامے سے باہر ہیں گل | حسن عروس بہار دیکھئے کب تک رہے
ساقی پیمانشکن گھر سے نکلتا نہیں | نشۂ مے کا خمار دیکھئے کب تک رہے

۴۳ — ۶
روز نئے دل وہاں پھنستے ہیں جا کر امیر
یار کو شوق شکار دیکھئے کب تک رہے

کہوں کیا کہ وہ شوخ کیا آدمی ہے | عجب چال کا گھات کا آدمی ہے
نہیں مردم چشم یہ ہے کسوٹی | نگاہوں میں اچھا برا آدمی ہے
جب سمجھے کہ میں ہوں زمانے سے چھوٹا | وہی فی الحقیقت بڑا آدمی ہے
بتوں میں خدائی کا جلوہ دکھایا | برہمن بھی با خدا آدمی ہے
بُرائی مری سنکے غیروں سے بولے | یہ سب سچ مگر ہائے کیا آدمی ہے

۴۴ — ۷
امیر اسکی ہے لامکاں تک رسائی
فرشتے سے بھی کچھ سوا آدمی ہے

کوچۂ یار پر خلق صدقے | سنگ محبوب پر ہیں صدقے

ایک سیدھی نگاہ پہ تیری — لاکھ بانکوں کا بانکپن صدقے

تو وہ ہے شمع انجمن جس پر — انجمن کی ہے انجمن صدقے

خط عارض پہ سبزہ زار نثار — گل رخسار پر چمن صدقے

دختر رز کو دیکھ لے جو کبھی — کہہ اُٹھے شیخ جان من صدقے

تیرے کوچے سے گھر کو کیا نسبت — ایسی غربت پہ سو وطن صدقے

۱۲۵ — یاد آتا ہے اُن کا یہ کہنا — تجھ پہ اے امیر من صدقے — ۱۲

سنگسر وہ ہیں ہمارا گھر بنے اور ٹوٹ جائے — اُٹھتے ہی دیوار جیسے در بنے اور ٹوٹ جائے

غیر نے تدبیر کی ہے یہ ہو اُس بت سے وصل — طلسم اے خالق اکبر بنے اور ٹوٹ جائے

وعظ سے بد نظر واعظ کو رندوں کی ہنسی — بدشگونی ہو کہیں منبر بنے اور ٹوٹ جائے

دل شکستہ کیوں نہ اب مرگ ہوں ہم اے کلال — جب ہماری خاک سے ساغر بنے اور ٹوٹ جائے
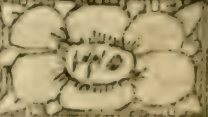
تیغ آہن کا جو میری سخت جانی سے یہ حال — جیسے مٹی کا کوئی خنجر بنے اور ٹوٹ جائے

[illegible] — جا رجھانوں میں مرا نشتر بنے اور ٹوٹ جائے

کشتی مے جوش فصل گل سے ہے اُمڈی ہوئی — توبہ زاہد یہاں لنگر بنے اور ٹوٹ جائے

بحر ہستی میں ہے انساں حباب آب سے — آہ واعظ میں نہ کیوں ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

دل شکستہ ہوں مجھے مانی سے کیا پری کی شبیہ — پاؤں لگ کر ہو نہ شکستہ سر بنے اور ٹوٹ جائے

برہمن کہتا ہے جو اُس بت کی ہو وہ سنگین دلی — سنتے سنتے دل ترا پتھر بنے اور ٹوٹ جائے

آنکھ تیرے آگے گردش میں جھپک جائے اگر — اک نگاہ میں ساقیا ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

۱۲۶ — ہے اُمید شکست میں برباد کا بشر اے امیر — جیسے ریگستاں میں چاہ اکثر بنے اور ٹوٹ جائے — ۷

ہیں آنسوؤں سے بہہ دل مضطر کی خرابی — برسات میں جیسے کسی گھر کی خرابی
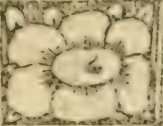
ہے قالب بیجان کیطرح روح سے خالی
کیا پوچھتے ہو جو سبب ہے مرے گھر کی خرابی

دل خاک ہو آباد جو برباد کرے عشق
ظالم ہو جو حاکم تو ہے کشور کی خرابی

واعظ سے کہے کوئی کہ للہ ریا چھوڑ
تا چند یہ محراب کی منبر کی خرابی

سو گنج رواں دین عوض ایک جام کے میکش
مصرف سے لگے ہاتھ تو ہے زر کی خرابی

ہر چند کہ ہو صاف سخن لاف ہے بیجا
ہوتی ہے گرج جانے سے گوہر کی خرابی

۳۴۷ — ۱۰

ہے سست مضامین سے امیر اپنی غزل سست
ہے ناخلف اولاد سے اس گھر کی خرابی

کیونکر رہین نہ اسکی نظر سے گرے ہوئے
ہم سے ہمارے طالع بد ہین پھرے ہوئے

فرہاد و قیس و نل کا جہان ذکر آگیا
اپنی بھی عاشقی کے وہان تذکرے ہوئے

ساقی ہو برق دمے کہین شیشے سے جلوہ گر
گلشن پہ کیا سیاہ ہین بادل گھرے ہوئے

اللہ ہے کہ جان غریبونکی اب بچے
ترکون کے نیمچون ہین پیچھے پڑے ہوئے

جب سے پڑی ہے آنکھ کسی رخ صاف پر
ہین مہر و ماہ دونون نظر سے گرے ہوئے

اللہ رے انقلاب زمانہ کہ ان دنون
جو اس سر سے پڑے تھے وہی اُسکے سر ہوئے

پلکون کو اور یار کی آنکھون کو دیکھ لو
نیزون مین دو غزال ہین گویا گھرے ہوئے

دیوان مین لکھدیا جو کسی ضعف دل کا حال
بحرین ہوئین خفیف ورق جھرجھرے ہوئے

گیسو کا بوسہ دین وہ اگر لیکے نقد دل
نقصان نہین ہے دام ہین اتنے ترسے ہوئے

۳۴۸ — ۱۰

کیا منہ چڑھے ہین گے خال رخ یار کے امیر
انجم ہین آپ اپنی نظر سے گرے ہوئے

جبین تمہاری ہلال ابرو تو چہرہ غصے سے لال بھی ہے
تمہیں سے ظاہر ہے شان خالق جمال بھی ہے جلال بھی ہے

ہین تیرہ بختی سے اپنی خوش ہین کہ تیرہ زلف و خال بھی ہے
خدا کے گھر کا غلاف کالا سیاہ رنگ بلال بھی ہے

کشیدہ ابرو ہین اُس قمر کے تو زرد چہرہ نور لال بھی ہے
سپہر خوبی پہ ہے یہ ثابت کہ مہر بھی ہے ہلال بھی ہے

درنگ کیا دے جو کچھ ہو دینا کریم کیا پوچھتا ہے اس سے
گواہ تغیر حال بھی ہے گدا کی صورت سوال بھی ہے

یہ کسکو دیکھا کہ ہو گئے چپ ہوئی فراموش ساری ہو حق
بڑے ہیں شاں مرقع بھی ہوئی کہ رنگ کیا جلال بھی ہے

بٹھا کے در پر رقیب کو وہ گھر آئینگے دیکھنے کو
خوشی تو ہے تیرے دلکو لیکن شریک اسمیں ملال بھی ہے

کہے زاہد سے کوئی جاکر کہ میری بخشش کا کیوں ہے منکر
گناہ کرتا ہوں میں بیشک مگر مجھے انفعال بھی ہے

اگرچہ افلاس میں ہوں لیکن نظر ہے میری بلند اب تک
عروس دولت کو خاک جانا ہے اپنی نظر میں جمال بھی ہے

وہ قد قیامت وہ خال آفت غضب کے تیور بلا کی چتون
نگاہ ناوک بھی برق بھی ہے کمان ابرو ہلال بھی ہے

۳۴۹ — ۶

بتوں کی الفت سے باز آؤ خدا سے بھی میں لو لگاؤ
امیر دنیا سے ہاتھ اٹھاؤ عمر در فکر مآل بھی ہے

ہاتھ طوق گردن مینا کئے
میکدے میں ہم مزے لوٹا کئے

ہم وہ میکش تھے کہ پی جبتک خم رہا
دامن قاضی سے منہ پوچھا کئے

حضرت ناصح یہاں آتے تھے آج
دیر تک کچھ بیٹھے جھک مارا کئے

آئینے کو تم نے دکھلایا جمال
ہم کنارے بیٹھے منہ دیکھا کئے

مٹ گئے جب داغ دل لالہ و گل
پھول جو ہم نے دیئے تھے کیا کئے

۳۵۰ — ۱۵
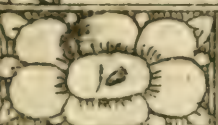
دختر رز آئی ہمارے پاس امیر
اور میکش دور سے تاکا کئے

دن جوانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے
رات گزری چونک اے غافل سحر کا وقت ہے

چشم پوشی سے تغافل سے حذر کا وقت ہے
دم ہے آنکھوں میں ترحم کی نظر کا وقت ہے

وصل کی شب کچھ ابھی ہے یا سحر کا وقت ہے
کان بجتے ہیں الٰہی یا گجر کا وقت ہے

گھر کہاں جاؤ گے خسخانے میں چلکر سو رہو
دھوپ پڑتی ہے غضب کی دوپہر کا وقت ہے

اضطراب دل ہوا پیدا جو ہنگام دعا
ہو گیا پورا یقین مجھکو اثر کا وقت ہے

اسقدر ہو رہرو کیا پاؤں پھیلائے ہوئے
زنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے

تاب رخ مین زلف کہتی ہی دل عشاق سے
خود بخود سینے مین کیون ٹکڑے ہوا جاتا ہی دل
روکتا ہون مین تو کہتے ہین وہ دامن کہینچکر
نیک ساعت ہی دعای وصل اس دم چاہیئے
ضعف تن نے مجھکو پیری مین خبر دی کوچ سے
ایکدم مجہہ زار کو فرصت تڑپنے سے نہین
ہمجان چہوڑے ہوئے مقتل سے جاتا ہی وہ شوخ
گر بیان اُس رخ کی ہونگے دیتی ہین [illegible] وصال

دھوپ ہے سایے مین ٹہرو دوپہر کا وقت ہے
شاید اس کوچے مین قتل نامہ بر کا وقت ہے
مجھکو جانے دو دہندلکے مین سحر کا وقت ہے
آنکہین بہر آئی ہین اختر کے گذر کا وقت ہے
ٹہر این جہپکین تو مین سمجہا گہر کا وقت ہے
درد دل کے بعد ہی درد جگر کا وقت ہے
لے نگاہ یاس یہ تیرے اثر کا وقت ہے
آفتاب آیا ہے سر پر دوپہر کا وقت ہے

۱۵
رات گذری صبح آئی کر دعا حق سے امیر
سارے وقتون سے بہی اچہا اثر کا وقت ہے
۱۶

صبا کو یہ کیا آج موج آگئی
ادا اسکی کیا ہی ستم ڈہا گئی
جہان سے مجہے لائی تہی میری عمر
صدا خاک لیلی سے آئی کہ قیس
خدا جانے وہ تیغ کیا وقت قتل
ستم لذت نیمچی نے کیا
وہ بیمار بیکس ہون مین ناتوان
مرے عشق کی وجہ ناصح نہ پوچھ
غضب ہو گیا جان عشاق پر
ذرا اپنی شمشیر سے پوچھو تم
رہا وصل مین بہی یہی [illegible] دم وصل

کہ پہولون سے تربت مری چہا گئی
قضا کے گلے مجھکو ملوا گئی
مہ ہی سہیر دکہلا کے پہنچا گئی
تجہے تیری دلیا [illegible] کہا گئی
گلے مل کے بسمل کو سمجہا گئی
مجہے میرے ہاتہون سے مروا گئی
تڑپ آکے کروٹ بدلوا گئی
طبیعت ہی تو ہے ادہر آگئی
جہان کوئی ہچکی نہین آگئی
مرے دل مین کیون آگ بہڑکا گئی
حیا اسکو پردے مین ٹہلا گئی

بڑی بیوفا عمر رفتہ تھی ہائے
مسافر کو رستے مین لُٹوا گئی

ہوئی وصل مین بھی یہ خلوت نصیب
جو شوخی ہٹی تو حیا آ گئی

بلایا تو تھا مین نے تجھ کو حیا
لپٹ کر ترے ساتھ کیون آ گئی

عدم کا بھی رستہ نہ سیدھا رہا
کہ اُسکی کمر آج بل کھا گئی

یہ کیون نخرے کرتی ہی عشاق سے
قضا کو کہان سے ادا آ گئی

۵۲ — ۱۶

نئے رنگ کے کھل گئے گل امیر
طبیعت جہان رنگ پر آ گئی

وہ صورت تصور مین کیا آ گئی
پری ہی آ کے تصویر کھچوا گئی

تری چشم ساقی کو موج آ گئی
مری عمر کا جام چھلکا گئی

تری طرح کیا وہ بھی ہے سوگوار
مسی میرے ہونٹون مین کیون آ گئی

کہا جھک کے مینا نے کچھ جام سے
تری بات اے دختِ رز آ گئی

نہ آئے اگر یارِ پیمان شکن
اجل آنے مین تو نہ کترا گئی

کہانی مرے درد کی کچھ نہ تھی
مگر ساری مجلس کو رُلوا گئی

کھلا اُن کا جوڑا تو دشمن کے گھر
اندھیری مرے گھر مین کیون چھا گئی

قیامت ہے انگڑائی تیری
ادھر تو نے لی اور اُدھر آ گئی

پسینے مین کیون ڈوبی تیغِ یار
کیا اُسنے عریان تو شرم آ گئی

چھوا رخ کو دل لیکے اُس زلف نے
وہ قرآن کی جھوٹی قسم کھا گئی

قیامت ہین اے یاس جھونکے ترے
مری شاخِ امید مرجھا گئی

مرے دل کی اللہ رے بربادیان
کہ وحشت بھی تنگ آ کے گھبرا گئی

نظر تم نے گھونگھٹ اُٹھا کر جو کی
عروسِ بہار اور شرما گئی

مرا دل نہ تھا وہ بھی تھی پنکھڑی
چمن مین جو کھلتے ہی مرجھا گئی

نہ تھے تیرے مرنیکے یہ دن نعیم
خدا جانے کس کی نظر کھا گئی

٢٥٣

اِدھر شرم اُدھر توبہ ٹوٹی امیر
شکست آج دونون طرف آ گئی

١٤

اسکی شوخی شرار ہین ہے اُسکی گرمی حنا ہین ہے
ہوا ہی اُس زلف و رخ کا سودا نہین ہے ہمکو فراغ گھر کا
ہوئے ہین ہم داغ کہا کئے آخر آتش ہو سوز جگر کا ظاہر
جو حال چشم پر آب کہئے تو بادلون کا جواب ہے
ہوا ہے یہ روح جیسے پیکر ہین ہے سیر جہان بستر
نہین ہین رنگ لباس ہرگز نہین تلون کا کام بالکل
کلال خواہش ہو دل کو ہر گز کہ بوسہ اس لب کا ہو میسر
چلی ہو لاکھون ہین تیغ قاتل عجب ہے بیٹھا رہا غافل
گئے ہیں ہم سوئے دشت وحشی ہوا یہ ہم پر جنون مضمون
ہوا ہین مرشد غم سے بیجان گیا نہ سوز فراق جانان
نہی ان آنکھون کو چین زندان کہ پھول کھلتے ہین ارغوانی
کہ اٹھے دو گھر سے پکارا جواب اندر سے کچھ آیا
ہوئے جہان عدم کو راہی وہی ہو فرقت کی یہ تباہی

وہ آب ہر سبزہ زار ہین ہے وہ لالہ ہر کوہسار ہین ہے
حلب ہین ہے ایک پاؤن اپنا تو ایک ملک تتار ہین ہے
لحد پہ طاؤس ہین مجاور مزار بھی لالہ زار ہین ہے
مرے پہ ہمکو سحاب کہیے کہ اب بھی دریا غبار ہین ہے
زمین ہین گر کے گئے فلک پر چڑھا دو اپنا اتار ہین ہے
ہین اس چمن ہین ہون لحن بلبل کہ ایک شور ہزار ہین ہے
کلال جلدی ہی بنائے ساغر خراب مٹی مزار ہین ہے
دیت وہ کسکو دیگا اے دل کہ ایک گٹھڑی کٹار ہین ہے
نہین بگولے یہ خاک مجنون تلاش محمل سوار ہین ہے
پس فنا بھی یہ جسم سوزان شرار سنگ مزار ہین ہے
خمیر کیا شاید چمن کا پانی خمیر جسم نزار ہین ہے
بخیل ور رند کہہ گئے بیٹھا کہ کوئی مردہ مزار ہین ہے
سکا نگین پھر جو تھی سیاہی وہی اندھیرا مزار ہین ہے

امیر کو کس نے تشنہ مارا کہ اب بھی پانیکا ہے تقاضا
غبار اڑتا نہین ہے بیجا تلاش ابر بہار ہین ہے

١٩

نہین یہ بھی نہ خوب جائے نظر سے
وہ فتنہ حشر مین اٹھنے کو تھے
نہ آیا تھا جب کوئی اُدھر سے

نزاکت لپٹی جاتی ہے کمر سے
گرا ہے تو جیسے اپنی نظر سے
لپٹ کر خوب رویا دل جگر سے

بلا تھی شام غم اے صبح وصلت
نکالا تو نے آکر میرے گھر سے

تڑپنے کا مزہ جی بھر کے لیلوں
ذرا تھم تھم کے درد اٹھے جگر سے

مبارک تجھ کو اے شوق شہادت
وہ لی تلوار قاتل نے کمر سے

ستم ہے تیرے ہوتے آب پیکان
مرا دل بوند بھر پانی کو ترسے

ہجوم آرزو ہے وقت آخر
پتنگے اڑتے ہین شمع سحر سے

خدا کو رحم آیا بیکسی پر
کہان بہو بچا ہو نین گر گر نظر سے

مسی چھوٹی ہوئی سوکھے ہوئے ہونٹھ
یہ صورت اور آپ آتے ہین گھر سے

ذرا ٹھہرو ابھی جوڑا نہ کھولو
نزاکت پوچھ لے پہلے کمر سے

وہ آئینے سے اپنے پوچھتے ہین
کوئی ہم سا بھی گزرا ہے نظر سے

بلالو سامنے دیکھو تو کیسا
تڑپ کر آئینہ نکلا ہے گھر سے

ہدف ہونے کو اللہ ری تمنا
جگر آگے ہے دل سے دل جگر سے

تڑپ اس برق کو مین نے سکھائی
چمک ہے درد کی میرے جگر سے

خدا حافظ ہے اب میری نظر کا
کہ لڑنے جاتی ہے اسکی نظر سے

نہین سنتی اجل بھی میری فریاد
مگر سیکھے ہین یہ غمزے اثر سے

تبسم نے نمک چھڑکا یہ کہہ کر
مین ہنستا ہون ترے زخم جگر سے

۲۵۵

امیر اس قتل گہ کو لے چلا ہے
لپٹ کر خود مرا دامن کمر سے

۱۶

محشر مین جس نے کہا بندہ خطاوار نہین ہے
رحمت اسکی بولی چل تو کون گنہگار نہین ہے

پھنک رہا ہون ہجر مین پر دھیان رخسار نہین ہے
جان پھولون مین پڑی ہے جسم انگار نہین ہے

مغفرت کا تو جو طالب ہے تو زاہد آ ادھر
پیار کرتی ہے وہ میخوار کو میخوار نہین ہے

مین ہون عاجز اور اسکو عاجزی محبوب ہے
بے نیازی اسکی میرے ناز بردار نہین ہے

ڈھونڈتا ہے اُسکو اے زاہد تو اپنے دل مین ڈھونڈ
چھت مین کعبے کی نہ وہ کعبے کی دیوارون مین ہے

شوخ وہ ہم مضطرب وہ نازنین ہم ناتوان
ملتی جلتی یار سے ہی بات جو بیمارون مین ہے

حشر کے دن دیکھکر آغوش رحمت مین مجھے
پوچھتی ہی خلق تو کسکے گنہگارون مین ہے

کیا نمود آفتاب حشر داغونکے حضور
وہ بھی اک چھوٹا سا انگارا ان انگارون مین ہے

اسکو اے ساقی اُٹھا دے کام کیا اسکا یہان
یہ تکلف بھی ہے کیا پیکش جو میخوارون مین ہے

حسن و عصمت دونون یکجا ہون یہ ممکن ہی نہین
گھر مین وہ پردہ نشین ہے شور بازارون مین ہے

پوچھتی ہی کیون ہمین افسوس مرگ دشمن کی خوشی
ہو نہین وہ ناشاد شادی ہم غمخوارون مین ہے

ابر جب گھر گھر کے آتا ہی بلاتا ہے شراب
رحمت اُسکی آج ساقی بن کے میخوارون مین ہے

لینے آئی ہے اجل کسکو عدم کو جاے کون
اتنی طاقت اب کہان فرقت کے بیمارون مین ہے

صورت آئینہ ہر صورت سے ہے وہ آشنا
یار اگر یارون مین ہے عیار عیارون مین ہے

گھر رہی ہی ہجر کے دن بھی جو رونق وصل تھا
دلمین وحشت ہے درون مین ہے نہ دیوارون مین ہے

٣٥٦

ہے صدا حاتم کے در پر پھر سے آقا کی امیر
یہ خدا رکھے عجب دربار دربارون مین ہے

٢٣

رکا خنجر جو دست نازنین سے
یہ ظاہر ہے دل اندوہگین سے
اُٹھے جب گرد باد آسا کہین سے
کہان کا پردہ وقت رقص بسمل
بچون گا ہجر مین تو وصل کی شب
نہین ہنستے جو نکلی پھر کہان ہان
کبھی چھپکر ہی مجھکو دیکھ لینگی
اُٹھایا بجلیون نے [illegible]

چھری جھنجھلا کے لی چین جبین سے
کہ ظالم چوٹ کھا آیا کہین سے
زمین کچھ دیکے اُٹھے ہم زمین سے
نکل آئی کلائی آستین سے
وہ مجھکو مار ڈالینگے ہنسین سے
خدا محفوظ رکھے اس حسین سے
ذرا پوچھو تو چشم شرمگین سے
جبین پیدا ہوئی چین جبین سے

سوال بوسہ لب تک کیونکر آئے ‏— حیا آتی ہے چشم شرمگین سے

عذر مے سے سلیم اور جو واعظ — ملے دست بتان نازنین سے

کیا کیا دخت رز نے وصل مین کام — نزاکت چھین لی اُس نازنین سے

یہ کس کا آستانہ ہے کہ سجدے — گرے پڑتے ہین آغوش جبین سے

صبا آتی ہے اٹھلاتی ہوئی آج — کوئی پیغام لائی ہے کہین سے

جفائے آسمان کی داستانین — سنو گور غریبان کی زمین سے

پس مردن تصور مین کسی کے — لپٹ جاتا ہون تربت کی زمین سے

جبراؤ بھیک مانگو اُن کو کیا کام — اُنھین روز اک نیا دل دو کہین سے

مقابل آئینہ ہے آنکھ اٹھاؤ — ہنسو بولو کچھ اپنے ہم نشین سے

یہ غصہ ہے کہ دیکھا آئینہ کیون — حیا روٹھی ہے چشم شرمگین سے

وہ نقش دلنشین ہے نام تیرا — ملے تو چھین کر لیلون نگین سے

چڑھاؤ تیوریان تم آئینے پر — تمہارے ناز اُٹھین گے ہمین سے

غضب کا وقت ہے ہوتی ہے رخصت — تمنائین نگاہ واپسین سے

اجل بھی چیخ اٹھی ہم نے دم نزع — وہ چٹکی لی نگاہ واپسین سے

٢٥٧

امیر آئے وہ سب قسمت مین میری — مٹے جو بل حسینون کی جبین سے

١١

جو تم ہو مرے دل مین تو دل بھی ہے — یہی گھر ہے لیلیٰ کا محمل یہی ہے

ترا دوست میرا عدو دل یہی ہے — ترا بسمل اور میرا قاتل یہی ہے

ستم ہے نکیلی چھری اُس نگہ کی — کلیجے مین رکھنے کے قابل یہی ہے

رہ عشق مین جس جگہ گر پڑا مین — کہا ضعف نے تیری منزل یہی ہے

نہ چھوڑو نگاہین تیر قضا کو ظالم — کہ حسرت بھرے دل کا قائل یہی ہے

مرے دلکو ٹھکرا کے مجھ سے وہ بولے / بڑی دھوم جسکی تھی وہ دل یہی ہے

نہیں اُسکو دشوار کچھ ذبح کرنا / یہین ہون سخت جان سخت مشکل یہی ہے

وہ صورت تصور سے ہٹنے نہ پاوے / ترا حسن اے عشق کامل یہی ہے

مرے ناتوان دلکو دیکھا تو بولے / ہلا دیگا جو عرش وہ دل یہی ہے

اجل گور تک مجھکو پہنچا کے بولی / مسافر ٹھہر تیری منزل یہی ہے

۳۵۸

امیر اس کرم پر ہین صدقے کہ اُس نے / کہا میری رحمت کے قابل یہی ہے

۱۵

خفا جس سے عیسیٰ ہے وہ دل یہی ہے / جو زندہ ہے مردون مین شامل یہی ہے

تڑپ کر یہین دل نے مارا تو سمجھے / کہ بسمل کے پردے مین قاتل یہی ہے

نہ گھبرا کہ خنجر عشق دم لے / مزے کا تو وقت اس مین اے دل یہی ہے

کھلا تختہ لالے کا تو مین یہ سمجھا / کہ اسکے شہیدون کی محفل یہی ہے

خدا داد ہی امتحان مین سنبھالے / کڑی راہ الفت مین منزل یہی ہے

مری لاش پامال کرتا ہے ظالم / ارے جان دینے کا حاصل یہی ہے

تماشا مرے دلکے داغون کا دیکھو / چمن سیر کرنے کے قابل یہی ہے

کلی پھول کی ملکے چٹکی سے اُسنے / کہا مجھ سے کیون آپکا دل یہی ہے

عدم مین فراق احبا کا غم کیا / یہین آئینگے سب اُنکی منزل یہی ہے

مرا دل ہی دشمن ہے دلبر کہے کیا / وہ ہے مفت بدنام قاتل یہی ہے

کمال طلب ہے جو خود ہو وہ طالب / وہ کھچ آئے خود جذب کامل یہی ہے

جسے شیشہ سمجھا ہے اے محتسب تو / نہ توڑ اُسکو ظالم مرا دل یہی ہے

عدو کو مین اُس بزم سے تو اُٹھا دون / جگہ اسکی دلمین ہے مشکل یہی ہے

دلِ دشمن اُس حور کا گھر بنا ہے / جہنم مین فردوس منزل یہی ہے

۳۵۹ — ۱۶

امیر اُس سے تیور مرے کہہ رہے ہین
تری بانکی چتون کا بسمل یہی ہے

یہ کس بیدرد کس ظالم پہ اپنا دم نکلتا ہی
ترے بیمار کا کام اب بڑی مشکل سے چلتا ہی
بہار آ پہنچی ہے شاید کہ دامان و گریبان مین
ضرور آفت کوئی آئی ہی دل پر ورنہ ای ہمدم
ترا بیمار ای عیسیٰ نفس بگڑا ہی اب ایسا
ہمین ڈر کا ہی ایسا اُنکے اُٹھ جانیکا محفل سے
حنا کیون دیکھکر اُسکو پسی جاتی ہی گلشن مین
پھڑکتے ہین وہ افشان گیسوؤن پر خیر ہو دلکی
خدا بھی عاجزونکی عاجزی سنتا ہی محشر مین
رُلا دیتی ہین ہنستی صورتین ان خوبرویونکی
یہ کسکی گرمیون سے پھنک رہی ہی شمع محفل مین
خدا سمجھی جہان ہی یہ دل جگر پروانے کا دیکھو
خرام ناز پر اُنکے گریبان چاک کرتا ہون
جو کہتا ہون کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہین
تمھاری ہی گریبان آفت ہین پھر وصل عدوؤن مین

یہ رہ رہ کر کلیجا چٹکیون سے کون ملتا ہے
کہ درد اُٹھکر بدلوا تا ہے تب کروٹ بدلتا ہے
سہم یہ بحث ہی دیکھین تو کون آگے نکلتا ہے
تڑپتا لوٹتا کیون آنکھ سے آنسو نکلتا ہے
سنبھالا بھی سنبھالے آکے تو وہ کب سنبھلتا ہے
بدلجاتا ہی رنگ اپنا جو وہ زانو بدلتا ہے
لہو عشاق کا ملتا ہی مہندی کب وہ ملتا ہے
مسافر چھاؤن مین تارونکی گھر سے چل نکلتا ہے
بڑی سرکار مین دربار مین یہ عذر چلتا ہے
یہ طفل اشک ہے انہین پیارے کھلونون پر مچلتا ہے
کہ پروانہ پرون سے شمع کو پنکھا رونہ جھلتا ہے
کہ جلتی آگ سے کس شوق سے گر گر کے جلتا ہے
کسیکے پاؤن چلتے ہین کسی کا ہاتھ چلتا ہے
ہمارے وصل کا ارمان تو یون ہی نکلتا ہے
کوئی دوزخ مین پھکتا ہی کوئی جنت مین جاتا ہے

۳۶۰ — ۱۹

عجب القدر یہ بانی ہے امیر اس دار دنیا سے
نہین آتا پھر اس گھر مین جو اس گھر سے نکلتا ہی

بہار آ پہنچی ہے اب جام مے مینو پہ چلتا ہے
گلے پہ میرے ارمان انکے خنجر کا نکلتا ہے

خدا چاہے تو رنگ گلشن عالم بدلتا ہے
خزان آن یون ہی پہلے باغ مین ظاہر بدلتا ہے

رفوگر دیکھہ کر میرے جنون کو ہاتھہ ملتا ہے
گریبان کو رفو کرتا ہے تو دامن نکلتا ہے

یہ مطلب ہے فقط اپنا صنم خانے مین جانے سے
کہ اچھی صورتون کو دیکھکر کچھہ جی بہلتا ہے

ذرا تو نشہ کم ہو تو بہ پڑہ ہوا اتا ہے کیا واعظ
کہ بیہوشی مین کہتا کچھہ ہون منہ سے کچھہ نکلتا ہے

ہم اتنی بات پر خوش ہین کہ مذکور اپنی الفت کا
ہمیشہ ذکر حسن یار کے ہمراہ چلتا ہے

کہین شادی کہین غم طرفہ دنیا کی دورنگی ہے
پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے

نہین بیکار کوئی شے جہان مین کلک کو دیکھو
زبان گنگ ہے پر کام کیا اس سے نکلتا ہے

ترے نقش قدم سے دی ہی جو اک ماہرو نسبت
خوش ایسا ہی کہ اب بچونکی بل طاؤس چلتا ہے

اگر چشم بصیرت ہو رفاقت سیکھہ سائے سے
کہ رہرو جسطرف چلتا ہے یہ بھی ساتھہ چلتا ہے

کیا تاراج گر دل نے تو آنسو بھی روان ہونگے
کہ لشکر جمع ہوتا ہے علم جسدم نکلتا ہے

ذرا سمجھو بری امید ناحق قطع کرتے ہو
شجر کا کاٹنا کب کاٹنے والے کو پھلتا ہے

چلی عمر روان جسدم زوال آیا جوانی کو
گرہ ہے وہ بھر سانچا کہ دن اسمین بھی ڈھلتا ہے

وہ شاعر زندہ ہے مشہور عالم ہے سخن جسکا
کہ نام انسان کا اولاد سے دنیا مین چلتا ہے

ٹہانے پر جہت لیجا سکے کوئی دلستان یارب
نہایت ضعف ہو اب دل نہین مجھسے سنبھلتا ہے

الٰہی آگ پر پارہ ہے یا اسپند ہے کیا ہے
کہ دل سینے مین بیتابی سے وو دو ہاتھہ اچھلتا ہے

ستم قاضی کی کیا جرد انگی مستوں سے میخوار کا
ستم جب باغبان کرتا ہے انگور اور پھلتا ہے

سخی کے پاس کچھہ ہو اور نہ دے یہ غیر ممکن ہے
نہین کرتا ہے مٹھی بند جبتک ہاتھہ چلتا ہے

٣٦١

امیر اپنے مضامین کو بری رکھہ ثقل بندش سے
بھلا نازک تنون سے بوجھہ بھاری کب سنبھلتا ہے

١٩

ذوق میلشوقی بڑہا ہے گھٹا برسات کی
اودی اودی اٹھی ہے ستون کو ہوا برسات کی

اسکے بیدی دامن یار مین پھر گرم آرائش ہوا
آگ تلووں مین لگا دیگی حنا برسات کی

اچہ یہ سبزہ ساقی یار و مطرب و دخت رز نہ
ہو یہ عیب سامان تو پھر کہین فضا برسات کی

آٹھ آٹھ آنسو رولاتی ہے تری ہونٹوں کی یاد — اے پری مستی ہے یا اودی گھٹا برسات کی
شیرۂ انگور کو کرتی ہے اب آتشین — آگ پانی میں لگاتی ہے ہوا برسات کی
رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں نوعروسان چمن — پتے پتے سے ٹپکتی ہے ادا برسات کی
میکدے میں بوتلوں کے منہ سے اڑ جاتے ہیں کاگ — ہوش مستوں کے اڑاتی ہے ہوا برسات کی
مور ناچیں کوئلیں کوکیں پپیہے بول اٹھے — وصل کے دن آگئے فصل آئی کیا برسات کی
جب ڈوپٹا سادہ اوڑھا تم نے دھانی ہوگیا — واہ کیا تاثیر رکھتی ہے ہوا برسات کی
آنسوؤں میں ڈوب جائیں بدلیاں اے چشم تر — اب تو زور اپنا بڑھا توڑ گھٹا برسات کی
ڈال کر جھولا چمن میں تم نے جب گائے ملار — پینگ دینے کے لیے آئی ہوا برسات کی
کیا تری زلف سیہ کو دیکھ کر شرما گئی — بھیگی بھیگی رات ہے اے مہ لقا برسات کی
ساقیا جام و سبو سے ایسی آرائش بڑھی — آکے میخانہ پہ صدقے ہو گھٹا برسات کی
ٹکریں لیں ابر سے مستوں نے پی پی کر شراب — کیا بلا ہوتی ہے مستی ساقیا برسات کی
برق چمکاتی ہوئی کہسار سے اٹھتی نہیں — نیچے کھنچے ہوئے آئی گھٹا برسات کی
فرقت ساقی سے آنکھوں میں جہان اندھیر ہے — جان پر مستوں کے نازل ہے بلا برسات کی
جب چمن میں آگیا مستوں کو ساون کا خیال — ساونی گاتی ہوئی آئی گھٹا برسات کی

۳۶۲
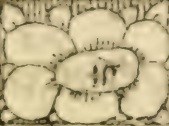
پانی پانی کر دیا ہے چشم تر نے لاکھ امیر
خشمگین کرتی ہے اس پہ بھی گھٹا برسات کی

۱۲

بڑھتی ہے رونے سے مستوں کے فضا برسات کی — آگئی کیا گھٹ کے آنکھوں میں گھٹا برسات کی
ساقیا ہے جوش بارش جوش رحمت کی دلیل — ہم سیہ کاروں کی ہے دارو شفا ہے بجا برسات کی
شوخیاں ہیں دختر رز کی کہ بجلی کی چمک — بوتلیں ہیں مے کی یا کالی گھٹا برسات کی
زاہدوں کی توبہ ٹوٹی لڑکھڑایا ہائے شیخ — کچھ عجب مستانہ رات ہے ساقیا برسات کی
میکشوں کے منہ سے جو اس فصل میں نکلی دعا — لے اڑی باب اجابت کو ہوا برسات کی

دخت رز سے کہدے ساقی اور کھیلے چار دن
میکشونکے دل مین داغ آنکھونمین ساقی کے خمار
ہر روش پر ہو چمن مین ایک پری ساغر بکف
پتے پتے پر ہے ساقی سبزۂ مینا کا رنگ
لعل و لب سے بڑھکے انگارا ہوئے ہین ہاتھ پانون
گنج گلشن مین ہو صحبت دور ساغر کی ضرور
چلتی ہے ٹھنڈی ہوا نزدیک ہے دور شراب
ہجر مین سب بیمزہ ہے وصل مین سب بامزہ

فصل آپہنچی ہے او نا آشنا برسات کی
یہ نشانی رہ گئی ہے جابجا برسات کی
ایکدن یون دیکھین اے ساقی فضا برسات کی
کیا نظر آئی ہے سبزی خوشنما برسات کی
کیا رچی ہے اے پری پنجہ حنا برسات کی
میہمانی ہے مناسب ساقیا برسات کی
مژدہ مستونکو خبر لائی صبا برسات کی
فصل گرمی کی یا جاڑے کی یا برسات کی

۲۶۳

نونہالان چمن مین تھا کہان یہ حسن امیر
حضرت یوسف سے ہی ساری فضا برسات کی

۱۷

مرے دل مین جا کے نگہ نئی ترے رخ کی جلوہ گری رہی
بیخودی نے کرم کیا تو خودی نے ستم کیا
یہین سب کے سارے کرشمے ہین جو یہان آکے مین ٹھہر گیا
مری شاخ گلشن آرزو ہوئی کچھ نہ واقف رنگ و بو
نہ یہ کی کسی نے ابھین خبر کہ گیا جہان سے کوئی گذر
روش اسکی پانو مجال کیا کبھی دو قدم وہ اگر چلا
رہی ہم تلاش مین در بدر دل و دیدہ دونون اسکے گھر تھے
دل اگرچہ غم سے فگار ہے مگر اب باغ و بہار ہے
مرے آنسوؤن ہی سے آبرو ہوئی گیسوؤنکی یہ موبمو
جو ٹھہری تر ہی جہان کتنا انھین کیا فلک نے مٹا دیا
جو تعب سے ہم نے پناہ لی تو غضب سے تیغ نگاہ لی

نہ کہین چلی نہ کہین پھری اسی تیشے مین یہ پری رہی
کچھ ادھر سے بیخبری رہی کچھ ادھر سے بیخبر والہ رہی
نہ ثمر نہ بے ثمری رہی نہ اثر نہ بے اثری رہا
نہ پھل اس مین کبھی لگا نہ کلی کھلی نہ ہری رہی
اسی آرزو مین گئی بکھر مری لاش یہ دھری رہی
نہین تاب مجھکو لیا لیا یہ صدا کسیکی دھری رہی
کبھی اسمین جلوہ گری رہی کبھی اسمین جلوہ گری رہا
اسی شاخ کا یہ شعار ہے کہ شگفتہ ہو کے ہری رہی
ترے ہاتھ لگ گئی بیت ما ہر دنمین ہو نیون بھری رہی
نہ عروج چرخ کشی رہی نہ ہوس تاج زری رہی
کبھی راستی کی نہ راہ لی نہ رہی ان کی کج نظری رہی

سلہ کنایہ ہے نواب محمد یوسف علی خان بہادر فردوس مکان والی ریاست رامپور ۱۲

رحمت تری وسیع ہے نا چیز رو سیاہ
اللہ کیا بساط ہے میرے گناہ کی

بسمل تڑپتے گا نہ اے ترک دیکھ تو
برچھی اتر گئی ہے جگر تک نگاہ کی

کسکی سواری آتی ہے صحرا میں اے جنون
آنکھیں اٹھا کے رقص کرتی ہے کیوں گرد راہ کی

سب عیب ایک اشک ندامت سے مٹ گئے
ساری سیاہی دھو گئی روئے سیاہ کی

ایسا کیا ہے دشت نوردی نے ناتوان
میں بس گیا جو اٹھ کے بیٹھی گرد آہ کی

٢٦٥

ہم پہ کسی نے لطف کیا یا ستم امیر
ہم نے اسی کی شان کرم پر نگاہ کی

١٥

کیا کہیں دل سے کہاں وصل کے ارمان گئے
ناز کے صدقے تو انداز کے قربان گئے

امتحان خوب وفا کا بھی جفا کا بھی ہوا
تم ہمیں جان گئے ہم تمہیں پہچان گئے

کہتے ہیں شب کی خوشامد بھی عجب جادو تھی
مانتے ہی نہ تھی بات وہ ہم مان گئے

وصل میں کہتے ہیں کوئی آڑے آتا
ہائے اس وقت کہاں میرے نگہبان گئے

چبھ گئی گو رخ جو بالی کی نگہ تاک کر بولے
ہاتھ لوٹیں ترے مشاطہ کہ ہم کان گئے

جب میں در سے یہ دنیا ہوں کہ کیوں آئے ہو
کہتے ہیں کہدو وہ گھر غیر کے مہمان گئے

کبھی سونی نہیں ہوتی ہے سرائے دنیا
اور دو آ گئے دو چار جو مہمان گئے

پوچھتا کیا ہے کہ بسمل ہے کہ مقتل سے کہاں
مہربان ہاتھ کے تجھے سب تیرے قربان گئے

شیخ جی چھپ کے یہ حجرے میں اڑاتا بو تل
واہ وا آج تو حضرت تمہیں ہم مان گئے

حسن انجام پر اسلام کا ہے دارومدار
تھے مسلمان وہ دنیا سے مسلمان گئے

قتل پر میرے اٹھاتے ہو عبث تم بیڑا
ہم غریبوں ہی میں ہیں تم سا بنکے جنہیں پان گئے

خاکسار ایسے نرے خوب اٹھے دنیا میں
خاک ہم چھانتے آئے تھے یہاں چھان گئے

دلکو تاکا کسی ناوک نے تو اللہ رے شوق
ٹھہر کے لیتے ہو بہت دور تک ارمان گئے

تم میاں وصل میں کیوں الٹے آتے جلکر بولے
جانے دو ان کو جہنم میں یہ ارمان گئے

٢٦٦ | ١٦

حق شناسی کی حقیقت کو انہیں نے جانا
اے امیر اپنی حقیقت کو جو پہچان گئے

کس برے حال سے عاشق ترا بیجان ہوگئے
چار حیران گئے چار پریشان گئے

پوچھتا کیا ہے کہاں دل جگر اے جان گئے
جا کے کمبخت کہاں سب ترے قربان گئے

ہے وہی حسرت دیدار وہی شوق وصال
دل گیا ہاے مگر دل سے نہ ارمان گئے

لنجان لوٹ کے مقتل میں یہ دیتے ہیں صدا
ایک وار اور بھی قاتل ترے قربان گئے

تھک سے آنکھ ملی وصل میں تو دل نے کہا
وہ گلے ملنے کو ارمان ہے ارمان گئے

کچھ عجب رنگ سے پرزے کئے دیوانوں نے
ٹنگ گئے گل سو دامن جو گریبان گئے

لاش پر میری کہا آ کے کہ او طالب وصل
کیا ہوا شوق کہاں وہ ترے ارمان گئے

بیوفا جان نہیں ہوتی ہے اس پر دے میں
تو ہی تہا تو ہی تہا ہم جان گئے جان گئے

دل میں تم آنکھ میں تم کہتے ہیں تم دیر میں تم
تم جہاں چاہو چھپو ہم تمہیں پہچان گئے

جتنوں کو تری سینے کو بنایا چھلنی
ناوک ناز کلیجے کو مرے چھان گئے

سان پر تیغ لگائی جو مرے قاتل نے
دیکھتے ہی ملک الموت کے اوسان گئے

صافیاں لیتے ہوئے ابر کے گھلے آئے
دوستان خرابات کی سے چھان گئے

ہم کو سختی سے کہاں وادی وحشت میں نجات
تنگ کرنے کو بہانہ آئے جو میدان گئے

قاضی و محتسب شہر سدا ہارے حج کو
میکش خوب ہو خلق کے دربان گئے

خواب میں بھی نظر آتی نہیں زندانیں فضا
جن میں پھرتے تھے کہاں ہاے وہ میدان گئے

٢٦٧ | ٢١

وحشتوں کے وہ کہاں لطف اسیری میں امیر
اب وہ میدان وہ سنسان بیابان گئے

کہتے ہیں آپ مجھے کہ مجھ پر ہے یہ تہمت کیسی
دل میں تیر سے ہے تو ظالم مری حسرت کیسی

بیمار کیا کیا ترے رخسار کو فتنوں نے کہا
تیری ٹھوکر سے ملی اٹھ سکے قیامت کیسی

۳۶۹ — ۱۶

بات کہنے کی تو مہلت نہیں ملتی ہے اسیر
ایسی حالت مین غزل کہنے کی فرصت کیسی

دل ہی عاشق کی بڑی سوغات ہی — اور کیا بیچارے کی اوقات ہے
جہانتک تاک اغیار سے دن رات ہے — اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے
دیکھو غفلت مین جوانی کو نہ کھو — عمر بھر مین ایک ہی تو رات ہے
اتنی باتین کیون سناتے تم مجھے — پیار کرتا ہون مین اتنی بات ہے
دیکے دل لیتے ہین بوسے جان نثار — گھر سے کچھ دیتے ہو کیا خیرات ہے
دیدے ہین اور دیدبانی حسن کی — ان ندیدون کی یہی اوقات ہے
بوسہ بے گالی کبھی ملتا نہین — یہ تمہارے اندانہ کی خیرات ہے
گالیون کی آرزو پہ بول اٹھے — لو بڑا کہنا کچھ اچھی بات ہے
جتنے شعر دل مین ہے مضمون کمر — سب مین ایک پوشیدہ نازک بات ہے
طوطا جسمی سبزہ رنگون پر ہی ختم — بیمروت بے وفا یہ ذات ہے
دیکھو جب بنتی سنورتی ہی وہ زلف — مار کے کھنے کی یہ اچھی گھات ہے
پھول بار ونکے لٹاے راہ مین — یہ نیا بیلا نئی خیرات ہے
مہربانی بے سبب اسکی نہین — لگا تیا ہے اسمین بھی کچھ گھات ہے
خاک ہے رندون نے پگڑی شیخ جی — کچھ خبر بھی قبلہ حاجات ہے
بادلون سے رات دن ملتی ہے مے — یہ نئی بدلی نئی برسات ہے

۳۷۰ — ۱۹

ہے توکل پر گزر اپنی اسیر
اوسکے در کی بھیک پر اوقات ہے

دل لگا کے اک جہان جو وہ اد پوش ہو گئے — کیا کیا خیال خواب فراموش ہو گئے
بوسہ جو ہم جو دیتے وہ لب پوش ہو گئے — ہم آتے آتے ہوش مین بیہوش ہو گئے

تو سہی میری وفا اس سے جنازہ اٹھوائے
بدھیان پھولون کی اٹھتی نہین جس شانے سے

٨٥

زیست کا لطف تو یارون ہی کے دم تک ہے امیر
بیٹھ جاتا ہے دل احباب کے اٹھ جانے سے

١٧

دخت رز اٹکی ہے ساقی کسی دیوانے سے
کر بری نکے اڑی جاتی ہے پیمانے سے

داغ پہ داغ دیے جاتا ہے وہم ہائی حریف
یہ بھی کہا لونگا جو فرصت ہوئی غم کھانے سے

ثبت عدم مین بھی نہین چین سے رہنے دیتے
روز پیغام چلے آتے ہین تجانے سے

ساقیا دختر رز بھی ہے عجب شاطر
آکے شیشے کو ملا دیتی ہے پیمانے سے

قتل کے وقت مین تڑپا تو کہا خوش ہو کر
تم بھی تو وصل مین خوش تھے مرے تڑپانے سے

کی تھی ہم چشمون مین تعریف تری شوخی کی
آنکھ نیچی ہوئی میری ترے شرمانے سے

شیخ جی اٹھے تو لغزش نے قدم لیکے کہا
اٹھ نہ کیون بیٹھ گئے جاؤ نہ میخانے سے

خوب جی بھر کے تصور کا ترے نوچا ہے
مین بہت خوش ہون شب ہجر کے ٹہر جانے سے

ترے دیوانے یہ کیا جانے ہمان کیا گزری
آیا سیلاب جو روتا ہوا ویرانے سے

شب غم کہتی ہے ہم مین پڑ چکیا ترے گھر مین
مجھکو کیا کام ہے اب غیر کے گھر جانے سے

چاہتے ہین کہ دل آئین تو الگ ایک سے ایک
راہین زلفون مین نکلواتے ہین وہ شانے سے

کھلکے یہ شربت دیدار پلایا دم نزع
آخری وقت ہے کیا فائدہ ترسانے سے

شرم سے شمع بجی جاتی ہے ترے آگے
اڑ نہ جائے کہین پر رنگ کے پروانے سے

نکلے چلمن سے وہ سمجھے کہ تماشا ہے کوئی
کام نکلا یہ بڑا دل کے نکل جانے سے

گنگھرو دلہین گر گئے مین مرے پانون سمیت
ق
یہ صدا آتی ہے گنگھرو کے ہر اک دانے سے

چاہ کی آنکھ سے جوبن کو جو دیکھا تو کہا
کہین یہ مال لٹا جاتا ہے الجھانے سے

ذکر ہو کس دل وحشی نے کیا ہے کہ امیر
وہی آواز چلی آتی ہے ویرانے سے

١٧

٢٨١

گرم اندر کا اکھاڑا ہے تو میخانے سے — رقص پریوں کا کوئی سیکھ لے پیمانے سے

عکس کی جھینپی ہوئی شکل تو آئینے میں دیکھ — شرم اس کو بھی تو آئی ترے شرمانے سے

دل ہے دیوانہ گیسو تو ہیں بے بیڑھی ہی — آن ہے عشق کے بانکوں کی اسی بانی سے

رات یہ تازہ کھلا گل کہ مری دل کی کلی — مسکرائی تری چولی کے مسک جانے سے

آبرو ہے دل دیوانہ ہی سے گیسو کی — متبرک ہے یہ تسبیح اسی دانے سے

اُن کی یہ ہٹ کہ نہیں آج نہ دونگا بوسہ — دل کی یہ ضد کہ بہلتا نہیں بہلانے سے

دھوکے دیتے ہیں آنکھونکو پیا پانو نہیں — چٹکلیں کرتے ہیں بہلا کے ترے دیوانے سے

اعتبار آپ نے وعدے کا خود اپنے کھویا — نہ رہا اتنی بھی توقیر قسم کھانے سے

کہتی ہے وصل کی شب انکی حیا سے شوخی — آج حاصل نہیں کچھ جھینپنے شرمانے سے

خانقاہوں میں جو یہ پھرتی ہے بہکی بہکی — توبہ بھاگی ہے کسی گھر نکلی ہے میخانے سے

دیکھ پایا ہے اُنہیں حضرت ناصح نے کہیں — اب نہیں سمجھا جو غرض ہے مرے سمجھانے سے

قاضی شہر ہو یا شیخ حرم کوئی ہو — جو ہو مست نکالو اسے میخانے سے

وشک ہے دانہ مرا اشک ہے پانی میرا — اور واقف ہوں نہ پانی سے نہ میں دانے سے

اک ذرا سی حرکت کی ہی سکت مجھ میں نہیں — غش پہ غش آنے میں اب ہوش میں آنے سے

توبہ ٹوٹی ہے ضرور آج کسی اوچھے کی — توبہ توبہ کی صدا آتی ہے میخانے سے

لوٹیں عشاق تہ خاک کے سینوں پہ بھی سانپ — یہ اشارہ ہے لٹیں زلف کی لٹکانے سے

۳۸۲ — ۲۴

میر کہنا تو غزل کچھ نہیں دشوار امیر
خوف یہ ہے کہ نکل جائے نہ پیمانے سے

جب آنکھ اس بت خوباں پہ پڑی ہے — نگہ تقدیر بن بن کر لڑی ہے

لب جاناں پہ مستی کی دھڑی ہے — تو سوسن کس لئے پھولی کھڑی ہے

غضب کی کھوٹ الفت میں پڑی ہے — ملا ہے دل جو آنکھ اس سے لڑی ہے

مسی پر جوبٹ افشانکی پڑی ہے ۔ کنی ہیرے کی نیلم مین جڑی ہے

چھپی کیون ہے جو سیلی سے لڑی ہے ۔ یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

پہنچتی ہے یہ گردن ہی تک اُسکی ۔ صراحی دخت رز سے کچھ بڑی ہے

شب غم مجھ سے بیٹھا جائے کیونکر ۔ تری تصویر تو آگے کھڑی ہے

کلی کو باغ مین چھیڑا ہے کس نے ۔ صبا یہ منہ لپیٹے کیون پڑی ہے

خدا اُس زلف و کاکل سے بچائے ۔ بلائے جان ہے جو چھوٹی بڑی ہے

بہت جلدی نہ کر قاتل دم ذبح ۔ یہی تو حاصل عمر اک گھڑی ہے

شب غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ ۔ مگر تیری قیامت سے بڑی ہے

ادا کا ہاتھ قبضہ کا ہاتھ کدھر جائے ۔ عجب جھگڑے مین جان اپنی پڑی ہے

نہین رکتی چلی جاتی ہے دن رات ۔ مری عمر رواں بھی اک جھڑی ہے

لیا ہے بوسۂ قاتل لپٹ کر ۔ لڑا دی جان تب قسمت لڑی ہے

قضا ہی نے تڑپ دیکھی تھی میری ۔ اُسی نے جا کے قاتل سے جڑی ہے

فلک کو پھونکتی ہے آہ دل کی ۔ ذرا سی شمع لو اتنی بڑی ہے

بڑی جھگڑالو ہے اُسکی حیا بھی ۔ کہ اک اک بوسہ پر پہرون لڑی ہے

ملا کر خاک مین آئے ہو کس کو ۔ یہ کیسی گرد دامن پر پڑی ہے

نہین کھلتی گرہ بند قبا کی ۔ یہ ظالم اُس کے دل سے بھی کڑی ہے

ہوا ہے کس بلاکش سے وہ برہم ۔ کہ زلف یار قدمون پر پڑی ہے

نگاہِ ناز ہوتی ہے پر آہ ۔ سلامی کو صف مژگان کھڑی ہے

اجل آئی ہے ندر اسکی کرین کیا ۔ ہماری جان تو تم مین پڑی ہے

تمھارے لب مین باغ حسن پھول ۔ تبسم اُن کی نازک پنکھڑی ہے

امیر اتنا نہ چھیڑ اس کو سر شام

شب وصل آنکھ جب مجھ سے پڑی ہے
تو کیا کیا شرم شوخی سے لڑی ہے

نظر کس چشم فتان سے لڑی ہے
کہ آنکھون کو لیے نرگس کھڑی ہے

نظر حاسدون سے اُس رخ پہ پڑی ہے
کرن سورج کی اشکون کی لڑی ہے

زمانے بھر کی آنکھ اُس سے لڑی ہے
جدہر دیکھو یہی آفت پڑی ہے

وہ بیٹھے ہین نگہ تیوری چڑہائے
مسیحا پاس اجل سر پر کھڑی ہے

اُدھر عکس اور ادھر تنہا ہو وہ شوخ
یہ دو پاٹون مین کیا جت آ پڑی ہے

گرے ہین جو لگن مین شمع سے پھول
ہر یہ دانہ اُن کی پنکھڑی ہے

نکلتے ہی نہین مسجد سے واعظ
خدا کے گھر مین تال انکی گڑی ہے

گرہ بند قبا کی کھل رہے گی
وہ کھولو جو گرہ دل مین پڑی ہے

مرے گھر ہجر کے دن دہوپ یارب
جھڑی ہے یا گھڑی ہے یا جھڑی ہے

مری ہیئت کو تکا کر وہ بولے
مین سچ کہتا ہون یہ چھوٹی پڑی ہے

نگاہ مست ساقی نے دکھا کر
کہا لو پھول کی جا پنکھڑی ہے

زبان دی پھر وصل اور خود ہی بولے
مین سچ کہتا ہون یہ جھوٹی پڑی ہے

مژہ اُس کی نگہ سے بھی ہے گستہ
چھری خنجر سے بھی ست کی کڑی ہے

لپٹ کر سوتی ہے لہذا اُس سے چوٹی
یہ میری جان کے پیچھے پڑی ہے

اُبھار اُن جوبنون کا کہہ رہا ہے
جوانی خود نمائی پر اڑی ہے

نہین اس تیغ کے قبضے مین چھلا
دلہن کے کان مین انتی پڑی ہے

نکل سکتی نہین حسرت شب وصل
کہ وہ جولان چھری کھینچے کھڑی ہے

ہم اِن تیرے کیون اے چشم خوبان
بتا تو آج آتش سے لڑی ہے

خضر بھی عمر مین دنیا سے ہو کم
یہ بڑیا ساری دنیا سے بڑی ہے

برسات میں بھی یہ نہ ابھرنا تھا نہ ابھری
اس دست حنائی پہ گلے کٹ گئے کتنے
گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہے ہر سمت
آئی ہے دم نزع مرے گھر شب فرقت
اک آن میں جب بھر دئے جل تھل تو میں سمجھا
اس دست نگارین کو کیا ہے جو لہو کا
توبہ کرو توبہ کہیں میخانے سے ہٹتی
کمبخت مرے گھر سے نکلتی ہی نہیں ہے
اس تیغ کے جو ہاتھوں کو بتاتا تھا لہو کا
اللہ رے مری شب ہجران کی سیاہی
شکوہ جو کیا سنگ دلی کا تو وہ بولے
ہر گام پہ ہو الغرض تھی رہ عشق میں لیکن
گھیرا بہت زلف بتاں نے مجھے لیکن

چھینٹے دئے کیا کیا مری توبہ کو گھٹا نے
پیسے ہیں ہزاروں ہی کے دل لپکے حنا نے
کیا جانے دیا برق کو کیا حکم گھٹا نے
گھیرا ہے برے وقت میں اس کالی بلا نے
واقف تری رحمت سے کیا سب کو گھٹا نے
دل میں مرے اک آگ لگا دی ہے حنا نے
کوڑے اسے بجلی کے لگائے ہیں گھٹا نے
دامن مرے مسکن کو بنایا ہے بلا نے
لانے کا لہو چوس لیا برگ حنا نے
سو بار پکارا مجھے گھبرا کے بلا نے
بت ہم کو بنایا ہے تمہارے ہی خدا نے
پہلے تو سنبھالا ہمیں تسلیم و رضا نے
اب تک تو اس آفت سے بچایا ہے خدا نے

۲۴

دل پس گئے اسیر ان کے قدم تک بھی نہ پہنچا
اور لوٹ لئے ہاتھوں کے بھی پس کے حنا نے

۲۵

کھویا ہے ادا تیری مری جان قضا نے
جو خنجر کا ہاتھ میں دی مجھ کو قضا نے
ساقی کے تصور سے یہاں کھل گئیں آنکھیں
[illegible] ہیں پیش سے لگے جور و جفا کا
ادھر جو ہوا جرم تو رحمت کا ہوا جوش
معشوق جفا کار ہیں عشاق وفادار

آتے ہی مرے پاس لگی جان چرانے
بھیجا ہے عیادت کو تیری مجھ کو ادا نے
ہشیار کیا ہم کو ہے ہوش ربا نے
پیدا ہی کیا ہے انہیں کا ہو کو خدا نے
کی میری شفاعت مرے اقرار خطا نے
ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے